معاشی منصوبہ بندی کا معاصر تصور، اسلامی اقتصادی افکار کے تناظر میں تحقیقی و تقابلی جائزہ

تحقیقی مقالہ برائے پی۔ ایچ۔ ڈی علوم اسلامیہ

مقالہ نگار

محمد شریف عاصی

رول نمبر: PHD-IS-11-07

سیشن: 2015-2011

نگران مقالہ

ڈاکٹر منزہ حیات

ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ

بہاء الدین زکریا یونیورسٹی ملتان

شعبہ علوم اسلامیہ

بہاء الدین زکریا یونیورسٹی ملتان
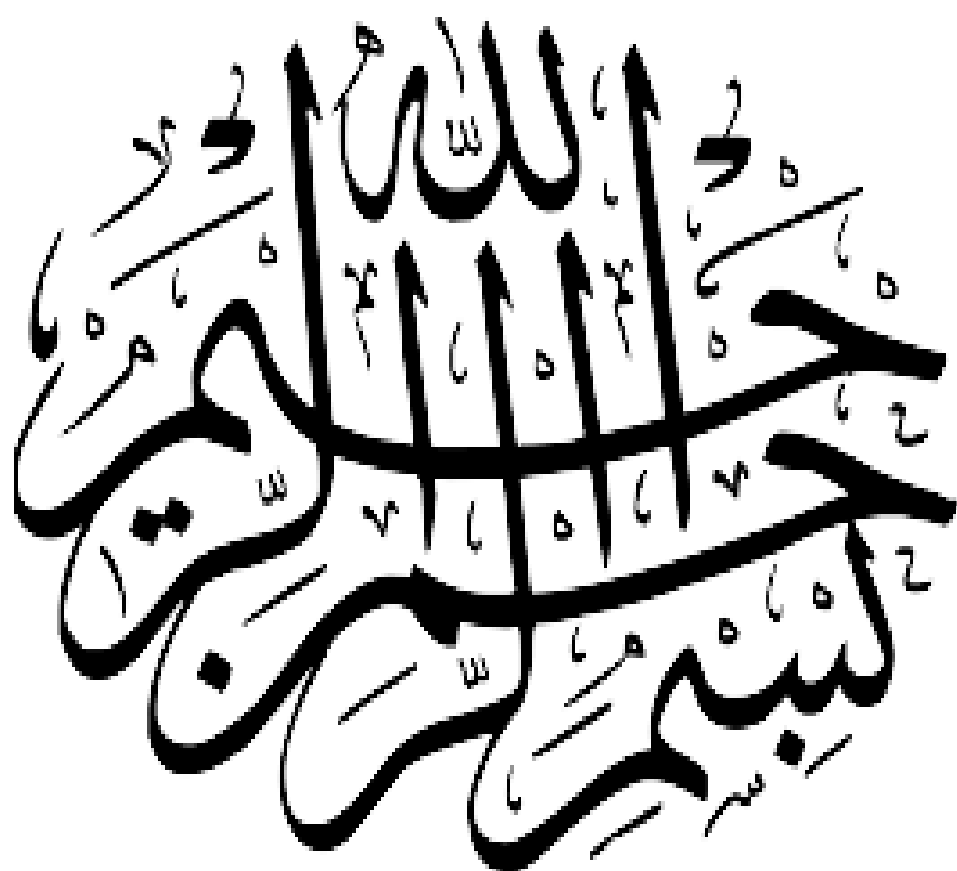
حلف نامہ

میں اقرار کرتا ہوں کہ مقالہ بعنوان " معاشی منصوبہ بندی کا معاصر تصور، اسلامی اقتصادی افکار کے تناظر میں ایک تحقیقی و تقابلی جائزہ" خدائے بزرگ و برتر کی توفیق خاص سے میری ذاتی کاوش اور محنت کا ثمر ہے اور یہ مقالہ کسی دوسری یونیورسٹی میں کسی بھی ڈگری کے حصول کے لیے پیش نہیں کیا گیا۔

"وکفی باللہ شہیدا"

مقالہ نگار

محمد شریف عاصی

شعبہ علوم اسلامیہ

بہاء الدین زکریا یونیورسٹی ملتان

Forwarding Sheet

This thesis entitled. "معاشی منصوبہ بندی کا معاصر تصور، اسلامی اقتصادی افکار کے تناظر میں تحقیقی وتقابلی جائزہ"

Submitted by Muhammad Sharif Asi in partial fulfillment of the requirement for the Ph.D degree in Islamic studies.It has been completed under my guidance and supervision.I am satisfied with the quality of his research work and allow him to submit the thesis for further process.

Signature: ____________________

Dr. Monazza Hayat
Associate Professor
Department of Islamic Studies
B.Z.U Multan

انتساب

ان ماہرین اقتصادیات کے نام، جن کی کوشش اور لگن یہ ہے کہ

دنیا میں عدل و احسان اور مساوات پر مبنی نظام معیشت قائم ہو جائے۔

اظہارِ تشکر

الحمدللہ رب العٰلمین و الصلوۃ و السلام علیٰ سید المرسلین۔

میں صمیمِ قلب سے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس ذات کریم نے مجھ ناچیز کو توفیق دی کہ میں "معاشی منصوبہ بندی کا معاصر تصور ،اسلامی اقتصادی افکار کے تناظر میں تحقیقی و تقابلی جائزہ" کے عنوان پر کچھ لکھنے کے قابل ہو سکا۔ یہ سر اسر اُس ذاتِ کریم کا فضل و احسان ہے اس میں جو کچھ صحیح و بر حق ہے وہ رب کریم کی رہنمائی و ہدایت کی بدولت ہے اور جہاں کہیں میں نے غلطی کی ہے وہ میری لاعلمی اور جہالت کی وجہ ہے جس کے لیے میں اس ذات کریم سے معافی کا طلبگار ہوں۔

اس کے ساتھ میں ان تمام معاونین اور محسنین کا شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہوں جنہوں نے بالواسطہ یا بلاواسطہ اس مقالے کی تکمیل میں میری رہنمائی کی۔

سب سے پہلے میں زیر نظر تحقیقی مقالہ کی نگران محترمہ ایسوسی ایٹ پروفیسر ڈاکٹر منزہ حیات صاحبہ کا تہہ دل سے ممنون ہوں جنہوں نے تحقیق کے دوران میری نہ صرف پر خلوص انداز میں رہنمائی کی بلکہ کتب کی فراہمی میں اپنی ذاتی لائبریری سے استفادہ کا بھرپور موقع بھی فراہم کیا ان کے خیالات، افکار و توجیہات سے رہنمائی حاصل کرنا میری زندگی کا قیمتی سرمایہ ہے۔ اور سب سے بڑھ کر آپ میری کامیابی اور کامرانی کے لیے بارگاہ الہیٰ میں دعا گو رہتیں اور ان کی محبت و شفقت نے مجھے اس قابل بنادیا کہ میں اپنی تحقیق کو زیبِ قرطاس کر سکا۔

میں بہاء الدین زکریا یونیورسٹی ملتان کے شعبہ علوم اسلامیہ کے چیئرمین پروفیسر ڈاکٹر عبد القدوس صہیب صاحب کا بھی بے حد ممنون ہوں کہ انہوں نے اپنی بے پناہ مصروفیت کے باوجود زیر نظر تحقیقی کام میں حتی الوسع رہنمائی فرمائی نیز اپنی نہایت ہی قیمتی آرا اور مشوروں سے مجھے نوازا جو میرے لیے سرمایہ حیات ہیں۔ میرے لیے واجب ہے کہ میں اپنے محسن، رہنما، اور نہایت ہی شفیق استاد پروفیسر ڈاکٹر سعید الرحمٰن صاحب کا تہہ دل سے شکر گزار و سپاس گزار ہوں کہ انہوں نے اس مقالہ کی تحقیق کے دوران پیش آنے والی ہر مشکل میں اور ہر قدم پر رہنمائی فرمائی ہے ڈاکٹر صاحب نے اپنی بہت زیادہ مصروفیات کے باوجود ہر ممکن رہنمائی فرمائی اگر ڈاکٹر صاحب کی رہنمائی مجھے حاصل نہ ہوتی تو میں یہ مقالہ نہ لکھ پاتا۔ اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں انہیں اپنی عافیت اور امان نصیب فرمائے۔ آمین۔

بہاء الدین زکریا یونیورسٹی ملتان کے شعبہ علومِ اسلامیہ کے قابلِ صد احترام اساتذہ کرام پروفیسر ڈاکٹر محمد ادریس لودھی صاحب اور پروفیسر ڈاکٹر محمود سلطان محمود کھوکھر صاحب کا بھی کا تہہ دل سے ممنون ہوں۔ کہ ان قابل صد احترام ہستیوں نے مقالہ ہذا کی تکمیل میں اپنے قیمتی مشوروں اور رہنمائی سے اس ناچیز کو نوازا۔

میں ان لائبریریز کے سٹاف کا تہہ دل سے ممنون ہوں جنہوں نے اپنی لائبریریز سے استفادہ کرنے اور مواد کی تلاش میں میری مدد اور رہنمائی کی۔خاص طور پر انٹر نیشنل انسٹیٹیوٹ آف اسلامک اکنامکس اسلام آباد،اداراہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد کی لائبریریز، جھنڈیر پبلک لائبریری، بہاءالدین زکریایونیورسٹی کے شعبہ علومِ اسلامیہ اور شعبہ معاشیات کی لائبریریز اور علامہ اقبال پبلک لائبریری مظفر گڑھ کے جملہ سٹاف کا بھی بہت ممنون ہوں۔

اس کے ساتھ میں اپنے دوست محمد ندیم صاحب اور مسعود نواز صاحب کا بھی شکریہ ادا کرنا چاہوں گا کہ انہوں نے بھی مطلوبہ مواد کی تلاش میں ممکن حد تک میری رہنمائی فرمائی اس کے ساتھ میں اپنے دوست محمد ماجد کا بھی شکریہ ادا کرنا چاہوں گا جن کی مدد سے میں جھنڈیر لائبریری کی کتب سے استفادہ کر سکا اور محترم مفتی محمد شاہد، محترم محمد علی، اور محترم عبد الوہاب کا بھی شکریہ ادا کرنا چاہوں گا کہ اس مقالہ کی کمپوزنگ میں میری معاونت کی- دعاہے کہ اللہ تعالیٰ ان تمام حضرات کو اجرِ عظیم سے نوازے جنہوں نے اس مقالے کی تکمیل میں میری مدد فرمائی۔(آمین)

رموز واشارات

1۔	ؐ	:	صلی اللہ علیہ وسلم
2۔	رضہ	:	رضی اللہ تعالیٰ
3۔	رح	:	رحمتہ اللہ
4۔	ج	:	جلد نمبر
5۔	ص	:	صفحہ نمبر
6۔	'	:	آپس میں لفظ ملانے کے لیے
7۔	“ ”	:	اقتباس کے لیے
8۔	ء	:	سن عیسوی کے لیے
9۔	ھ	:	سن ہجری کے لیے
10۔	م	:	تاریخ وفات

فہرست

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
1	Abstract	
2	مقدمہ	
13	**اسلامی اقتصادی افکار کا جائزہ**	**باب اول**
14	اسلام کا تصور ملکیت	فصل اول
26	معاشی عدل کا اسلامی تصور	فصل دوم
33	اسلامی ریاست کی معاشی ذمہ داریاں	فصل سوم
44	**اسلام میں معاشی منصوبہ بندی کا تصور**	**باب دوم**
45	معاشی منصوبہ بندی کی اہمیت، آغاز وار تقاء	فصل اول
67	عہد نبوی ﷺ کا مالیاتی نظام اور معاشی منصوبہ بندی	فصل دوم
84	خلافتِ راشدہ کا مالیاتی نظام و معاشی منصوبہ بندی	فصل سوم
101	اسلامی معاشی منصوبہ بندی کے مقاصد اور طریق کار	فصل چہارم
133	**سرمایہ داری نظام میں معاشی منصوبہ بندی**	**باب سوم**
134	سرمایہ داری نظام معیشت	فصل اول
139	سرمایہ داری نظام میں معاشی منصوبہ بندی کا تصور	فصل دوم
147	سرمایہ داری نظام میں معاشی منصوبہ بندی کے مقاصد	فصل سوم
156	**اشتراکی نظام میں معاشی منصوبہ بندی**	**باب چہارم**
157	نظام اشتراکیت	فصل اول
161	اشتراکی نظام میں معاشی منصوبہ بندی کا تصور	فصل دوم
165	اشتراکی نظام میں معاشی منصوبہ بندی کے مقاصد	فصل سوم

باب پنجم	**مخلوط معاشی نظام میں منصوبہ بندی**	**170**
فصل اول	مخلوط معاشی نظام	171
فصل دوم	مخلوط معاشی نظام میں منصوبہ بندی کا تصور اور مقاصد	176
باب ششم	**پاکستان کی معاشی منصوبہ بندی کا جائزہ**	**185**
فصل اول	پاکستان میں معاشی منصوبہ بندی کا آغاز و ارتقاء	186
فصل دوم	پاکستان کی معاشی منصوبہ بندی کے مقاصد	199
فصل سوم	پاکستان کی معاشی منصوبہ بندی کے مسائل اور ان کا حل	203
	خلاصہ بحث	215
	نتائج تحقیق	220
	سفارشات	222
	مصادر و مراجع	224
	اشاریہ (قرآنی آیات)	229
	اشاریہ (احادیث)	234
	اعلام	238
	اماکن	241

Abstract

This study argues that the concept of economic planning is endowed by Islam as economic planning in Islamic economic system is obligatory, so it is not true to say that the concept of planning is adduced by Russia. Just Socialist type of planning named as Authoritarian and centralized planning was introduced by Russia in 1928. But Islamic Economic Planning System is entirely different by, objectives, goals and procedure from the contemporary economic planning systems adduced by socialist and capitalist economic systems. Authoritarian, imperative and centralized type of planning is being practiced by socialist economic system while democratic, indicative and decentralized type of planning is being practiced by capitalist and mixed economic systems of the modern era. While Islamic economic planning system is a optimum blend of not only Authoritarian, imperative and centralized planning but also democratic, indicative and decentralized planning. Material, moralised and spiritual purposes are the part and parcel of Islamic economic system and are interlinked with each other, as their foundation is based on sublime values such as Taqwa`, Adl, Ihsan and Tazkiyah. Whereas other contemporary economic planning systems are only material based. Therefore the concept of Islamic economic planning has superiority in term of importance, need and utility in respect of other economic planning systems. So even today the world needs to be implement only this economic planning system with its true and real essence because the only solution of the humanity's economic problems, the welfare and economic development, along with the hereafter success is in its adoption.

مقدمہ

انسان کا معاشی مسئلہ روئے زمین پر اس کے ظہور کے ساتھ ہی پیدا ہو گیا تھا کیونکہ احتیاجات اس کی فطرت کا جزو لاینفک ہیں۔ اس لیے روز اول سے ہی انسان نے ان احتیاجات کی تسکین کے لیے تگ و دو شروع کر دی تھی۔ مگر وقت کے ساتھ ساتھ انسان کے معاشی مسائل میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ چنانچہ انسان نے ان مسائل پر قابو پانے کے لیے کئی تدابیر اختیار کیں، کئی حکمت عملیاں اور پالیسیاں اختیار کیں یوں معاشیات سے متعلق مختلف نظریات اور تصورات وجود میں آئے اور علم المعیشت کا آغاز ہوا۔ اس طرح ہر ملک، قوم اور معاشرہ کسی نہ کسی معاشی نظام پر عمل پیرا رہا تاکہ اپنے مسائل کو حل کر سکے۔ اس لیے معاشیات اور مالیات کے نظام کو ہر دور میں خاص مقام اور اہمیت حاصل رہی ہے۔ اور پھر یہ معاشی مسئلہ صرف معاش اور روزی روٹی تک محدود نہ رہا بلکہ اس نے انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں کو متاثر کرنا شروع کر دیا۔ اس معاشی مسئلے کے اثرات اخلاقیات، معاشرت، حتیٰ کہ مذہب کو بھی متاثر کرنے لگے۔ تاریخ عالم سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے عروج و زوال خوشحالی اور بدحالی امن و جنگ اور کامیابی اور ناکامی کی اہم وجوہات معاشی استحکام کو سمجھا جانے لگا اگر ہم ذرا نظر عمیق سے دنیا کا مشاہدہ کریں تو معلوم ہو گا کہ دنیا کی موجودہ دشواریاں بڑی حد تک مغربی اصول معاشیات اور سرمایہ داری، سود خوری اور اشتراکیت جیسے نظریات اور تصورات کے باعث رونما ہونے ان نظاموں کے تصادم اور کشمکش کے ثمرات ہیں۔

دنیا میں گزشتہ تین صدیوں سے دو بڑے معاشی نظام رائج ہیں سرمایادارانہ نظام اور اشتراکیت۔ مگر یہ دونوں نظام معاشی مسائل کو حل کرنے میں نہ صرف ناکام رہے ہیں بلکہ معاشی مسائل میں مزید پیچیدگی کا سبب بنے ہیں کیونکہ یہ دونوں نظام دو مختلف انتہاؤں پر قائم ہیں۔ ان نظاموں کی کشمکش نے انسانی فکر و نظر کو مفلوج کر دیا ہے معاشرہ دو طبقوں میں تقسیم ہو گیا ہے ایک سرمایا اور پیدائش دولت کے وسائل اور ذرائع پر قابض طبقہ، وہ چاہے سرمایادار ہوں یا حکمران طبقہ اور دوسرا طبقہ ملازم، مزدور اور عوام کا ہے۔ پہلا طبقہ دوسرے طبقے کے خون کا آخری قطرہ تک چوس لینا چاہتا ہے اور اب دور حاضر میں انسان کی کیفیت یہ ہو چکی ہے کہ معاشی تحفظ کے لیے اسے جس نظام کی راہ دکھائی جاتی ہے وہ نتائج اور عواقب سے بے نیاز ہو کر لپک کر اسے اپنا لیتا ہے۔ اس معاشی زبوں حالی میں انسان اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھا ہے اس کے غور و فکر کی صلاحیتیں ماؤف ہو چکی ہیں۔ وہ نتائج اور ثمرات سے بے نیاز ہو کر کبھی ایک نظام کو اختیار کر لیتا ہے اور جب وہاں سے ناکامی ہوتی ہے تو دوسری راہ تکتا ہے اور کسی دوسرے نظام کو اختیار کر لیتا ہے یوں انسان دور حاضر میں بھی معاشی مسئلہ کے حل میں سرگرداں ہے۔ اور اسی معاشی مسئلہ کی بنا پر یہ دنیا کئی بار جنگ و جدل کا شکار ہو چکی ہے مگر انسانیت ان معاشی مسائل سے چھٹکارہ حاصل کرنے کی بجائے مزید ان میں جکڑتی چلی جا رہی ہے۔ یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس دنیا میں کوئی تو ایسا نظام موجود ہو گا جو انسانیت کے ان دکھوں کا مداوا کر سکے جس کو اختیار کر کے انسان اپنے معاشی مسائل کو حل کر سکے، بھٹکنے کی بجائے سیدھا اپنے معاشی مقصد کی منزل مقصود پر جا پہنچے۔ کیا کوئی ایسا نظام ہے جو دنیا میں موجود دو بڑے معاشی نظاموں سرمایادارانہ نظام اور اشتراکیت کی دو متضاد اور مختلف انتہاؤں کے برعکس متوازن اور معتدل نظام ہو جو اجتماعی اور انفرادی ضروریات اور احتیاجات کی تسکین کا ضامن ہو۔ وہ نہ تو معاشرہ کو اس قدر ظالمانہ اختیارات دے کہ فرد کی ذات مسخ ہو کر رہ جائے۔ اور اس کی آزادی سلب کر لی

جائے ،جس سے اس کی ذہنی اور جسمانی صلاحیتیں ختم ہو کر رہ جائیں اور اسے اسکی صلاحیتوں ،کاوشوں اور محنت کے ثمر سے محروم کر دیا جائے۔اور نہ ہی فرد کو اس قدر آزادی حاصل ہو کہ وہ اپنے سرمائے کے بل بوتے پر پورے معاشرے کو یرغمال بنا کر اس کا استحصال کر سکے۔اور فرد خود غرض بن کر سرمائے اور دولت کا بندہ بن کر رہ جائے۔معاشرے کے دوسرے افراد کی آزادی سلب ہو کر رہ جائے۔اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اسلام ہی وہ واحد راہ اعتدال اور سواء السبیل ہے جو بنی نوع انسان کے لیے اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا دین ہے جو کہ پوری انسانیت کے لیے ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔جو انسان کی روحانی ،مذہبی ،اخلاقی ،سیاسی ،معاشرتی اور معاشی غرض ہر قسم کی دنیوی و اخروی فلاح و بہبود اور ترقی کی ضمانت دیتا ہے جبکہ سرمایادارانہ نظام اور اشتراکیت مادی نظریہ حیات کی پیداوار ہیں۔اس مادی نظریہ حیات کے مطابق انسان کی حیثیت محض ایک حیوانی وجود کی سی ہے جس کا مقصد اپنی جبلی مادی احتیاجات کی تسکین کے سوا کچھ نہیں۔وہ معاشرتی زندگی میں جو بھی قواعد وضوابط ،اصول و قوانین کا جو بھی نظام بناتا ہے وہ اسی مقصد کے حصول کو یقینی بنانا ہوتا ہے۔اس لیے اس نظام کا منطقی تقاضا یہ ہے کہ انسان اپنی ذات کے لیے زندہ رہے اور زیادہ سے زیادہ لذت و آسائش نفس کا حصول ہی اس کا مقصود حیات بن جائے۔اس فکر کے تحت جو معاشرہ قائم ہو گا اس میں افراد کی جارحانہ خود غرضی اور بے رحمانہ کشمکش معاشرے کے لیے ناسور بن جائیں گے۔اس کے برعکس اسلام اللہ کا بھیجا ہوا دین ہے جو پوری انسانیت کے لیے ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔چنانچہ یہ نظام تمام معاشی مسائل کے حل کے لیے مکمل رہنمائی فراہم کرتا ہے۔یہ نظام فرد اور معاشرے دونوں کی ضروریات اور احتیاجات کو ملحوظ خاطر رکھتا ہے۔کیونکہ اسلام کا معاشی نظام اللہ کی ہدایت اور رہنمائی میں عدل،احسان،اخوت اور بھائی چارے کی اعلیٰ اخلاقی اقدار پر مبنی نظام ہے اور اپنے انھی اعلیٰ اخلاقی اقدار کی بنا پر انسان کی معاشی فلاح اور ترقی کا ضامن ہے۔اور باہمی منافرت اور طبقاتی کشمکش کو کسی صورت میں تسلیم نہیں کرتا۔اسلام کے معاشی نظام کا مقصد یہ ہے کہ انسان ان معاشی وسائل سے استفادہ کر کے نہ صرف دنیاوی زندگی میں کامیابی اور ترقی حاصل کرے بلکہ اخروی زندگی جو کہ دائمی اور ابدی ہے اس میں بھی کامیاب ہو جائے۔چنانچہ ان اعلی اخلاقی اقدار پر مبنی نظریہ حیات کی رہنمائی میں انسان کی تمام معاشی سرگرمیاں،پالیسیاں،تدابیر اور حکمت عملی بہت جلد اس کی منزل مطلوبہ نتائج اور مقاصد تک پہنچا دیتی ہے جو انسانیت کی معاشی زندگی کے لیے ناگزیر ہیں۔

ضرورت واہمیت Importance of the Topic

1930ء کی عالمی کساد بازاری کے بعد معاشی منصوبہ بندی کے تصور نے بہت زیادہ اہمیت حاصل کر لی عہد حاضر میں معاشی ترقی و معاشی خوشحالی،دستیاب وسائل اور ذرائع سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کرنے ،روزگار کی فراہمی توازن تجارت میں بہتری اور دیگر معاشی اہداف کے حصول کے لیے معاشی منصوبہ بندی ایک ناگزیر لائحہ عمل کی حیثیت رکھتی ہے۔اگرچہ جدید تصور کے مطابق معاشی منصوبہ بندی کا عمل سب سے پہلے روس نے اختیار کیا اور پھر یہ طریقہ ابتدا میں صرف اشتراکی ممالک تک محدود تھا لیکن جنگ عظیم دوم کے بعد منصوبہ بندی کو بہت زیادہ فروغ حاصل ہوا کیونکہ ایک طرف تو جنگ کی وجہ سے تباہ شدہ قوموں نے اپنی معیشت کی بحالی کے لیے منصوبہ بندی کو اپنایا اور دوسری طرف پسماندہ ممالک نے معاشی منصوبہ بندی کے ذریعے معاشی ترقی حاصل کرنے کی ضرورت محسوس کی اور اب اشتراکی اور غیر اشتراکی تمام

ممالک معاشی منصوبہ بندی کرتے ہیں ۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ بڑھتے ہوئے معاشی مسائل جیسے منڈی کی ناکاملیات، وسائل کاضیاع،دولت کی غیر مساویانہ تقسیم اور غربت کے منحوس چکر عام ہوتے گئے تو ان کے تدارک کے لئے معاشی منصوبہ بندی کو اختیار کیا جانے لگا ہے۔ حتیٰ کہ امریکہ جیسے آزاد معیشت کے علمبر دار ملک نے بھی 1933 میں New Deal کے نام سے منصوبہ بندی کا آغاز کر دیا اور آج اسے اپنی کل معیشت میں 20 فیصد منصوبہ بندی سے کام لینا پڑتا ہے:۔

> "The New Deal involved certain amount of planning and it increased government supervision and control."[1]

"New Deal" بھی دراصل ایک منصوبہ بندی ہی تھی اور اس سے حکومتی انتظام اوراختیارات کی ذمہ داریوں میں اضافہ ہوا" الغرض معاشی منصوبہ بندی اور اس کی اہمیت وضرورت دور حاضر میں بین الاقوامی طور پر ایک مسلمہ حقیقت بن چکی ہے۔ دنیا کے ترقی یافتہ ممالک کی معاشی ترقی اس کی اہمیت وضرورت کی واضح دلیل ہے اور ترقی پذیر ممالک کے لئے تو اس کی اہمیت دوچند ہو جاتی ہے۔ چنانچہ ضرورت ایک ایسے تحقیقی کام کی ہے جس میں اسلامی اقتصادی تعلیمات اور مسلم ماہرین معاشیات کے تصورات اور افکار کے تناظر میں معاصر معاشی منصوبہ بندی کے تصورات کا تحقیقی وتقابلی جائزہ لیا جائے چنانچہ اس خلا کو پُر کرنے کی غرض سے اس مقالہ کو تحریر کیا گیا ہے۔

اگرچہ معاشیات کو ہر دور میں بنیادی اہمیت حاصل رہی ہے مگر موجودہ دور میں اس کی اہمیت دوچند ہو گئی ہے۔ دورِ حاضر کو معاشیات اور مالیات کا دور کہا جاتا ہے ۔ اس لئے کسی بھی ملک کی طاقت خود مختاری بین الاقوامی ساکھ اور حیثیت کا انحصار اُس کی معاشی ترقی اور خوشحالی پر ہے۔ آج وہی ملک مضبوط اور طاقتور ہے جو معاشی لحاظ سے مضبوط اور مستحکم ہے۔ اس وقت بیشتر ممالک پسماندہ اور نیم ترقی یافتہ حالت میں ہیں اور اب ان میں ترقی کی شدید تڑپ پیدا ہو گئی ہے۔ چنانچہ ایشیا اور افریقا کے کئی ممالک اس ترقی کے آرزومند ہوتے جا رہے ہیں تاکہ انھیں بھی صحت، تعلیم، اور رہائش وغیرہ کی بہتر سہولتیں میسر ہوں۔ مختلف مصنوعات، بہتر ذرائع آمدورفت اور بلند معیار زندگی حاصل ہو۔ چنانچہ کسی بھی ملک کی معاشی ترقی اور خوشحالی کا انحصار اُس کی معاشی منصوبہ بندی پر ہے کیونکہ منصوبہ بندی ایک ناگزیر آلہ، تکنیک، تدبیر اور لائحہ عمل کی حیثیت رکھتی ہے۔ اسی لئے فی زمانہ معاشی ترقی اور معاشی منصوبہ بندی لازم وملزوم ہیں۔ اس لئے دنیا کے تمام ممالک میں معاشی منصوبہ بندی کسی نہ کسی شکل حالت میں موجود ہے اور دنیا کے تمام معاشی نظاموں میں اس کی اہمیت و ضرورت مسلمہ ہے اور ان میں معاشی منصوبہ بندی کی کوئی نہ کوئی قسم پائی جاتی ہے کیونکہ جس طرح کسی ریاست کی بقا اور استحکام کے لئے ریاستی پالیسی ضروری ہے اسی طرح معاشی ترقی اور استحکام کے لئے معاشی منصوبہ بندی اور معاشی پالیسی ضروری ہے۔ چنانچہ بہت سے ممالک نے مسلسل معاشی منصوبہ بندی کے ذریعے حیرت انگیز ترقی کی ہے اس سلسلے میں روس، چین اور کینیڈا کی مثالیں ہمارے سامنے ہیں۔ پسماندہ ممالک بھی اپنے قدرتی وسائل کو منصوبہ بندی کے ذریعے استعمال میں لا کر ترقی یافتہ ممالک کی صف میں کھڑے ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ منصوبہ بندی کا بنیادی مقصد ہی یہی ہے کہ کمیاب ذرائع کو اس طرح

---

[1] B N Gosh & Rama Gosh ,Economic,Development and Planning,(New Delhi 1991)610

استعمال کرنا ہے کہ معاشی خوش حالی کو زیادہ سے زیادہ بڑھایا جاسکے اور پھر ذرائع کا بہتر استعمال صرف منصوبہ بندی سے ہی ممکن ہے۔اس لئے دور حاضر میں مختلف نظامہائے ریاست کی بنیاد نظام معیشت پر ہے اور نظامِ معیشت کا انحصار اور بقاء منصوبہ بندی پر موقوف ہے ۔جدید ماہرین اقتصادیات کے مطابق منصوبہ بندی کا تصور سب سے پہلے کرسٹون نے 1910ء میں پیش کیا اس کے بعد روس نے 1928ء میں اپنا پہلا پانچ سالہ منصوبہ پیش کر کے اس تصور کو عملی شکل دی:

"The concept of economic planning was first used by Prof. Kariston Schonheyder a Norwegian theorist in the year 1910… in 1928 Russia utilized economic planning for transforming her traditional economy into a highly industrialized one through five year plans".[2]

"کہ معاشی منصوبہ بندی کا تصور سب سے پہلے ناروے کے پروفیسر شون ہیڈر نے 1910ء میں پیش کیا۔۔۔1928ء میں روس نے اپنی روایتی معیشت کو بلند معیار کی صنعتی معیشت میں بدلنے کے لیے پانچ سالہ منصوبے کے ذریعے معاشی منصوبہ بندی کو اختیار کیا"

موضوع کا بنیادی سوال Basic Question of Research

معاشی منصوبہ بندی کی اہمیت ضرورت کے تناظر میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ:۔

1. معاشی منصوبہ بندی کا معاصر تصور کیا ہے؟
2. اسلام کے معاشی نظام میں منصوبہ بندی کا کیا تصور ہے؟
3. معاشی منصوبہ بندی کے معاصر تصور اور اسلام کے معاشی نظام کی منصوبہ بندی کے تصور میں کیا فرق ہے؟
4. اسلامی نظام معیشت کی منصوبہ بندی کو معاصر معاشی منصوبہ بندی پر کیا فوقیت اور انفرادیت حاصل ہے؟

مفروضہ جات Hypothesis

1. اسلامی معاشی منصوبہ بندی اور معاصر معاشی منصوبہ بندی میں مماثلت پائی جاتی ہے۔
2. اسلامی معاشی منصوبہ بندی اور معاصر معاشی منصوبہ بندی میں جزوی اختلاف پایا جاتا ہے۔
3. اسلامی معاشی منصوبہ بندی اور معاصر معاشی منصوبہ بندی میں کلی فرق اور اختلاف پایا جاتا ہے۔

تحقیقی اہداف Targets of Research

ضرورت اس امر کی تھی ایسا تحقیقی کام منظرِ عام پر لایا جائے جو درجِ بالا سوالات کے حل اور مفروضات کی پرکھ اور جانچ پر مبنی ہو۔لہذا زیرِ نظر مقالہ لکھنے کی یہی وجہ تھی کہ اسلامی،اقتصادی افکار کی روشنی میں معاصر معاشی منصوبہ بندی کے تصور،مقاصد اور طریقہ کار کا تحقیقی تقابلی

[2] B.N Ghosh & Rama Ghosh, Economic Growth, Development and Planning (New Delhi,1991),499

جائزہ لیا جائے اور معاصر معاشی نظامہائے معیشت کے معاشی منصوبہ بندی کے تصور، طریقہ کار اور مقاصد کا اسلام کے معاشی منصوبہ بندی کے تصور، مقاصد اور طریقہ کار کا تقابلی اور تحقیقی جائزہ لیتے ہوئے اسلام کے معاشی نظام کی انفرادیت، فوقیت اور حقانیت کو واضح کیا جائے اور دنیا کے سامنے اسلامی معاشی نظام کے اختیار کرنے کی ضرورت واہمیت کو واضح کیا جائے۔

سابقہ کام کا جائزہ LiteratureReview

زیر نظر مقالہ کا موضوع چونکہ اسلامی معاشیات و اقتصادیات سے تعلق رکھتا ہے اس لیے اس کے بنیادی ماخذ قران وسنت کی معاشی تعلیمات اور سیرت رسولؐ اور خلفائے راشدین کے معاشی و اقتصادی نظام پر لکھی ہوئی کتب ہیں اور جو اولین کتب اسلام کے مالیاتی و اقتصادی نظام پر لکھی گئیں ہیں مزید یہ کہ فقہی کتب کا 3/2 حصہ معاشی و اقتصادی احکامات پر مبنی ہے اور ان کتب میں بیان کردہ اصول اور تعلیمات مکمل اسلامی معاشی نظام کا خاکہ پیش کرتے ہیں جن میں ہر دور کے معاشی مسائل کے حل کے لیے رہنمائی موجود ہے۔ ان اولین ماخذات کے علاوہ جو اولین کتب جو خصوصاً اسلام کے معاشی و اقتصادی نظام پر لکھی گئی ہیں ان کا جائزہ ذیل میں لیا گیا ہے۔

- مناظر احسن گیلانی (م 1956) کی کتاب 'اسلامی معاشیات'[3] ایک قابل قدر تحقیقی اور علمی اثاثہ ہے اس میں اسلامی معاشی نظام کو نہایت ہی احسن اور جامع انداز پیش کیا گیا ہے اگرچہ اس کتاب کی ترتیب اورابواب بندی ایک معاشی نظام پر لکھی گئی کتاب جیسی تو نہیں ہے مگر اس میں اسلام کی معاشی تعلیمات اوراحکام کی وضاحت نہایت جامع اور مدلل انداز میں بیان کی گئی ہے اور اس میں دیگر معاشی نظاموں سے تقابل بھی کیا گیا ہے-مولانا نے اس کتاب میں علامہ ابن حزم کے نظریات اور انداز کو اختیار کیا ہے۔ انہوں نے یہ کتاب صحافتی انداز میں مرتب کی ہے۔ مگر اس میں اسلام کی اقتصادی تعلیمات کا بیش بہا خزانہ موجود ہے۔ یہ کتاب اسلام کے معاشی نظام کی ایک بہترین ترجمان ہے اگرچہ اس میں جدید معاشی مسائل کو تو زیر بحث نہیں لایا گیا مگر ان مسائل کے حل کے لیے اس کتاب سے استشہاد اور رہنمائی سے کافی معاونت ملتی ہے۔ اردو زبان میں اسلام کے معاشی نظام پر لکھنے والوں کی اکثریت نے اس کتاب سے استفادہ کیا ہے۔
- مولانا حفظ الرحمان سیوہاروی (م1962) کی تصنیف "اسلام کا اقتصادی نظام "[4] کو برصغیر پاک وہند میں اردو زبان میں اسلام کے اقتصادی نظام پر اولین کتاب کا درجہ حاصل ہے اس کتاب میں اسلام کی اقتصادی تعلیمات کو نہایت جامع انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ اس کتاب میں مولانا نے اصول معاشیات کو قرآن مجید کی روشنی میں بیان کیا ہے۔ انفرادی اور اجتماعی نظام معیشت، بیت المال کی آمدن کے ذرائع اور مصارف اور اسلام کے اقتصادی تعلیمات کا اشتراکیت اور سرمایادارانہ نظام معیشت سے تقابل جیسے موضوعات

---

[3] گیلانی، مناظر احسن، اسلامی معاشیات، دارالاشاعت، کراچی

[4] سیوہاری حفظ الرحمان، اسلام کا اقتصادی نظام، مکتبہ رحمانیہ-لاہور

پر مدلل انداز میں بحث کی گئی ہے۔مولانا نے اس کتاب میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے معاشی نظریات کو نہایت عمدہ انداز میں پیش کیا ہے اور غیر شعوری طور پر انہیں اشتراکی اصولوں پر منطبق کرنے کی کوشش کی ہے۔

- جامعہ عثمانیہ کے مدرس ڈاکٹر محمد یوسف الدین نے پی ایچ ڈی کا مقالہ "اسلام کے معاشی نظریے"[5] علامہ مناظر احسن گیلانی کی زیر نگرانی مکمل کیا اور خود علامہ صاحب نے اپنی کتاب" اسلامی معاشیات " مذکورہ مقالہ کے بعد تحریر کی۔ یہ مقالہ دو حصوں پر مشتمل ہے۔پہلے حصے میں عرب کا قدیم معاشی نظام، ایام جاہلیت کی معاشی حالت، پیدائش دولت، تقسیم دولت اور مسائل اراضی پر بحث کی گئی ہے۔ دوسرے حصے میں مسئلہ اجرت، مسئلہ سود، مبادلہء دولت، صرف دولت اور مالیات عامہ پر بحث کی گئی ہے۔ یہ مقالہ اسلام کے معاشی نظام پر لکھنے والوں کے لیے اہم مصدر ہے۔
- مولانا سید ابوالاعلی مودودی (م1979ء) کا انداز اور فکر وفلسفہ کچھ منفرد ہے ان کی یہی انفرادیت ان کی تصنیف "معاشیات اسلام[6] میں بھی پائی جاتی ہے۔ اسلام کی معاشی تعلیمات سے متعلق اردو زبان میں نہایت ایک عمدہ کتاب ہے اور اس موضوع پر بھی مولانا اپنے سے ماقبل معاشی نظریات پر قدرے اختلاف اور انفرادیت رکھتے ہیں۔ خاص طور پر مسئلہ ملکیت زمین میں مختلف نظریہ رکھتے ہیں۔ ان کی تصنیف "معاشیات اسلام" میں معاشی مسئلہ اور اس کا اسلامی حل، اسلامی معاشی نظام کی نوعیت، مقاصد، دور حاضر کے مسائل جیسے انشورنس، مسئلہ تسعیر جیسے مسائل پر بحث کی گئی ہے۔
- "سرمایادارانہ اور اشتراکی نظام کا اسلامی معاشی نظام سے موازنہ "[7] میں علامہ شمس الحق افغانی نے مدلل انداز میں ثابت کیا ہے کہ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے اور انسان کی زندگی کے تمام پہلوؤں سے متعلق جامع ہدایات پیش کرتا ہے جبکہ اشتراکیت کا مطمع نظر سامراجیت کو غالب کرنا ہے۔ مصنف نے سرمایادارانہ معاشی نظام کے نقائص اور خامیوں کو بھی محققانہ انداز سے واضح کیا ہے نیز انہوں نے واضح کیا ہے کہ ان دو نظاموں سے اسلامی معاشرے کو کیسے کیسے خطرات لاحق ہیں۔ ان کی یہ تصنیف سرمایہ داریت اور اشتراکیت پر ایک کاری ضرب ہے۔
- نجات اللہ صدیقی کی تصنیف 'اسلام کا نظریہ ملکیت'[8] بھی اسلام کے نظریہ ملکیت کی اچھی ترجمان ہے یہ کتاب دو حصوں پر مشتمل ہے۔ اس کتاب میں انفرادی اور اجتماعی ملکیت کے ذرائع، حقوق، حدود اور اصول بہت جامع انداز میں بیان کئے گئے ہیں۔ اس میں اگرچہ معاشی منصوبہ بندی کی اہمیت کو مدلل انداز میں اجاگر کیا گیا ہے مگر ایک مکمل معاشی منصوبہ بندی کے نظام، تصور اس کے مقاصد، اقسام اور طریقہء کار پر اس میں کوئی بحث نہیں کی گئی۔

---

[5] یوسف الدین محمد، اسلام کے معاشی نظریے، الائیڈ بک کمپنی، کراچی1984

[6] مودودی ابوالاعلیٰ، معاشیات اسلام اسلامک پبلیکیشنز، لاہور2013

[7] افغانی، شمس الحق علامہ، سرمایادارانہ اور اشتراکی نظام کا اسلامی معاشی نظام سے موازنہ، جامعۃ العلوم الاسلامیہ زرگری، کوہاٹ، 1983

[8] صدیقی نجات اللہ، اسلام کا نظریہ ملکیت، اسلامک پبلیکیشنز، لاہور، 2006

- محمد مظہر الدین صدیقی نے اپنی مختصر سی کتاب "اسلام کا معاشی نظریہ"[9] میں اشتراکیت اور سرمایہ داری کے معاشی نظام پر محققانہ تنقید کی ہے اور ساتھ ہی اس کتاب میں انہوں نے اسلامی معاشی نظام کے تصورات، اسلام اور اجتماعی ملکیت، عہد رسالت کے ذرائع آمدن اور تقسیم دولت، خلفائے راشدین اور بنو امیہ کے عہد کے معاشی حالات، مسئلہ سود اور عہد جدید کے معاشی تقاضوں کے ضمن میں اسلامی معاشی نظام کی ضرورت جیسے اہم موضوعات پر بحث کی ہے۔ اس کتاب کا موضوع بہت وسعت کا حامل ہے اس لیے ایک مختصر کتاب اس کی متحمل نہیں ہو سکتی اس لیے اس کتاب میں اس کے موضوع سے متعلق بہت تشنگی پائی جاتی ہے
- "رسول اللہ ﷺ کی زرعی منصوبہ بندی"[10] پر محمد اسلم ملک نے ایک قابل قدر محققانہ کام کیا ہے۔ انہوں نے قبل از اسلام کے خطہ عرب کے معاشی مسائل کا ذکر کرتے ہوئے رسول اللہ کے عہد میں مہاجرین کی آباد کاری کے انتظامات، بنجر زمینوں کی آباد کاری کے انتظامات اور حکمت عملی کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کے مالی انتظامات کو جامع انداز میں پیش کیا ہے مگر چونکہ مصنف کی عربی زبان سے عدم واقفیت کے باعث عربی زبان میں موجود ماخذات اور مواد تک عدم رسائی کی بنا پر وہ مذکورہ موضوع پر کماحقہ کام نہ کر سکے اس لیے ان کے اس کام میں تشنگی باقی ہے جو اس پر مزید تحقیقی کام کی متقاضی ہے۔ پھر بھی ان کی یہ کاوش انتہائی عمدہ اور قابل ستائش ہے۔
- "اسلام کا معاشی نظام"[11] میں ڈاکٹر نور محمد غفاری نے علم معاشیات کی تعریف، تاریخ، اسلامی معاشی نظام کے مصادر و مراجع، اسلامی معاشی نظام کی اہمیت، ضرورت، مقاصد کے ساتھ معاصر معاشی تصورات، عاملین پیدائش زمین، محنت، سرمایہ اور تنظیم پر اسلامی نقطہ نظر سے جامع بحث کی ہے مگر ان کا یہ کام الگ اور منفرد نوعیت کا نہیں ہے اور نہ ہی اس میں جدید معاشی مسائل کو زیر بحث لایا گیا ہے۔ ان کا یہ کام ماقبل کام کا تتبع ہے۔ حکیم محمود احمد ظفر نے اپنی تصنیف "معیشت و اقتصاد کا اسلامی تصور" میں سرمایہ داری اور اشتراکیت کے معاشی تصورات، ان کی خصوصیات اور مقاصد پر جامع تبصرہ کرنے کے بعد اسلامی معاشی اصول اور اسلامی معیشت کے اجتماعی نظام کو بہت واضح طور پر بیان کیا ہے اگرچہ انہوں نے بھی اپنے سے ماقبل کام کا تتبع پیش کیا ہے مگر ایک جدت اور ندرت کے ساتھ۔ اور جدید معاشی مسائل انشورنس، بینکاری نظام اور معاشی ترقی جیسے مسائل پر معقول تبصرہ بھی کیا ہے۔
- دور حاضر میں معاشیات کی ضرورت و اہمیت میں روز بروز اضافہ ہوتا جا رہا ہے اور اس کے نئے نئے مسائل پر بہتر سے بہتر تحقیقی کام میں بھی اضافہ ہو رہا ہے چنانچہ اسی پس منظر میں دنیا کے مختلف حصوں میں اسلامی معاشیات پر بھی اعلیٰ درجے کی تحقیقات کرنے کی غرض سے قومی و بین الاقوامی تحقیقاتی اداروں کا قیام بھی عمل میں آیا ہے جیسے International Institute Of Islamic Economics Islamabad اور IRTI وغیرہ جیسے ادارے اسلامی معاشیات پر بہت عمدہ تحقیقی کام کر رہے ہیں۔ ان اداروں نے جدید ماہرین کی کتب بھی شائع کیں ہیں۔

---

[9] صدیقی مظہر الدین، اسلام کا معاشی نظریہ، ادرہ ثقافت اسلامیہ لاہور 2015

[10] محمد اسلم، رسول اللہ ﷺ کی زرعی منصوبہ بندی، ظہیر ایسوسی ایٹس کلاسک پبلیکیشنز، راولپنڈی

[11] غفاری نور محمد، اسلام کا معاشی نظام، مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری لاہور 1994

- محمد عبد المنان جو کہ عالم اسلام کے کئی مالیاتی اور اقتصادی اداروں کے سربراہ اور چیئر مین رہے ہیں House of Charitable Trust کے بانی اور چیئر مین ہیں اور اسلامی بینکنگ اور فنانس میں وسیع تجربہ رکھتے ہیں۔

انہوں نے اپنی تصنیف

Islamic Economics Theory And Practice [12]

میں اسلام کی معاشی تعلیمات کو جدید دور کے تناظر میں پیش کیا ہے۔اس میں انہوں نے اسلام کی معاشی تعلیمات اور دنیا میں مروجہ دیگر معاشی نظاموں کا تقابل بھی پیش کیا ہے۔اس کتاب میں پیدائش اور صرف کے اصول،پیدواری عوامل، تقسیم دولت،اسلامی نظریہ قیمت ،بینکنگ، تجارت کے اصول حکومت کی مالیاتی پالیسی اور انشورنس جیسے موضوعات پر مدلل انداز میں بحث کی ہے۔اس کتاب میں مصنف نے معاشی منصوبہ بندی کی اہمیت پر تو بحث کی ہے مگر معاصر معاشی منصوبہ بندی کے تصورات،اقسام،مقاصد اور طریقہ کار پر کوئی بحث نہیں کی گئی۔

- "Islam and Economic Challenge [13]"یہ کتاب ڈاکٹر محمد عمر چھپرا کی مشہور تصنیف ہے۔موصوف سعودی عرب کے ماہر معاشیات ہیں اور Islamic Research and Training Institute کے مشیر ہیں۔انہوں نے اپنی مذکورہ کتاب کے پہلے حصے میں دنیا میں مروجہ معاشی نظاموں کے نقائص کے اور ناکام ہونے کے اسباب اور فلاحی ریاست کے مسائل و مشکلات،بیان کیے ہیں۔جبکہ اس کتاب کے دوسرے حصے میں واضح کیا گیا ہے کہ اسلام کی معاشی تعلیمات کی ضرورت کیوں ہے ؟اور انہوں نے اس حصے میں اس بات پر بھی زور دیا ہے کہ اسلام کی معاشی تعلیمات میں جو چیزیں دیگر نظاموں سے شامل کی گئی ہیں انہیں اسلامی نظام سے نکالنے کی ضرورت ہے تاکہ خالص اسلامی معاشی تعلیمات پر مبنی معاشی نظام کا قیام عمل میں لایا جاسکے۔ مذکورہ کتاب میں مسائل اراضی پر بھی بحث کی گئی ہے۔

- علی احمد السالوس جو کہ جامعہ قطر کے شریعہ کالج میں اصول فقہ کے استاد ہیں انہوں نے اپنی تصنیف "**الاقتصاد الاسلامی و القضایا الفقهیة المعاصرہ**"[14] میں اسلامی اقتصادی نظام کے خصائص کو واضح کیا ہے۔اور مختلف اقتصادی مسائل جو مختلف ادوار میں علماء کے ہاں زیر بحث رہے ہیں ان کا نئے انداز سے جائزہ لیا ہے گویا ارتقائی اور تاریخی اعتبار سے انہوں نے اقتصادی مسائل کا جائزہ لیا ہے، مضاربہ اور مشارکہ کے نظام کے ساتھ انہوں نے بینکوں کا موجودہ نظام اور ان کی ضرورت و اہمیت پر تفصیلی بحث کی ہے زکوٰۃ اور انشورنس سے متعلق عہد حاضر کے مسائل کو بھی بڑی تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔اپنے موضوع پر یہ ایک ضخیم اور جامع کتاب ہے۔

- تقی الدین النبھانی نے "**النظام الاقتصادی فی الاسلام**"[15] میں اسلامی نظریہ اقتصاد کی وضاحت کرتے ہوئے تصور ملکیت مضاربہ،مشارکہ،احکام اراضی،ربا،صرف اور خارجی تجارت پر مدلل بحث کی ہے۔

[12] SH.Muhammad ashraf Publishers Lahore 1991
[13] International Islamic Publishing House,Riyadh,Saudi Arabai 1991

[14] دار الثقافۃ،الدوحۃ1996

[15] دار الامۃ للطباعۃ والنشر والتوزیع،بیروت لبنان2004

- ڈاکٹر عبد اللہ بن عبد المحسن الطریقی نے "الاقتصاد الاسلامی اسس و مبادی و اھداف[16] میں اسلامی تصور اقتصادیات کی وضاحت کے ساتھ جزوی و کلی معاشیات پر بحث کی ہے۔ مصنف نے اسلامی نظام تکافل، تصور ملکیت اور اسلامی اقتصادی نظام کی ضرورت و اہمیت پر مدلل انداز میں وضاحت کی ہے۔ اور مصنف نے دلائل سے ثابت کیا ہے کہ اقتصادیات اور اخلاقیات باہم مربوط اور لازم و ملزوم ہیں۔ اقتصادی معاملات میں حکومت کی مداخلت اور عدم مداخلت کے موضوع کو بھی زیر بحث لایا گیا ہے۔ کتاب کے آخر میں مصنف نے عالم اسلام کو درپیش اقتصادی مسائل پر بحث کی ہے۔ جدید دور کے اقتصادی مسائل اور ان کا اسلامی حل کے حوالے سے یہ ایک بہتر تحقیقی کام اور اچھی کاوش ہے۔
- جامعات میں بھی اسلامی معاشی منصوبہ بندی کے موضوع پر کوئی تحقیقی کام نہیں ہوا البتہ اس سے متعلقہ موضوعات پر تحقیقی کام ہوا ہے جیسے پنجاب یونیورسٹی لاہور کی سکالر فرخندہ شہزادی نے 1989ء میں "اسلام اور معاشی ترقی" کے موضوع پر ایم اے کا مقالہ تحریر کیا اگرچہ معاشی ترقی، معاشی منصوبہ بندی کا مقصد ضرور ہے مگر مذکورہ مقالہ میں اس پر کوئی بحث نہیں کی گئی۔ اس طرح علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد کے سکالر محمود خان نے 1993ء میں "رسول اللہ ﷺ کی زرعی منصوبہ بندی" کے موضوع پر ایم فل کا مقالہ تحریر کیا جیسا کہ اس مقالہ کے عنوان سے ظاہر ہے کہ اس کی تحقیق کو زرعی منصوبہ بندی تک محدود کیا گیا اس میں مکمل معاشی منصوبہ بندی کے نظام پر تحقیق نہیں کی گئی اور نہ ہی دیگر نظامہائے معیشت سے تقابل کیا گیا ہے۔

تحدید تحقیق Limitation of Research

زیر نظر مقالہ کے موضوع کی تحقیق کے لیے معاصر معاشی ماہرین اور مفکرین کی آرا اور ان کی پیش کردہ معاشی منصوبہ بندی کی تعریفات اور معاصر نظامہائے معیشت (اشتراکیت، سرمایادارانہ نظام معیشت اور مخلوط معاشی نظام) کے تناظر میں معاصر معاشی منصوبہ بندی کے تصورات کا تحقیقی جائزہ لیا گیا ہے نیز اشتراکی منصوبہ بندی کے تصورات کا جائزہ روس میں مروجہ معاشی منصوبہ بندی کے تناظر میں لیا گیا ہے، سرمایادارانہ نظام معیشت کی منصوبہ بندی کا جائزہ برطانیہ اور امریکہ میں رائج معاشی منصوبہ بندی کے تحت لیا گیا ہے جبکہ مخلوط نظام معیشت کی منصوبہ بندی کے تصورات کا جائزہ فرانس، پاکستان اور بھارت میں مروجہ منصوبہ بندی کی روشنی میں لیا گیا ہے۔

اسلوب تحقیق Methodology of Research

زیر نظر تحقیقی کام کے لیے قرآن مجید، احادیث نبوی اور عہد خلفائے راشدین کے نظام معیشت نیز دور حاضر کے مروجہ نظامہائے معیشت کی منصوبہ بندی کے تصور کا تحقیقی جائزہ لینے کے لیے بیانیہ اور تقابلی طرز تحقیق اختیار کیا گیا ہے نیز چونکہ زیر نظر مقالہ کا موضوع معاشی فکر و فلسفہ سے تعلق رکھتا ہے اور معاشیات کا شمار عمرانی علوم میں ہوتا ہے اور زیر نظر موضوع کی تحقیق میں قرآن و سنت اور خلفائے راشدین

---

[16] " جامعہ الملک السعود، الریاض 2009

کے آثار سے استشہاد کے ساتھ مختلف مروجہ معاشی نظریات اور تصورات کا تقابل و تجزیہ کی غرض سے عقلی استدلال بھی کیا گیا ہے اس لیے زیر نظر تحقیق میں عقلی اور نقلی دونوں منہج اختیار کیے گئے ہیں۔ [17]

طریق تحقیق

مقالہ ہذا کو چھے ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے، حوالہ جات فٹ نوٹ پر درج کیے گئے ہیں۔ ہر باب کے آخر میں اس کا تحقیقی خلاصہ درج کیا گیا ہے۔ قرآن و سنت اور آثار صحابہ سے استشہاد کرنے کے ساتھ ساتھ ابتدائی ماخذات کے لیے ابویوسف کی کتاب 'الخراج'، ابوعبید قاسم بن سلام کی کتاب 'الاموال اور الماوردی کی کتاب 'الاحکام السلطانیہ' سے استفادہ کیا گیا ہے۔ آخر میں مقالہ ہذا کا مکمل تحقیقی خلاصہ اور سفارشات درج کی گئی ہیں۔

[17] جبکہ قرآنی آیات کے ترجمہ کے لیے مولانا فتح محمد جالندھری کے اردو ترجمہ "فتح الحمید" سے استفادہ کیا گیا ہے جس کی طباعت تاج کمپنی لمیٹڈ پاکستان نے کی ہے نیز موضوع سے متعلقہ مواد کے لیے عربی، اردو اور انگریزی زبان میں لکھی گئی کتب کے ساتھ ساتھ انٹرنیٹ سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔ مصادر و مراجع میں اور اشاریہ میں اعلام کے لیے ابو اور ابن کے بجائے مصنفین کے اصل نام کی ترتیب کا خیال رکھا گیا ہے۔

خاکہ تحقیق Outlines of Research

باب اول	**اسلامی اقتصادی افکار کا جائزہ**
فصل اول	اسلام کا تصور ملکیت
فصل دوم	معاشی عدل کا اسلامی تصور
فصل سوم	اسلامی ریاست کی معاشی ذمہ داریاں
باب دوم	**اسلام میں معاشی منصوبہ بندی کا تصور**
فصل اول	معاشی منصوبہ بندی کی، اہمیت، آغاز وارتقاء
فصل دوم	عہد نبوی ﷺ کا مالیاتی نظام اور معاشی منصوبہ بندی
فصل سوم	خلافتِ راشدہ کا مالیاتی نظام و معاشی منصوبہ بندی
فصل چہارم	اسلامی معاشی منصوبہ بندی کے مقاصد اور طریق کار
باب سوم	**سرمایہ داری نظام میں معاشی منصوبہ بندی**
فصل اول	سرمایہ داری نظام معیشت
فصل دوم	سرمایہ داری نظام میں معاشی منصوبہ بندی کا تصور
فصل سوم	سرمایہ داری نظام میں معاشی منصوبہ بندی کے مقاصد
باب چہارم	**اشتراکی نظام میں معاشی منصوبہ بندی**
فصل اول	نظام اشتراکیت
فصل دوم	اشتراکی نظام میں معاشی منصوبہ بندی کا تصور
فصل سوم	اشتراکی نظام میں معاشی منصوبہ بندی کے مقاصد
باب پنجم	**مخلوط معاشی نظام میں منصوبہ بندی**
فصل اول	مخلوط معاشی نظام
فصل دوم	مخلوط معاشی نظام میں منصوبہ بندی کا تصور اور مقاصد

باب ششم	**پاکستان کی معاشی منصوبہ بندی کا جائزہ**
فصل اول	پاکستان میں معاشی منصوبہ بندی کا آغاز وارتقاء
فصل دوم	پاکستان کی معاشی منصوبہ بندی کے مقاصد
فصل سوم	پاکستان کی معاشی منصوبہ بندی کے مسائل اور ان کا حل

مقالہ کے موضوع سے بھرپور انصاف کرنے اور تسلی بخش تحقیق کی حتی الوسع کوشش کی گئی ہے مگر بتقاضائے بشریت کمی ضرور رہ گئی ہو گی لہذا اس مقالہ میں ساری بہتری صرف اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اس کی توفیق خاص کے باعث ہے اور جو کمی اور کوتاہی رہ گئی ہے وہ مقالہ نگار کی بشری کمزوری کے باعث ہے جس کے لیے مقالہ نگار اللہ تعالیٰ سے بخشش کا طلب گار ہے۔ کسی انسان کی تحقیق حرف آخر نہیں ہوتی، ہر تحقیق میں بہتری کی اور مزید تحقیق کی گنجائش ضرور موجود ہوتی ہے، اس مقالہ میں بھی بہتری کی گنجائش باقی ہے۔

محمد شریف

باب اول

اسلامی اقتصادی افکار کا جائزہ

فصل اول اسلام کا تصور ملکیت

فصل دوم اسلام میں معاشی عدل کا تصور

فصل سوم اسلامی ریاست کی معاشی ذمہ داریاں

فصل اول

اسلام کا تصور ملکیت

اسلام ایک جامع اور مکمل نظام زندگی ہے۔اس کی تعلیمات اور احکامات انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں پر محیط ہیں اس لئے اس کی رشد اور ہدایت نہ صرف دنیوی زندگی تک محدود ہے بلکہ سعادت دارین کی ضامن ہے کیونکہ اسلام کے مطابق انسان کی زندگی کا مقصد صرف دنیوی ترقی و کمال ہی نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھ اخروی فلاح اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اس کا اصل مقصد ہے۔اس لیے اس کے تمام تحتی نظام جیسے سیاسی، معاشرتی، اخلاقی، ثقافتی اور معاشی نظام اپنی روح اور مقاصد کے اعتبار سے کلی نظام سے مکمل طور پر ہم آہنگ اور باہم مربوط ہیں۔آپ ﷺ نے خدا کی طرف سے جو ضابطہ حیات انسانیت کو پہنچایا ہے اس کا ایک اہم اور بنیادی جزو معاشی نظام بھی ہے جو مکمل طور پر خدا کی ہدایات اور رہنمائی پر مبنی ہے۔

چونکہ اسلام کے اقتصادی افکار بہت وسعت کے حامل ہیں اور یہ ایک جداگانہ کام پر ضخیم کتاب کا متقاضی ہے اس لیے مکمل اقتصادی افکار کا ایک باب میں احاطہ کرنا ناممکن ہے۔ چنانچہ اس باب میں صرف ان اسلامی اقتصادی افکار کا جائزہ لیا جائے گا جو اسلامی نظام معیشت میں اساسی کردار ادا کرتے ہیں نیز زیر نظر تحقیقی مقالہ کے بنیادی سوالات کی تحقیق کے لئے مدد معاون ہیں ۔

چنانچہ اس باب کی فصل اول میں اسلامی تصور ملکیت کا جائزہ لیا گیا ہے، فصل دوم میں اسلام کے معاشی عدل کے تصور کو واضح کیا گیا ہے اور فصل سوم میں اسلامی ریاست کی معاشی ذمہ داریوں بیان کی گئی ہیں۔

یہ وہ اصول ہیں جو اسلام کی معاشی تعلیمات کو دیگر مروجہ نظاموں کے برعکس ایک منفرد معاشی نظام میں ڈھالتے ہیں، ذیل میں ان اصولوں کا تحقیقی جائزہ لیا جاتا ہے۔

تصور ملکیت

ملکیت کا تصور کسی بھی معاشی نظام میں بنیادی اہمیت رکھتا ہے۔دراصل یہی تصور ملکیت ہی معاشیات و اقتصادیات کی اساس اور بنیاد بنتا ہے۔دین اسلام کی ہدایت اور رہنمائی کے مطابق کائنات کی ہر چیز کا خالق اور مالک حقیقی اللہ تعالیٰ ہے

"قُلْ لِمَنِ الْأَرْضُ وَمَنْ فِيهَا إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ سَيَقُولُونَ لِلَّهِ"[18]

"کہو کہ اگر تم جانتے ہو تو بتاؤ کہ زمین اور جو کچھ زمین میں ہے سب کس کا مال ہے؟ جھٹ بول اٹھیں گے کہ خدا کا"

قرآن پاک میں دوسری جگہ ارشاد ہے

"لِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ"[19]

---

[18] القرآن: المومنون 23: 84،85

[19] القرآن: البقرہ 2: 284

"جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے سب خدا ہی کا ہے"۔ مگر انسان خدا کے نائب ہونے کی حیثیت سے ان اشیاء پر تصرف کا حق رکھتا ہے۔

"أَنْفِقُوا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُسْتَخْلَفِينَ فِيهِ"[20]

"اور جس مال میں اس نے تم کو اپنا نائب بنایا ہے اس میں سے خرچ کرو"

لہذا انسان خدا کے نائب کی حیثیت سے ان املاک میں تصرف کا مجاز ہے۔ کیونکہ یہ حق ملکیت انسان کے مقصد زندگی کے حصول کا ذریعہ ہے۔
"أَمْوَالَكُمُ الَّتِي جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ قِيَامًا"[21]

"تمھارے اموال جنہیں خدا نے تم لوگوں کے لئے سبب معیشت بنایا ہے"

اور یہ ملکیت محض ایک ملکیت ہی نہیں بلکہ ایک امانت اور نیابت ہے۔

" وَلَقَدْ مَكَّنَّاكُمْ فِي الْأَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ"[22]

"ہم نے زمین میں تمھارا ٹھکانا بنایا اور اس میں تمھارے لئے سامان معیشت پیدا کئے"

چونکہ انسان کو ان اشیاء پر امانتاً اور نیابتاً متصرف و مجاز بنایا گیا ہے لہذا انسان کے لئے لازم ہے کہ وہ نیابت کے فرائض ان حدود اور قواعد کے مطابق ہی انجام دے جو ان اشیاء کے مالک حقیقی نے طے کئے ہیں۔ حدود و مقاصد اور حصول انتفاع کے لحاظ سے ہم ملکیت کے اسلامی تصور کا تحقیقی جائزہ انفرادی اور اجتماعی حیثیت سے ذیل میں الگ الگ لیتے ہیں۔

انفرادی ملکیت

انفرادی ملکیت کے تصور کو پہلے قرآنی آیات کی روشنی میں دیکھتے ہیں کہ قرآن میں انفرادی ملکیت سے متعلق کیا وضاحت کی گئی ہے۔ عورتوں اور مردوں کے اعمال اور ان کے اجر سے متعلق خالق کائنات کا ارشاد ہے

"لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِمَّا اكْتَسَبُوا وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِمَّا اكْتَسَبْنَ"[23]

"مردوں کو ان کاموں کا ثواب ہے جو انہوں نے کیے اور عورتوں کو ان کاموں کو ثواب ہے جو انہوں نے کیے "

ہر شخص اپنی سعی اور عمل کا ثمر پائے گا لہذا عمل کرنا ہر فرد کا اختیار ہے اور اس کا ثمر اس کی ملکیت ہے۔ اسی ملکیت کے تحفظ کے لیے حکم دیا گیا ہے کہ کسی کمزور، لاوارث اور بے بس کی ملکیت بھی اپنے قبضے میں نہ رکھو جیسا کہ حکم ہے

"وَآتُوا الْيَتَامَى أَمْوَالَهُمْ "[24]

---

[20] القرآن: الحدید 7:57

[21] القرآن: النساء 4: 5

[22] القرآن: الاعراف 10:7

[23] القرآن: النساء 32:4

[24] القرآن: النساء 2:4

”اور یتیموں کا جو مال (جو تمھاری تحویل میں ہو) ان کے حوالے کر دو“

یعنی اگر کوئی شخص کسی یتیم کا سرپرست بن گیا ہے تو اسے اس کا مال اس کی رشد و بلوغت کو پہنچنے پر اس کے حوالے کر دے کیونکہ دراصل یہ مال اس یتیم کی ملکیت ہے اور کسی کو اس کی ملکیت سے محروم کرنا اسلام میں قطعی طور پر حرام اور ناجائز ہے۔

چنانچہ اسلام کی تعلیمات کے مطابق کسی کی کوئی چیز بغیر اجازت لینا تو درکنار کسی کے گھر میں بلا اجازت داخل ہونا بھی ممنوع ہے جیسا کہ ارشاد ہے "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّى تَسْتَأْنِسُوا وَتُسَلِّمُوا عَلَى أَهْلِهَا"[25]

”مومنو! اپنے گھروں کے سوا دوسرے لوگوں کے گھروں میں گھر والوں سے اجازت لیے بغیر اور ان کو سلام کئے بغیر داخل نہ ہوا کرو“

کیونکہ ایسا کرنے سے ان کا حق ملکیت مجروح ہو گا۔

" وَأَوْرَثَكُمْ أَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ وَأَرْضًا لَمْ تَطَئُوهَا[26]

”اور ان کی زمین اور ان کے گھروں اور ان کے مال کا اور اس زمین کا جس میں تم نے پاؤں بھی نہیں رکھا تم کو وارث بنا دیا"

گویا ان کے حق ملکیت کو ایک سزا کے طور پر ختم کر کے تمھیں مالک بنا دیا۔

"وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ" [27]

”اور ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ“

کیونکہ کسی کا مال باطل طریق سے کھانا اس کے حق ملکیت میں اس کی مرضی کے بغیر تصرف کرنا ہے جو کہ ظلم اور گناہ ہے

"وَفِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ" [28]

"اور ان کے مال میں مانگنے والے اور نہ مانگنے والے (دونوں) کا حق ہوتا ہے"۔

کیونکہ جس بھی شخص کو اللہ تعالیٰ نے جس مال سے نوازا ہے اور جو ملکیت بخشی ہے یہ اس کے پاس اللہ کی طرف سے ایک امانت ہے اس لیے یہ مال و ملکیت جو اس کی ضرورت سے زائد ہے وہ دوسرے مستحقین کا حصہ ہے جو امانتاً اسے دیا گیا ہے لہٰذا اس پر لازم ہے کہ یہ مستحق لوگوں کی ملکیت میں دے دیں۔

مندرجہ بالا آیات واضح طور پر انفرادی ملکیت کی دلالت کرتی ہیں اور افراد کے لئے املاک رکھنے اور ان پر تصرف کرنے کے حق کی صراحت اور وضاحت کرتی ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعدد ارشادات بھی انفرادی حق ملکیت کا واضح ثبوت ہیں۔ آپ ﷺ نے انفرادی ملکیت کے تحفظ اور حرمت کے بارے میں فرمایا " كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ، دَمُهُ، وَمَالُهُ، وَعِرْضُهُ" [29] ہر مسلمان کا خون ،مال اور اس کی

---

[25] القرآن:النور27:24

[26] القرآن الاحزاب27:33

[27] القرآن:البقرہ188:2

[28] القرآن:الذاریات19:51

[29] مسلم بن الحجاج، المسند الصحیح المختصر، کتاب البر والصلۃ، باب تحریم ظلم المسلم (دار احیاء التراث العربی بیروت) 1986:4 حدیث نمبر32

عزت دوسرے مسلمان پر حرام ہے"اس طرح ہر مالک کو اپنے مال کی حفاظت کا بھی حق حاصل ہے اور اگر وہ اپنے مال کے تحفظ میں اپنی جان دے دیتا ہے تو وہ شہادت کے درجے پر فائز ہوتا ہے۔

"مَنْ قُتِلَ دُونَ مَالِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ "[30]

"جس نے اپنے مال کی خاطر جان دی وہ شہید ہے"۔

لہذا کسی دوسرے شخص کی مملوکہ زمین پر قبضہ کرنا بھی جرم ہے۔

"مَنْ أَخَذَ مِنْ الْأَرْضِ شَيْئًا بِغَيْرِ حَقِّهِ خُسِفَ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَى سَبْعِ أَرَضِينَ "[31]

" جس نے ناجائز طریقے سے کسی کی تھوڑی سی زمین پر قبضہ کر لیا اسے روز آخرت ساتوں زمینوں تک دھنسا دیا جائے گا"۔

ارشاد نبوی ﷺ ہے

" مَنْ ظَلَمَ مِنْ الْأَرْضِ شَيْئًا طُوِّقَهُ مِنْ سَبْعِ أَرَضِينَ[32]

"جس نے تھوڑی سی زمین پر ناجائز طریقے سے قبضہ کر لیا اسے ساتوں زمینوں تک کا طوق پہنایا جائے گا"۔

اس طرح آپ ﷺ نے بنجر اور افتادہ زمینوں کی آباد کاری کی بابت فرمایا

"مَنْ أَحْيَا أَرْضًا مَيِّتَةً فَهِيَ لَهُ [33]"

"جس شخص نے افتادہ زمین کو آباد کیا وہ اسی کی ہے"

درج بالا اسلامی تعلیمات سے معلوم ہوا کہ اسلام نے دین فطرت ہونے کے اعتبار سے انسان کے اس جذبہ کا احترام کرتے ہوئے اس کی نجی ملکیت کے حق کو تسلیم کیا ہے۔اسی طرح حد سرقہ، زکوۃ اور میراث سے متعلق احکامات، انفاق فی سبیل اللہ، خرید و فروخت مال کے تلف کرنے پر تاوان، قرض جیسے مسائل سے متعلق قرآنی آیات اور احادیث مبارکہ انفرادی ملکیت پر دلالت کرتی ہیں۔ کیونکہ اگر فرد کو نجی ملکیت کے حق سے محروم کر دیا جائے تو اسلام کی معاشی تعلیمات کا ایک بڑا حصہ بے کار اور بے معنی ہو کر رہ جائے گا بلکہ دراصل نجی حق ملکیت کی نفی اس نظریہ کی نفی ہے جو اسلام نے زندگی کے بارے میں عطا کیا ہے۔ لہذا ایک فرد کو اپنی ملکیت کے استعمال، تصرف اور اس سے مزید نفع حاصل کرنے کے لئے کاروبار میں لگانے، ملکیت کے انتقال کرنے اور اس کے تحفظ کا اسلامی شریعت مکمل تحفظ فراہم کرتی ہے۔ مگر فرد کو انفرادی ملکیت کے ان سب حقوق کے باوجود کچھ حدود و قیود کا پابند بنایا ہے جو اسلامی شریعت نے متعین کئے ہیں کیونکہ انسان خدا کا بندہ اور نائب ہے اور اس کو نجی ملکیت کے حق سے اس کے رب کی طرف سے نوازا گیا ہے۔ لہذا بندگی کا تقاضا ہے کہ ملکیتی اشیا کا استعمال ان حدود کے اندر کیا جائے جو اصل مالک نے مقرر کیے ہیں اس لیے یہ حق ملکیت مطلق نہیں ہے۔

---

[30] البخاری، محمد بن اسماعیل ، الجامع الصحیح ،باب من قتل دون مالہ (دار طوق النجاۃ، 1422) 136:3 حدیث نمبر 2480

[31] ایضا، کتاب المظالم والغضب، باب اثم من ظلم شیئا من الارض 130:3 حدیث نمبر 2454

[32] ایضاً، حدیث نمبر 2452

[33] ایضا، کتاب المزارعہ، باب من احیا ارضاً 106:3

"وَابْتَغِ فِيمَا آتَاكَ اللَّهُ الدَّارَ الْآخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَأَحْسِنْ كَمَا أَحْسَنَ اللَّهُ إِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْأَرْضِ"[34]

"اور جو مال تم کو خدا نے عطا فرمایا ہے۔ اس سے آخرت کی بھلائی طلب کیجئے اور دنیا سے اپنا حصہ نہ بھلایئے اور جیسی خدا نے تم سے بھلائی کی ہے ویسی تم بھی لوگوں سے بھلائی کرو اور ملک میں طالب فساد نہ ہو"۔

درج بالا آیت سے واضح ہوتا ہے کہ:۔

ا۔ فرد کو نجی ملکیت کا حق خدا کی طرف سے عطا کردہ ہے۔

۲۔ اور یہ ملکیتی حق اسے خدا کی طرف سے امانتاً حاصل ہے۔

۳۔ چنانچہ اسے چاہیے کہ وہ اپنے ملکیتی وسائل کو خدا کے احکامات اور اس کی رضا کے مطابق خرچ کرے تاکہ دنیاوی اور اخروی کامیابی سے ہمکنار ہو سکے۔

نجی اور انفرادی ملکیت کی حدود:

چنانچہ اسلام نے جہاں فرد کو حق ملکیت سے نوازا ہے وہاں اس پر حق ملکیت کے استعمال اور تصرف میں کچھ حدود قیود بھی مقرر کی ہیں ذیل میں ان حدود و قیود کا تحقیقی جائزہ لیا جاتا ہے۔

حق استعمال اور تصرف کی حدود:

نجی اور انفرادی ملکیت میں شریعت نے پہلی قید تو یہ لگائی ہے کہ انسان اپنی ملکیت کو غیر شرعی مصارف پر صرف نہیں کر سکتا چنانچہ ہر وہ مصرف جو معاشرے کے لئے خرابی کا باعث ہو اور معاشرتی اخلاق کے لیے تباہ کن ہو شریعت نے وہاں خرچ کرنے پر پابندی عائد کر دی ہے اس لئے زناکاری، شراب نوشی، سٹہ بازی، جوئے بازی پر اپنی ملکیت کا استعمال ممنوع ہے کیونکہ ایسا کرنا تبذیر ہے جو کہ غیر شرعی ہے۔

"وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيرًا ٥إِنَّ الْمُبَذِّرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيَاطِينِ " [35]

"کہ فضول خرچی کرنے والے تو شیطان کے بھائی ہیں"

باطل افکار و خیالات اور فحش پر مبنی چیزوں کی اشاعت و فروغ کے لیے کیے جانے والے اخراجات بھی تبذیر میں شامل ہیں کیونکہ وسائل کو ضائع کرنا دراصل فساد فی الارض میں داخل ہے۔

"وَإِذَا تَوَلَّى سَعَى فِي الْأَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ" [36]

"اور جب پیٹھ پھیر کر چلا جاتا ہے تو زمین میں دوڑتا پھرتا ہے تاکہ اس میں فتنہ انگیزی کرے اور کھیتی کو برباد اور انسانوں حیوانوں کی نسل کو نابود کر دے اور خدا فتنہ انگیزی کو پسند نہیں کرتا"

---

[34] القرآن: القصص77:28

[35] القرآن: بنی اسرائیل27:17

[36] القران: البقرہ205:2

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے

"إِنَّ اللَّهَ كَرِهَ لَكُمْ ثَلَاثًا قِيلَ وَقَالَ وَإِضَاعَةَ الْمَالِ وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ"[37]

"اللہ تعالیٰ نے تمھارے لئے تین چیزوں کو ناپسند فرمایا ہے قیل و قال کرنا، مال ضائع کرنا اور کثرت سے سوال کرنا"

مال ضائع کرنے کی ایک اور شکل اسراف ہے۔"اس کا اطلاق ہر ایسے طرز عمل پر ہوتا ہے جو صحیح انسانی، اور اسلامی طرز عمل سے ہٹا ہوا ہو۔ لیکن صرفِ مال اور استعمالِ ملکیت کے سلسلہ میں اس کے معنی کچھ محدود ہیں۔ جس غرض کی تکمیل مال واملاک کی ایک مخصوص مقدار صرف کر کے کی جاسکتی ہے اس پر دانستہ اور بلا مزید فائدہ کے زائد مقداریں صرف کرنا اسراف ہے"[38]۔ چنانچہ ضروریات پر حد سے زائد خرچ کرنا شریعت اسلامی میں ممنوع ہے۔

" كُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ"[39]

"کھاؤ اور پیو اور بے جانہ اڑاؤ۔ خدا بے جا اڑانے والوں کو پسند نہیں کرتا"۔

اسی طرح تنعم و تفاخر اور عیش کوشی بھی اسلام میں ممنوع ہے۔ کیونکہ مال و دولت کا مقصد قیام زندگی ہے اس لئے انسان کو قیام حیات کے بعد عیش کوشی تنعم و تفاخر میں پڑنے کی بجائے بلند تر مقاصد زندگی کے حصول کے کوشاں رہنا چاہیے۔ اسلام انسانیت سے ترک لذات کا مطالبہ نہیں کرتا بلکہ فرد سے اعتدال اور توازن کا خواہاں ہے تاکہ انسان ان دنیاوی باتوں میں منہمک ہو کر یاد الٰہی اور آخرت سے غافل نہ ہو جائے اور تکبر اور تفاخر کی راہ پر چل کر انفرادی اور اجتماعی ذمہ داریوں سے لاپرواہ نہ ہو جائے۔

"اعْلَمُوا أَنَّمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَلَهْوٌ وَزِينَةٌ وَتَفَاخُرٌ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ" [40]

"جان رکھو کہ دنیا کی زندگی محض کھیل اور تماشا اور زینت و آرائش اور تمھارے آپس میں فخر وستائش اور مال اور اولاد کی ایک دوسرے سے زیادہ طلب وخواہش ہے"

اس لئے رسول اللہ نے فرمایا

" إِيَّاكَ وَالتَّنَعُّمَ فَإِنَّ عِبَادَ اللَّهِ لَيْسُوا بِالْمُتَنَعِّمِينَ"[41]

"خبر دار تعیشات پر مبنی زندگی سے اجتناب کرنا کیونکہ اللہ کے اچھے بندے تعیشات کے دلدادہ نہیں ہوتے"

[37] البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الزکواۃ، باب قول اللہ تعالیٰ لایسألون ج2، ص124

[38] صدیقی نجات اللہ، اسلام کا نظریہ ملکیت،، اسلامک پبلی کیشنز لاہور 2006، ج1، ص217

[39] القرآن: الاعراف 31:7

[40] القرآن: الحدید۔ 20:57

[41] ابوعبداللہ، احمد بن محمد بن حنبل، مسند الامام احمد بن حنبل حدیث معاذ بن جبل (مؤسس الرسالہ 2001) 420:36 حدیث نمبر 22105

لہذا اسلامی معاشی تصور میں عیش کوشی اور تنعم یکسر ممنوع ہے۔ قطع نظر فرد کے معاشی حالات اور معاشرے کے تمام حالات کے اس کا اختیار کرنا ہر حالت میں ممنوع ہے۔ نیز فرد کا اپنے ملکیتی وسائل کا ایسا استعمال بھی ممنوع جو معاشرے کے دیگر افراد کے لئے بحیثیت مجموعی نقصان دہ ہو۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے

" لَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ"[42]

"اسلام میں مضرت رسانی جائز نہیں نہ ابتدا اور نہ جواباً"[43]

لہذا کسی بھی قسم کی ملکیت کا ایسا استعمال بھی ممنوع ہے جس سے دوسروں کو نقصان پہنچے چاہے وہ مضرت رسانی، منقولہ جائیداد یا غیر منقولہ ملکیت کے استعمال سے ہو یا نقد سرمایہ اور عام استعمال کے تصرف سے۔

سرمایہ کاری کی حدود

اسلام نے دولت کمانے کے وہ تمام ذرائع ممنوع اور حرام قرار دیے ہیں جو معاشرے کے دیگر افراد کے لیے ضرر کا باعث

"يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ"[44]

"مومنو! آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ"

لہذا سرمایہ کاری اور نفع آور کاروبار کام میں ملکیت کے استعمال کی بھی چند حدود ہیں۔ ان میں دھوکہ، فریب، ناقص اشیا کو اچھا بنا کر پیش کرنا، ملاوٹ کرنا، ناپ تول میں کمی بیشی کرنا اسی طرح اضطراری حالت میں زائد قیمت وصول کرنا ایسے ہی منافی اخلاق دیگر کاروبار اور سرمایہ کاری حرام ہیں اس لئے رسول اللہ نے فرمایا

"مَنْ غَشَّ فَلَيْسَ مِنَّا" [45]

"جس نے دھوکہ دیا وہ ہم میں سے نہیں"[46]

اس طرح ذخیرہ اندوزی کر کے رسد میں مصنوعی قلت کرنا تا کہ زیادہ قیمت وصول کی جاسکے ایسا کرنا بھی اسلام میں ممنوع ہے کیونکہ

"من احتكر فهو خاطئ"[47]

"ذخیرہ اندوز کرنے والا خطاکار ہے"

---

[42] ابن ماجہ، ابو عبد اللہ، محمد بن یزید، السنن، کتاب الاحکام، باب من بنی فی حقہ (دار احیاء الکتب العربیہ، فیصل عیسیٰ البابی الحلبی)2:784 حدیث نمبر 2340

[43] محقق البانی نے اس حدیث کو صحیح لغیرہ قرار دیا ہے۔

[44] القرآن: النسا4:29

[45] الترمذی، محمد بن عیسیٰ، الجامع، ابواب البیوع، باب ماجاء فی کراھۃ الغش (مطبعہ البابی الحلبی مصر 75 19)3:598 حدیث نمبر 1315

[46] امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح کہا ہے۔

[47] المسلم، الصحیح، کتاب المساقاۃ، باب تحریم الاحتکار 3:1227 حدیث نمبر 129

لہذا نجی مال و املاک کا نفع آور سرگرمیوں میں استعمال کے حق کو اس لیے محدود کر دیا گیا تا کہ افراد اور معاشرے کے مفادات کا تحفظ یقینی بنایا جاسکے کیونکہ شریعت ایسے مسائل میں مصلحت عامہ کو مد نظر رکھ کر فیصلے کرتی ہے نیز مصلحت کا بھی یہی تقاضا ہے کہ فرد واحد کے مفاد پر اجتماعی مفاد کو ترجیح حاصل ہو۔

اجتماعی ملکیت

فرد کی انفرادی زندگی کا انحصار معاشرے، سماج اور اجتماعیت پر ہے۔ کیونکہ کسی بھی فرد کے لئے اجتماعی زندگی سے لا تعلق ہو کر زندگی بسر کرنا ناممکن ہے۔ اس لئے فرد کی انفرادیت کی مکمل نشو و نما ایک اجتماعی نظام کے بغیر ناممکن ہے چنانچہ اسلام میں اجتماعی زندگی کی ضرورت و اہمیت پر بہت زور دیا گیا۔ اس لئے قرآن میں احکام دیتے ہوئے اکثر مقامات پر انسانیت کو مجموعی طور پر یا یھا الناس کہہ کر مخاطب کیا گیا ہے۔

اسی طرح اگر جہاں صرف مسلمانوں سے خطاب کیا گیا ہے تو وہاں بھی طرز مخاطبت یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اختیار کیا ہے اسی طرح کے دیگر احکامات جیسے " لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ" اس لئے کہ اسلام ایک صالح معاشرہ اور اجتماعی نظام تشکیل دینا چاہتا ہے۔ گویا اجتماعی نظام سے الگ ہو کر رہنے کی اسلام میں گنجائش ہی نہیں۔ اسلام کے اجتماعی نظام کا ایک حصہ اس کا معاشی نظام بھی ہے۔ چونکہ انسانی زندگی کی قیام وبقا اور اس کی نشو و نما اس شعبہ زندگی پر منحصر ہے اس لیے کسی بھی اجتماعی نظام کا ایک بڑی حد تک دارومدار اس کے معاشی نظام کے بہتر اور صالح ہونے پر ہے۔ ذیل میں اسلام کی معاشی اور اقتصادی افکار و تعلیمات میں اجتماعی ملکیت کے تصور کا جائزہ لیا جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں پہلے یہ دیکھتے ہیں کہ اجتماعی ملکیت کی تعریف کیا ہے۔

"اجتماعی ملکیت سے وہ ملکیت مراد ہے جس پر مجموعہ افراد کو بحیثیت جماعت مالکانہ حقوق حاصل ہوں۔ عام طور پر جماعت یہ حقوق اپنے کسی نمائندہ ادارہ کے ذریعہ استعمال کرتی ہے اور عرف عام میں یہی ادارہ اس چیز کا مالک قرار پاتا ہے"[48] اور یہ ادارہ اسلامی ریاست اور حکومت ہے جو اس ملکیت کو مفاد عامہ اور رفاہ عامہ کے لئے استعمال کرتی ہے۔ اجتماعی ملکیت سے مراد وہ ملکیت ہے جس پر ریاست کا مالکانہ تصرف ہو اور ہر فرد کو اس چیز سے آزادانہ استفادہ کا حق ہو۔ اس قسم کی ملکیت ان اشیا پر ہوتی ہے جو مفاد عامہ کے لئے ضروری ہوتی ہے۔ اگر ان پر افراد کی ملکیت ہو جائے تو عوام تنگی اور تکلیف محسوس کریں۔ لہذا ریاست کے وہ وسائل جو عوام کی مشترکہ ضرورت ہوں تو حکومت انہیں اپنی ملکیت میں لے کر اجتماعی مفاد کے لئے صرف کرتی ہے کیونکہ حکومت کو عوام کے لئے سرپرست اور ولی کی حیثیت حاصل ہے۔ جیسا کہ حضرت عمر نے ایک مرتبہ فرمایا"

وَإِنَّمَا أَنَا وَمَالُكُمْ كَوَلِيِّ الْيَتِيمِ[49]

"کہ میری حیثیت تمھارے مال کے سلسلہ میں وہی ہے جو کسی یتیم کے سرپرست کی ہے"

لہذا کوئی بھی نظام معیشت ہو وہ ریاست اور حکومت کے کسی نہ کسی شکل میں بالواسطہ یا براہ راست حکومت کے کنٹرول اور رہنمائی کے تحت قائم اور منظم ہوتا ہے اور کسی بھی نظام حکومت کی بنیاد اس معاشرے کے فلسفہ حیات پر قائم ہوتی ہے اس طرح نظام حیات نظام حکومت اور نظام معیشت باہم مربوط ہوتے ہیں اسلامی تصور معیشت اور اقتصادی افکار کے تحت اجتماعی ملکیت کو اس طرح شمار کیا جاسکتا ہے۔

---

[48] صدیقی، نجات اللہ، اسلام کا نظریہ ملکیت، اسلامک پبلیکیشنز، لاہور، 2006ج 1، ص292

[49] ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم، الخراج، المکتبۃ الازھریہ لتراث، ج 1، ص130

ا۔ مشترکہ قومی املاک سے استفادہ

ب۔ وہ غیر مملوکہ زمین، جنگلات، معدنیات وغیرہ جن کو ریاست مشترکہ ملکیت سے نکال کر اپنے لیے مخصوص کرے۔ نیز سرکاری عمارتیں، سڑکیں، پُل، سرکاری نہریں وغیرہ۔

ج۔ زمین کے اندر پائے جانے والے معدنی ذخائر

د۔ عشر، زکوۃ اور خمس کے شرعی محاصل سے ہونے والی آمدنی

ھ۔ جزیہ، خراج اور غیر مسلم شہریوں سے حاصل ہونے والے دوسرے محاصل

د۔ معاہدہ بیع یا نشوونمائے ملکیت سے حاصل ہونے والی نئی املاک

ر۔ ریاستی کاروبار کے منافع

ح۔ افراد، اداروں یا دوسرے ممالک سے حاصل ہونے والے عطایا اور اوقاف

ط۔ جنگ سے حاصل ہونے والے غنائم۔

ی۔ فے

ک۔ لقطہ

ل۔ لاوارث افراد یا اداروں کے ترکے[50]

جس طرح نجی اور افرادی ملکیت کے استعمال اور تصرف کے لئے حدود اور پابندیاں مقرر کی گئیں ہیں اس طرح اجتماعی ملکیت کے استعمال اور تصرف کے لئے بھی اسلام کی معاشی و اقتصادی نظام میں کچھ حدود اور پابندیاں قائم کی گئیں ہیں۔ ان میں کچھ پابندیاں تو وہی ہیں جو انفرادی ملکیت کے لئے ہیں جیسے اضاعتِ مال، اسراف و تبذیر کو ممنوع قرار دینا اسی طرح ایسی سرمایہ کاری یا کاروبار جو دوسرے افراد کے لئے کسی بھی لحاظ سے مال یا جان کے نقصان کا باعث ہے اسے ممنوع قرار دینا۔ ذیل میں اجتماعی ملکیت کی مخصوص حدود و قیود کا جائزہ لیا جاتا ہے:

ریاست یا حکومت کو ملکی وسائل پر جو مالکانہ حقوق حاصل ہیں وہ ایک امین کے حیثیت سے حاصل ہیں کیونکہ ریاست ایک اجتماعی ادارہ ہے اور ریاست کے مالکانہ حقوق سے مراد اس ادارے کے حقوق ہیں نیز یہ کہ ادارہ کے ان مالکانہ حقوق میں ریاست کے سارے لوگ برابری کی سطح پر حصہ دار اور مالک ہیں جیسا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا

"النَّاسُ شُرَكَاءُ فِي الْمَاءِ وَالْكَلَأِ وَالنَّارِ[51]

"کہ انسان پانی، گھاس اور آگ میں یکساں طور پر حصہ دار ہیں"۔

---

[50] صدیقی نجات، اسلام کا نظریہ ملکیت ج2 ص8

[51] ابو عبید القاسم بن سلام، کتاب الاموال، دار الفکر بیروت، ج1 ص372

پس ایسی تمام چیزیں جو عام ضرورت کی ہوں اور کوئی بھی انسان ان سے بے نیاز نہ ہو سکے ریاست اور حکومت ان کو ایک امین اور خازن کے حیثیت سے ملکیت میں لے کر بقدر ضرورت افراد میں تقسیم کرے کیونکہ مخصوص یا چند افراد کی ملکیت میں ان اشیا کو مالک بنانے سے عام انسانوں کے لئے تنگی کا باعث ہو گا۔ سونا، چاندی اور لوہے کے ذخائر اسی طرح تیل و گیس کے ذخائر کا عمومی مفاد کے پیش نظر ریاست کی ملکیت میں ہوتے ہیں۔لہذا ریاست یا حکومت ایک امین اور خازن و قاسم کی حیثیت سے مستحقین تک پہنچائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

"إِنْ أَنَا إِلَّا خَازِنٌ أَضَعُ حَيْثُ أُمِرْتُ"[52]

''میں تو صرف ایک خازن ہوں جہاں مجھے حکم دیا جاتا ہے وہاں خرچ کرتا ہوں''[53]

کیونکہ آپ ﷺ بحیثیت ریاست کے حکمران، اللہ کے مال اور ملکی و ریاستی وسائل کے امین اور خازن تھے۔ امانت وار خازن، مال اور وسائل کا نگران و محافظ بھی ہوتا ہے اور قاسم بھی کیونکہ جو کچھ اس کے زیر نگرانی ملکیت ہوتی ہے وہ دراصل عوام اور لوگوں کا مال ہوتا ہے اور حاکم اسے ان لوگوں میں تقسیم کرتا ہے جو اس کا فرض منصبی ہے۔ اس لئے حضرت عمرؓ کہا کرتے تھے

"إِنِّي قَاسِمٌ مَسْئُولٌ "[54]''کہ میں وہ تقسیم کرنے والا ہوں کہ جس سے باز پرس ہو گی''

گویا اسلامی ریاست جملہ مالی تصرفات میں خدا کے سامنے بھی جواب دہ ہے اور عوام کے سامنے بھی جواب دہ اور ریاست کے مالکانہ حقوق بھی رائے عامہ سے مقرر ہوں گے اور اس سلسلے میں حکومت پابند ہے کہ اہل الرائے کی مشاورت سے مالی امور بھی نمٹائے کیونکہ حکم خداوندی ہے

" وَأَمْرُهُمْ شُورَى بَيْنَهُمْ[55]

''اور اپنے کام آپس کے مشورے سے کرتے ہیں''

مشاورت کے اس عمل کی اہمیت حکومت و خلافت کے امور میں ناگزیر بن جاتی ہے اس لئے حضرت عمر نے فرمایا

"لَاخِلَافَةَ إِلَّا عَنْ مَشُورَةٍ[56]

''کہ بغیر مشورے کے کوئی خلافت نہیں ہے۔''

اس لئے ریاست کے ملکیتی حقوق اور حدود میں یہ بھی لازمی امر ہے کہ تمام تصرفات شریعت پر مبنی ہونے چاہیں۔ جن میں قانون الٰہی کا نفاذ امر بالمعروف و نہی عن المنکر، دعوت و تبلیغ اسلام، جہاد فی سبیل اللہ، کفالت عامہ، رفاہ عامہ، تعلیم و تربیت اور دفاع کے لئے ہونا چاہیے۔ حکمران طبقہ کا اپنے ذاتی مفاد، عیش و آرام اور شان و شوکت کے لئے خرچ کرنا حرام اور ناجائز ہے اس لئے کہ یہ خیانت اور بدعہدی مبنی ہے۔ لہذا ایسے اخراجات جن کا مفاد عامہ اور عوامی خدمت و احتیاج سے کوئی واسطہ نہیں تو حاکم وہاں اجتماعی ملکیت کو خرچ کرنے سے احتراز کرے کیونکہ وہاں اس کی ملکیت کا حق ساقط ہو جاتا ہے حضرت عمر نے فرمایا

---

[52]ابو داؤد، سلیمان بن اشعث، السنن، کتاب الخراج والامارہ والفئی، باب فیما یلزم الامام من امر (المکتبۃ العصریۃ صیدا، بیروت) 135:3 حدیث نمبر 2949

[53]محقق البانی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے

[54]ابو عبید، قاسم بن سلام، کتاب الاموال، دار الفکر بیروت، ج 1، ص 33

[55]القرآن: الشوریٰ 38:42

[56] ابو بکر بن ابی شیبہ، عبد اللہ بن محمد بن ابراہیم، الکتاب المصنف فی الاحادیث والآثار، (مکتبۃ الرشید، الریاض 1409) 431:7 حدیث نمبر 37042

" وَإِنَّمَا أَنَا وَمَالُكُمْ كَوَلِيِّ الْيَتِيمِ إِنِ اسْتَغْنَيْتُ اسْتَعْفَفْتُ، وَإِنِ افْتَقَرْتُ أَكَلْتُ بِالْمَعْرُوفِ"[57]

"کہ تمھارے مال کے سلسلہ میں میری حیثیت کسی یتیم کے سرپرست کی ہے اگر میں اس کا ضرورت مند نہ رہاتو اس سے دست کش رہوں گا اور اگر ضرورت مند ہو گیا تو اس میں سے معروف کے مطابق کھاؤں گا"

لہذا حاکم اور ریاست کے لئے لازم ہے کہ وہ اجتماعی ملکیت کو صِرف مبنی بر حق اور شرعا معتبر مقاصد اور مصالح پر صرف کرے

نیز یہ کہ اموال زکواۃ کو خدا کے مقرر کردہ مصارف پر صرف کرے کیونکہ اسلامی ریاست کو ان مصارف میں کسی قسم کی ترمیم کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں ہے۔ ایک مرتبہ کسی شخص سے رسول خدا نے فرمایا

"إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى لَمْ يَرْضَ بِحُكْمِ نَبِيٍّ وَلَا غَيْرِهِ فِي الصَّدَقَاتِ، حَتَّى حَكَمَ فِيهَا هُوَ، فَجَزَّأَهَا ثَمَانِيَةَ أَجْزَاءٍ، فَإِنْ كُنْتَ مِنْ تِلْكَ الْأَجْزَاءِ أَعْطَيْتُكَ حَقَّكَ"[58]

"خدا نے اموال زکوٰۃ کی تقسیم میں کسی شخص حتیٰ کہ کسی نبی کے دخل کو بھی پسند نہیں کیا، اس نے خود اسے آٹھ حصوں میں تقسیم کر دیا ہے، اب اگر تم ان آٹھ مصارف میں سے ہو تو میں تمہیں تمہارا حق عطا کروں"

لہذا اموال زکواۃ کو مقررہ مصارف پر ہی صرف کرنا چاہیے۔

اسی طرح اجتماعی ملکیت کے حوالے سے ریاست پر لازم ہے کہ انتقال ملکیت میں اجتماعی مصالح کو مد نظر رکھے۔ امتیازی سلوک، طبقاتی تفریق اور کسی قسم کی ایذارسانی سے احتراز کرے اور تمام مالی ملکیتی امور کو مشاورت سے انجام دے تاکہ نہ تو کسی کی حق تلفی ہو اور نہ ہی اجتماعی ملکیت میں کوئی نقصان ہو نہ اس کا ضیاع ہو سکے چنانچہ جب مفتوحہ علاقوں سے کثرت سے مال و دولت حاصل ہوا تو نے صحابہ کے مشورہ سے عطایا و وظائف کے سلسلہ میں مردم شماری کے رجسٹر مرتب کرائے گئے۔" كتب الناس على قبائلهم وفرض لهم العطاء"[59] لوگوں کے نام ان رجسٹروں میں درج کیے گئے اور کے عطایا مقرر کئے گئے۔ اسی طرح علاقہ سواد کی مفتوحہ زمینوں کے بارے میں اہل حل و عقد سے مشورہ کیا اور آخر طویل بحث کے بعد حضرت عمر کی رائے کو بہتر تسلیم کیا گیا اور سب نے کہا

" فقالوا جميعاً : الرأي رأيك ، فنعم ما قلت"[60]

"کہ آپ کی رائے بہتر رائے ہے اور جو آپ نے فرمایا وہی بہتر ہے"

چنانچہ درج بالا حقائق کی روشنی میں ثابت ہوتا ہے کہ حکومت پر لازم ہے کہ وہ اجتماعی ملکیت میں تصرف کے سلسلہ میں نہ صرف شورائی فیصلوں کی پابند ہے بلکہ جملہ مالی تصرفات میں عوام کے سامنے جواب دہ بھی ہے۔ کیونکہ ریاست ایک اجتماعی ادارہ ہے اور اس کے مالکانہ حقوق دراصل اس ادارہ کے حقوق ہیں۔ حکومت اور ریاست دراصل اس اجتماعی ملکیت کی امین ہے، اس لیے اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس امانت سے مستحقین کو مستفید کرے۔ کیونکہ

---

[57] ابو یوسف، الخراج، ج1 ص42

[58] ابو داؤد، السنن، کتاب الزکواۃ، باب من یعطی عن الصدقۃ (المکتبۃ العصریہ، بیروت) 117:2 حدیث نمبر 1630

[59] الطبری، محمد بن جریر بن یزید، تاریخ الرسل والملوک، دارالتراث، بیروت 1387ھ ج4، ص209

[60] ابو یوسف، الخراج، دارالمعرفۃ بیروت، لبنان ص25

" إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَى أَهْلِهَا "[61]

"خدا تم کو حکم دیتا ہے کہ امانت والوں کو امانتیں ان کے حوالے کر دو"

لہذا صدر مملکت اور دیگر عمال حکومت کو اپنی ذاتی حیثیتوں میں اس اجتماعی ملکیت میں تصرف کرنے میں کوئی حق حاصل نہیں ہے۔

[61] القران: النساء4:58

فصل دوم

معاشی عدل کا اسلامی تصور

پوری انسانیت کے لیے اسلام ایک مکمل ضابطہ ءزندگی ہے جس کا بنیادی اور مرکزی مقصد قیام عدل ہے۔ جو کہ ایک راہ اعتدال ہے۔ عدل کی ضد ظلم ہے نیز افراط تفریط اور راہ اعتدال سے ہٹ جانا بھی ہے۔ اسلام کا مقصود اور مطمع نظر یہ ہے کہ انسان افراط و تفریط سے مبرا اور پاک نظام زندگی اختیار کرے اور یہ تب ممکن ہے جب ظلم اور افراط و تفریط سے بچ کر عدل و اعتدال کے ضابطہ کو اختیار کیا جائے چنانچہ خدا نے اسلامی دستور زندگی کا مقصد اور انبیا اور کتب سماوی کے نزول کا مقصد قیام عدل ہی کو قرار دیا ہے۔

"لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ" [62]

''ہم نے اپنے پیغمبروں کو کھلی نشانیاں دے کر بھیجا اور ان پر کتابیں نازل کیں اور ترازو (یعنی قواعد عدل) تاکہ لوگ انصاف پر قائم رہیں''

لہذا اسلام کو انسانیت کے لیے دین اور نظام زندگی اس لیے بنا کر دیا گیا ہے کہ انسانیت عدل پر مبنی نظام زندگی اختیار کرے دوسرے لفظوں میں اسلام ہی عدل ہے اور اسلام اپنے اس مرکزی تصور عدل کو انسانی زندگی کے ہر پہلو میں نافذ کرنا چاہتا ہے گویا قیام عدل ہی اسلام کا مقصود ہے۔ کیونکہ عدل ہی انسانوں کو افراط اور تفریط سے بچا کر اعتدال پر مبنی مقصد زندگی سے ہمکنار کرتا ہے۔ چنانچہ جب معاشرے میں عدل نہ ہوگا تو لازماً ظلم برپا ہوگا اور استحصالی نظام کا راج ہوگا یوں انسانیت کی ایک کثیر تعداد حیوانوں جیسی زندگی گزارنے پر مجبور ہو جائے گی۔ دو وقت کی روٹی کی خاطر انسان باربردار جانور اور کولہو کے بیل کی طرح صبح سے شام تک جان گسل محنت کرنے پر مجبور ہوتا ہے۔ جبکہ اسلام ظلم کی ادنیٰ سی صورت گوارا نہیں کرتا بلکہ اس کا خاتمہ عین فرض قرار دیتا ہے۔ چنانچہ رسول اللہ کی بعثت کا اہم مقصد بھی ظلم کا خاتمہ اور قیام عدل تھا۔

"وَأُمِرْتُ لِأَعْدِلَ بَيْنَكُمُ" [63]

"اور مجھے حکم ہوا ہے کہ تم میں انصاف کروں''

چنانچہ رسول خدا نے حیات مقدسہ میں عدل قائم کیا، ظلم کا خاتمہ کیا اور امت مسلمہ کو بھی یہی تعلیم دے گئے کہ تمھاری تمام ترسعی اور کاوشوں کا مقصود مخلوق خدا کو ظلم پر مبنی استحصالی نظام سے رہائی دلا کر عادلانہ نظام کی پناہ میں لانا ہے۔ اگرچہ اسلامی تصور عدل انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں میں کارفرما ہے جس سے انسانی زندگی میں تناسب اور حسن پیدا ہوتا ہے اور اسلام کے تصور عدل میں معاشی عدل بنیادی اہمیت کا حامل۔ ذیل میں ہم اسلام کے معاشی عدل کے تصور کا تحقیقی جائزہ لیتے ہیں۔ فطری لحاظ سے متنوع ماحول میں عدل کا تقاضا یہ ہے کہ رزق اور وسائل معیشت کی تقسیم کے لحاظ سے تفاوت موجود ہونا چاہئے مگر حق معیشت کے حصول کے مواقع فراہم کرنے میں مساوات اور برابری کا ہونا بھی عین عدل ہے۔ لہذا اسلامی تصور معیشت میں اگرچہ سامان معیشت کا ہر ایک کے لیے یکساں و برابر ہونا لازمی نہیں مگر یہ یہ لازمی ہے کہ یہ سامان معیشت کے حصول کے مواقع ہر ایک کے لیے مساوی ہوں۔ اسی لیے تمام جانداروں کی روزی کا ذمہ خالق کائنات خود لیا ہے۔

---

[62] القرآن: الحدید 25:57

[63] القران: الشوری 15:42

"وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا"[64]

"اور زمین پر کوئی چلنے پھرنے والا نہیں مگر اس کا رزق خدا کے ذمے ہے"

چنانچہ دنیا میں تمام وسائل میں تمام انسانوں کا حق ہے۔

"هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا [65]

"وہی تو ہے جس نے سب چیزیں جو زمین میں ہیں تمھارے لیے پیدا کیں"

لہذا وسائل معشیت جو کہ خدا کے ودیعت کردہ ہیں۔ ان وسائل سے فائدہ اٹھانے میں ہر انسان کو برابر کا حق حاصل ہے۔ اس لیے اسلامی حکومت پر لازم ہے کہ اس بات کو یقینی بنائے کہ کوئی بھی شخص وسائل معیشت سے استفادہ کرنے کی تسکین سے اور حق معیشت سے محروم نہ رہے اور ہر فرد کو حصول رزق و معیشت کے مساوی مواقع دیے جائیں تاکہ کوئی بھی شخص بنیادی ضروریات سے محروم نہ رہے لہذا یہ نظام عدل کا تقاضا ہے کہ ہر شخص کو وسائل معیشت کے حصول میں مساوی مواقع حاصل ہوں اور چونکہ اسلامی حکومت کے پاس اختیارات اور وسائل اللہ کی طرف سے امانتاً عطا کردہ ہیں لہذا ضروری ہے کہ وہ ایسے انتظامات کرے کہ کوئی شخص بھی معاشی ضررویات سے محروم نہ رہے۔ بصورت دیگر اگر کوئی حکومت ایسے اقدامات اور انتظامات کرنے اور وسائل معیشت کے حصول کے یکساں مواقع فراہم کرنے سے اگر منحرف ہوتی ہے تو گویا وہ نظام عدل سے منحرف ہوتی ہے لہذا ضروری ہے کہ حصول رزق اور سعی و ترقی کے راستے سب افراد کے لیے یکساں طور پر کھلے ہوں۔

مگر چونکہ صلاحیت، قابلیت، محنت اور طاقت و صحت کے لحاظ سے تمام انسان یکساں اور مساوی نہیں اس لیے درجات معشیت میں تفاوت کا ہونا ایک فطری عمل ہے اور یہی عدل کا تقاضا ہے کیونکہ

"لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَى" [66]"

اور یہ کہ انسان کو وہی ملتا ہے جس کی وہ کوشش کرتا ہے"

لہذا اسلام یہ چاہتا ہے کہ وسائل معشیت سے استفادہ کرنے اور حصول رزق کے مواقع تمام انسانوں کو یکساں طور پر میسر ہوں مگر چونکہ تمام افراد محنت صلاحیت کے لحاظ سے برابر نہیں اس لیے اسلام درجات معیشت میں تفاوت کا قائل ہے اور یہ فطرت اور عدل کا تقاضا ہے تاکہ نظام معشیت اور معاشرت احسن طریقے چلتے رہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود یہ تفاوت قائم کیا ہے۔

"وَاللَّهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلَى بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ" [67]

"اور خدا نے رزق (و دولت) میں بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے"

---

[64] القرآن: ہود 11: 6

[65] القرآن: البقرہ 29:2

[66] القرآن: النجم 39:53

[67] القرآن: النحل 71:16

اور پھر اللہ تعالیٰ نے اس تفاوت کی حکمت اور غرض وغایت بھی واضح کر دی ہے

"نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا"[68]

" ہم نے ان میں ان کی معیشت کو دنیا کی زندگی میں تقسیم کر دیا اور ایک کے دوسرے پر درجے بلند کیے تا کہ ایک دوسرے سے خدمت لے "

قرآن مجید میں دوسری جگہ اس تفاوت کی حکمت کو اس طرح بیان کیا گیا ہے

"وَهُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ الْأَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِيَبْلُوَكُمْ فِي مَا آتَاكُمْ"[69]

"اور وہی تو ہے جس نے زمین میں تم کو اپنا نائب بنایا اور ایک کے دوسرے پر درجے بلند کیے تا کہ جو کچھ اس نے تمھیں بخشا ہے اس میں تمھاری آزمائش کرے"

لہٰذا درجات معشیت میں تفاوت ایسا ہو کہ جو اعتدال پر مبنی ہو جس کا تعلق معاشی جدوجہد سے ہو نہ کہ مصنوعی اسباب سے پیدا کردہ جس کی وجہ سے انسان دو معاشی طبقوں میں تقسیم ہو کر رہ جائیں کہ ایک دوسرے کا استحصال شروع کر دے اس لیے اسلام مساوی تقسیم دولت کا نہیں بلکہ منصفانہ اور عادلانہ تقسیم دولت کا علمبر دار ہے جس کے لیے اسلام نے درج ذیل ہدایات اور ذرائع اختیار کئے ہیں۔

چونکہ اسلامی اقتصادی نظام کا ایک مقصد خدا کے عطا کردہ وسائل معیشت اور ذرائع پیداوار کی عادلانہ اور منصفانہ تقسیم بھی ہے تا کہ معاشرے کے تمام افراد ان سے فائدہ اٹھا سکیں اور درجات معیشت کے تفاوت کو کم سے کم کیا جا سکے خاص طور پر مصنوعی معاشی تفاوت کا خاتمہ کیا جا سکے۔ نیز اسلام گردش دولت کا خواہاں ہے

"كَيْ لَا يَكُونَ دُولَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنْكُمْ"[70]

"اور تا کہ جو لوگ تم میں دولت مند ہیں انہی کے ہاتھوں میں (مال) گردش نہ کرتا رہے"

اس لیے معاشرے سے اس معاشی ناہمواری کے خاتمے کے لیے اسلام نے زکوٰۃ وصدقات کی ادائیگی کا حکم دیا ہے جیسا کہ رسول خدا کا ارشاد ہے

"فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللَّهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ فَتُرَدُّ عَلَى فُقَرَائِهِمْ"[71]

"کہ ان کے اغنیا سے مال وصول کر کے فقراء میں تقسیم کر دیا جائے۔"

معاشی ناانصافی کے خاتمے اور عادلانہ معاشی تفاوت کے لیے اسلام نے صرف نظام زکوٰۃ اور صدقات کو ہی کافی نہیں سمجھا بلکہ صرف اور آمدن پر حلال و حرام کی حدود قائم کر دی ہیں۔ چنانچہ عدل پر مبنی نظام معشیت کے قیام میں سب سے بڑی رکاوٹ سود ہے۔ جسے اسلام نے طبعاً حرام قرار دیا ہے۔ کیونکہ یہ ایک ایسا ظلم، ناانصافی ہے اور سرمایہ داری کے نظام کی بنیاد اور اساس ہی سرمائے کا سود ہے جس نے معاشرے کو معاشی لحاظ سے دو واضح طبقوں میں تقسیم کر کے رکھ دیا ہے جس میں ایک کی ترقی دوسرے طبقے کے لیے افلاس کا باعث بنتی ہے۔ اس لیے حکم دیا گیا ہے۔

---

[68] القرآن: الذخرف 32:43

[69] القرآن: الانعام 165:6

[70] القرآن: الحشر 7:59

[71] البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الزکاۃ، باب اخذ الصدقۃ من الاغنیا 128:2، حدیث نمبر 1496

"أَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا "[72]

"حالانکہ سودے کو خدا نے حلال کیا ہے اور سود کو حرام"

"لفظ ربو کا مفہوم ربا یربو ارباء کے معنی بڑھنے اور زیادہ ہونے کے ہیں اسی سے ربوٰ ہے جس سے مراد وہ معین اضافہ ہوتا ہے جو ایک قرض دینے والا مجرد مہلت کے عوض اپنے مقروض سے اپنی اصلی رقم پر وصول کرتا ہے۔ جاہلیت اور اسلام دونوں میں یہ اصطلاح مذکورہ مفہوم کے لیے مشہور رہی ہے، اس کی شکلیں مختلف رہی ہیں، لیکن اس کی اصل حقیقت یہی ہے کہ قرض دینے والا قرضدار سے ایک معین شرح پر صرف اس حق کی بناپر اپنے دیے ہوئے روپے کا منافع وصل کرے کہ اس نے ایک خاس مدت کے لیے اس کو روپے کے استعمال کی اجازت دی ہے اس امر کو اس کی حقیقت کی تعیین میں کوئی دخل نہیں ہے کہ قرض کسی غریب نادار کو دیا گیا ہو یا کسی امیر و تاجدار کو اور نہ اس بات سے اس میں کوئی فرق واقع ہوتا ہے کہ قرض کسی میت کی تجہیز و تکفین کے لیے دیا گیا ہے یا کسی رفاہی سکیم کے لیے دیا گیا ہے یا تجارت، زراعت اور صناعت کے کسی انفرادی یا اجتماعی منصوبے کے لیے دیا گیا ہے جاہلیت اور اسلام دونوں میں ربوٰ کی اصطلاح کا جو مفہوم مسلم رہا ہے اس میں ان ظاہری اختلافات سے سر مو فرق واقع نہیں ہوتا جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ مقصد قرض یا قرضدار کی نوعیت کو بدل دیتی ہے ان کا خیال غلط ہے"[73] سود اسلام میں اتنا بڑا ظلم اور گناہ ہے کہ خدا نے اس ظلم کے خلاف جنگ کا اعلان کر دیا ہے۔

"فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ"[74]

"تو خبر دار ہو جاؤ کہ تم خدا اور رسول سے جنگ کرنے کے لیے (تیار ہوتے ہو)"

اس گناہ کے گھناؤنے پن کی وضاحت ان الفاظ میں فرمائی ہے۔

"الرِّبَا سَبْعُونَ حُوبًا، أَيْسَرُهَا أَنْ يَنْكِحَ الرَّجُلُ أُمَّهُ" [75]

"کہ سود کے گناہ کے ستر درجے ہیں ان میں ادنی درجہ یہ ہے کہ آدمی اپنی ماں سے نکاح کر لے"[76]

کیونکہ سود ایسی بنیاد ہے جس پر سرمایہ داری کی عمارت استوار ہوتی ہے جو کہ معاشی ظلم کی ایک بدترین شکل ہے مگر دین اسلام جو کہ عدل کا علمبردار ہے اس نے اس سرمایہ داری کی بنیاد ہی ختم کر دی ہے۔ کیونکہ اسلام ہر ایسے معاشی نظام کو رد کرتا ہے جس میں امیر، امیر تر اور غریب، غریب تر ہوتا چلا جائے۔ یہ ایک استحصال اور ظلم ہے جو کہ نظام عدل کے منافی ہے اور ظلم اور استحصال کسی بھی شکل وصورت اور حالت میں ہرگز جائز اور روا نہیں ہے۔

---

[72] القرآن: البقرہ2:275

[73] اصلاحی، امین احسن، تدبر القرآن، فاران فاؤنڈیشن، لاہور، 2009ء

[74] القرآن: البقرہ2:279

[75] ابن ماجہ، السنن، کتاب التجارات، باب تغلیظ فی الرباج2ص 764 حدیث نمبر2274

[76] البانی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔

معاشی ناانصافی اوراستحصال اور معاشی ظلم کی ایک شکل ذخیرہ اندوزی اور اکتناز ہے جسے شریعت نے ممنوع قرار دیا ہے۔ اصطلاحی لحاظ سے اس کا مفہوم یہ ہے کہ اجناس اور اہم ضروریات زندگی کا قیمت بڑھانے کی غرض سے ذخیرہ کرنا تاکہ اشیاء کی مارکیٹ میں قلت ہو جانے کے باعث ان کی قیمت بڑھ جائے اشیاء کی مہنگے داموں فروخت ہو سکے۔

الاحْتِكارُ جَمْعُ الطَّعَامِ وَنَحْوِهِ مِمَّا يُؤْكَلُ واحتباسُه انْتِظارَ وَقْتِ الغَلاء به"[77]

"احتکار سے مراد کھانے پینے کی اشیاء اور اس طرح کی دیگر ضروریات کی اشیاء کو جمع کر کے روکے رکھنا تاکہ قیمت بڑھنے کا انتظار کیا جائے"

علامہ حفظ الرحمان سیوہاروی لکھتے ہیں۔

"احتکار سے مراد یہ ہے کہ دولت سمٹ کر کسی ایک طبقہ کے پاس محصور و محدود ہو جائے اور اکتناز کے معنی یہ ہیں کہ دولت کے عظیم الشان خزانے افراد کے پاس جمع ہو جائیں اور ان کے پھیلاؤ اور تقسیم کی کوئی راہ باقی نہ رہے اسلام نہ اس کو منظور کرتا ہے اور نہ اس کو اس لیے وہ ہر معاشی واقتصادی شعبہ میں ان دونوں کے خلاف قانون سازی کے ذریعے جہاد کرتا ہے اور دونوں ملعون راہوں کو بند کرتا ہے"۔[78] لہذا اسلام احتکار اور اکتناز دونوں کو مسترد کرتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ ارشاد ہے

" الْمُحْتَكِرُ مَلْعُونٌ" [79]

"کہ ذخیرہ اندوزی کرنے والا ملعون ہے"

رسول اللہ ﷺ نے ایک اور موقع پر فرمایا ہے

"مَنِ احْتَكَرَ فَهُوَ خَاطِئٌ" [80]

"جو شخص گرانی کی غرض سے غلہ روکے وہ گنہگار ہے۔

اسلام اس ذریعہ آمدن کو ناجائز اور حرام قرار دیتا ہے جس سے دوسروں کا استحصال ہو کسی کا حق مارا جائے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ " [81]

"مومنو! ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ"

چنانچہ ناجائز ذرائع سے حاصل کردہ حلال چیزیں بھی حرام ہو جاتی ہیں لہذا رشوت، سٹہ بازی، جوا، سود ناپ تول میں کمی، چوری، جھوٹ، خیانت ظلم اور غضب سے حاصل کردہ مال حرام اور ناجائز ہے کیونکہ حصول دولت کے یہ تمام ذرائع سے حاصل کردہ حلال چیزیں بھی حرام ہو جاتی ہیں لہذا رشوت، سٹہ بازی، جوا، سود، ناپ تول میں کمی، چوری، جھوٹ، خیانت، ظلم اور غصب سے حاصل کردہ مال حرام اور ناجائز ہے کیونکہ حصول

---

[77] ابن منظور، محمد بن مکرم، لسان العرب، دار صادر، بیروت، 1414ھ، ج4ص208

[78] سیوہاروی، حفظ الرحمان، اسلام کا اقتصادی نظام، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، ص262

[79] الحاکم، ابو عبد اللہ، محمد بن عبد اللہ، المستدرک علی الصحیحین کتاب البیوع، (دار الکتب العلمیہ بیروت، 1990)2:14 حدیث نمبر2164

[80] مسلم بن الحجاج، المسند الصحیح المختصر، کتاب المساقاۃ، باب تحریم الاحتکار ج3ص1227 حدیث نمبر129

[81] القرآن: النساء:4:29

دولت کے یہ تمام ذرائع عدل کے منافی ہیں کیونکہ یہ سب ظلم اور استحصال پر مبنی ہیں۔ جبکہ اسلام عدل پر مبنی معاشی تعلیمات اور اقتصادی نظام پیش کرتا ہے۔ پیدائش دولت، صرف دولت، تبادلہ دولت اور تقسیم دولت جیسے تمام امور میں عدل،اعتدال اور میانہ روی کا حکم دیتا ہے۔ جس طرح اسلام نے حلال وجائز ذرائع سے اکتساب مال کا حکم دیاہے اسی طرح صرف کے بارے میں فرمایا

"كُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا"[82]

"کھاؤاور پیواور بے جانہ اڑاو"

دوسری جگہ ارشاد فرمایا

"لَا تُبَذِّرْ تَبْذِيرًا[83]

"فضول خرچی سے مال نہ اڑاو"

لہذااسلام میں صرف دولت میں بھی فضول خرچی حرام اور ممنوع ہے۔ کیونکہ اس سے معاشی توازن بگڑ جاتا ہے۔ جس طرح اسلام میں اسراف و تبذیر کی ممانعت ہے اس طرح بخل سے بھی اجتناب کا حکم دیا گیاہے۔

"وَالَّذِينَ إِذَا أَنْفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذَلِكَ قَوَامًا" [84]

"اور وہ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ بے جا اڑاتے ہیں اور نہ تنگی کو کام میں لاتے ہیں بلکہ اعتدال کے ساتھ نہ ضرورت سے زیادہ نہ کم"

لہذااسلام صرف میں بھی میانہ روی اور اعتدال کا حکم دیتاہے کیونکہ میانہ روی ہی معاشی عدل کی راہ ہے۔

مندرجہ بالا شواہد اور تحقیقات سے واضح ہوتا ہے اسلامی اقتصادی نظام کے تصور، فکر اور عدل کا تقاضا ہے کہ پیدائش اور اکتساب دولت کی سرگرمیوں کے اور پیشوں کے اختیار کرنے میں افراد کے مابین کوئی فرق روانہ رکھاجائے سب کو بلا تخصیص حصول رزق واکتساب مال کے مواقع یکساں طور پر میسر ہوں اور ہر فرد اپنی صلاحیت، طاقت، محنت اور کاوش کے مطابق اور آزادی سے حصول معاش اور اکتساب رزق کی سرگرمیاں اختیار کرسکے۔ نیزاایسامعاشی نظام قائم کیاجائے کہ کوئی بھی شخص بنیادی ضروریات سے محروم نہ رہے۔

مال ودولت اور رزق کی جملہ اقسام انسان پر خداکافضل وعنایت اور انعام ہے لہذاان کے صرف میں اعتدال کواختیار کیاجائے اور فضول خرچی اور بخل سے اجتناب کیا جائے۔ اسی طرح حصول رزق میں بھی حلال اور جائز ذرائع کو اختیار کیا جائے۔ ظلم استحصال پر مبنی ذرائع کی اسلام میں کلی ممانعت ہے۔

اگر بعض وجوہ کی بناپر معاشرے میں مصنوعی تفاوت پیدا ہوجائے تو اس کا علاج بہتر نظام زکوٰۃ اور صدقات کے قیام کا ہے تاکہ اغنیا سے غرباءاور مساکین کی طرف مال اور وسائل کو منتقل کرکے تقسیم دولت کے توازن کو بحال کیاجائے اور کسی شکل اور صورت میں احتکار اور اکتناز کی حالت پیدانہ ہونے پائے۔

---

[82] القرآن: الاعراف 31:7

[83] القرآن: بنی اسرائیل 26:17

[84] القرآن: الفرقان 67:25

اس طرح معاشرے میں معاشی توازن اور اعتدال قائم رہے گا۔ اور معاشرے میں کوئی بھی محروم المعیشت نہ رہے گا، اور یہی عدل ہے کیونکہ ہر بھلائی کا کام عدل اور اسلام ہے۔ نیز یہ کہ توحید کا لازمی نتیجہ عدل ہی ہے اور توحید پرست معاشرے میں ہر شعبہ زندگی میں عدل کو اپنانا فرض عین ہے۔ کیونکہ معاشرے کی بقاعدل کو اختیار کرنے پر منحصر ہے۔

علامہ ابن تیمیہ لکھتے ہیں

"الله ينصر الدولة العادلة وإن كانت كافرة، ولا ينصر الدولة الظالمة وإن كانت مؤمنة"[85]

"بے شک اللہ تعالیٰ عدل کو قائم کرنے والی ریاست کی مدد کرتا ہے اگرچہ وہ ریاست کفر کرنے والی ہو اور اللہ تعالیٰ ظلم کرنے والی ریاست کی مدد نہیں کرتا اگرچہ وہ مسلم حکومت کیوں نہ ہو"۔

کیونکہ کوئی بھی ملک، ریاست اور سلطنت کفر پر تو قائم رہ سکتی ہے مگر ظلم پر قائم نہیں رہ سکتی۔ چاہیے وہ ریاست مسلم ہی کیوں نہ ہو۔

[85] احمد بن عبد الحلیم بن عبد السلام، الحسبۃ فی الاسلام، دار الکتب العلمیہ، بیروت ج 1 ص 7

فصل سوم

اسلامی ریاست کی معاشی ذمہ داریاں

اسلام انسانی حیات کے تمام پہلوؤں سے متعلق مکمل اور عدل پر مبنی تعلیمات پیش کرتا ہے۔ انسان کی معاشرتی زندگی کا ایک ادارہ، ریاست اور حکومت ہے۔ جو دیگر تمام شعبوں پر کنٹرول رکھتا ہے اور زندگی کے دیگر شعبے اس سے متاثر ہوتے ہیں۔ اسلام میں اس شعبہ کی ضرورت واہمیت کا اندازہ اس امر سے اچھی طرح کیا جاسکتا ہے کہ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اپنی تعلیمات کے عملی نفاذ کے لیے اس ادارہ کی درخواست اللہ تعالیٰ سے کرتے ہیں۔

"رَبِّ أَدْخِلْنِي مُدْخَلَ صِدْقٍ وَأَخْرِجْنِي مُخْرَجَ صِدْقٍ وَاجْعَلْ لِي مِنْ لَدُنْكَ سُلْطَانًا نَصِيرًا "[86]

"پروردگار ! مجھ کو جہاں بھی تو لے جا سچائی کے ساتھ لے جا اور جہاں سے بھی نکال سچائی کے ساتھ نکال، اور اپنی طرف سے ایک اقتدار کو میرا مددگار بنادے"۔

گویا معاشرے کی خرابی اور بگاڑ کی اصلاح اور ایک صالح تمدن کی بنیاد رکھنے اور بہتر نظام زندگی کو اپنانے کے لیے اس ادارہ کی ضرورت اور اہمیت ناگزیر ہے۔ کیونکہ اس ادارہ کے بغیر اسلامی نظام اور قوانین کا اطلاق اور حدود کا اجرا ممکن نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ کسی بھی معاشرے کی حکومت اور ریاست کا اولین کام اس معاشرے کے فلسفہ حیات کو اور نظام زندگی کو عملی طور پر اپنانے کے لیے قانونی اقدامات کرنا ہیں۔ ابن خلدون لکھتے ہیں

"فالسياسة و الملك هي كفالة للخلق و خلافة لله في العباد لتنفيذ أحكامه فيهم" [87]

"سیاست اور حکومت عوام الناس کے حقوق کا خیال اور نگہداشت کرنا ہے اور یہ سیاست خدا کی نیابت ہے تاکہ اس کے بندوں میں اس کے احکامات کو نافذ کیا جائے"۔

تاکہ معاشرے کے افراد ایک ربط اور نظام کے تحت باہم جڑے رہیں۔

"وھی الحکمۃ الناحثۃ عن کیفیۃ ربط الواقع بین اھل المدنیۃ"[88]

"سیاست شہریوں کے باہمی ربط اور تعلق کو قائم رکھنے کی حکمت عملی ہے۔"

گویا ریاست ایسا ادارہ اور معاشرتی شعبہ ہے جس کا مقصد اور ذمہ داری ہے کہ ریاست کا نظم ونسق مصالحہ عامہ کا تحفظ اور شہریوں کے باہمی تعلقات اور ربط کو کسی قانون اور قاعدے کے تحت قائم رکھنا ہے۔ تاکہ لوگ عدل و انصاف کے ماحول میں پر امن اور خوشحال زندگی بسر کر سکیں۔

اسلامی حکومت کے فرائض میں سے ایک بنیادی فرض معاشی ذمہ داری ہے۔ اور ریاست کی یہ معاشی ذمہ داری اتنی ہی اہمیت رکھتی ہے۔ جتنا کہ اشاعت اسلام اور قیام صلوۃ، اس بارے میں میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے

---

[86] القرآن: بنی اسرائیل 80:17

[87] ابن خلدون، عبد الرحمان بن محمد بن محمد، دیوان المبتدا والخبر فی تاریخ العرب والبر و من عاصر ھم من ذوی الشان الا کبر، بیروت، ج 1، ص 179

[88] شاہ ولی اللہ قطب الدین احمد، ازالۃ الخفاء، قدیمی کتب خانہ کراچی

"یہ وہ " الَّذِينَ إِنْ مَكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ "[89]
لوگ ہیں کہ اگر ہم ان کو ملک میں دسترس دیں تو وہ نماز پڑھیں اور زکوٰۃ ادا کریں اور نیک کام کرنے کا حکم دیں اور برے کاموں سے منع کریں "
کیونکہ نظام زکوٰۃ دراصل اسلام کے اقتصادی نظام کے لیے روح کا مقام رکھتا ہے۔ اسلامی اقتصادی نظام کا فلسفہ، نظام زکوٰۃ میں مضمر اور مشتمل ہے۔ اسلام چاہتا ہے کہ دولت کو معاشرے کے افراد کے درمیان گردش کرتے رہنا چاہئے اس کا ارتکاز نہیں ہونا چاہئے۔ کیونکہ معاشی مسائل کی بنیاد اور جڑ وسائل پیداوار اور دولت کا ارتکاز ہے۔ غربت وافلاس، تقسیم دولت کی ناہمواری جیسے مسائل ارتکاز دولت کا نتیجہ ہیں اس لیے اس اسلام چاہتا ہے۔

"كَيْ لَا يَكُونَ دُولَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنْكُمْ" [90]

"تاکہ جو لوگ تم میں دولت مند ہیں انہی کے ہاتھوں میں (مال) گردش نہ کرتا رہے"

اور زکوٰۃ گردش دولت کا ایک احسن طریقہ اور ذریعہ ہے۔ اس لیے اسے ارکان اسلام میں شامل کر دیا گیا ہے اور نماز کے برابر اس کی اہمیت ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ یہ اسلام کے معاشی اور مالیاتی نظام کی بنیاد اور روح ہے۔ مولانا ابو الاعلیٰ مودودی زکوٰۃ کی ضرورت واہمیت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"یہ مسلمانوں کی کوآپریٹو سوسائٹی ہے۔ یہ ان کی انشورنس کمپنی ہے۔ یہ ان کا پراویڈنٹ فنڈ ہے یہ ان کے لیے بے کاروں کا سرمایہ اعانت ہے یہ ان کے معذوروں، اپاہجوں، بیماروں، یتیموں، بیواؤں اور بے روزگاروں کا ذریعہ معاش ہے یہ اس بات کی ضمانت ہے کہ مسلم معاشرے میں کوئی شخص ضروریات زندگی سے محروم نہ رہے گا اور ان سب سے بڑھ کر یہ وہ چیز ہے جو مسلمان کو فکر فردا سے بالکل بے نیاز کر دیتی ہے۔ اس کا سیدھا سیدھا اصول یہ ہے کہ آج تم مال دار ہو تو دوسروں کی مدد کرو۔ کل تم نادار ہوگئے تو دوسرے تمھارے مدد کریں گے۔ تمھیں یہ فکر کرنے کی ضرورت ہی نہیں کہ مفلس ہوگئے تو کیا بنے گا؟ مر گئے تو بیوی بچوں کا کیا حشر ہو گا؟ کوئی آفت ناگہانی آپڑی، بیمار ہوگئے گھر میں آگ لگ گئی سیلاب آگیا۔ دیوالیہ نکل گیا، توان مصیبتوں سے مخلصی کی کیا سبیل ہوگی سفر میں پیسہ پاس نہ رہا تو کیونکر گزر بسر ہو گی؟ ان سب فکروں سے صرف زکوٰۃ تم کو ہمیشہ کے لیے بے فکر کر دیتی ہے۔ تمھارا کام بس اتنا ہے کہ اپنی پس انداز کی ہوئی دولت میں سے ایک حصہ دے کر اللہ کی انشورنس

[89] القران: الحج 22:41

[90] القران: الحشر 7:59

کمپنی میں اپنا بیمہ کرالو۔ اس وقت تم کو اس دولت کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ ان کے کام آئے گی جو اس کی ضرورت مند ہیں۔ کل جب تم ضرورت مند ہو گے یا تمھاری اولاد ضرورت مند ہو گی تو نہ صرف تمھارا اپنا دیا ہوا مال بلکہ ضرورت ہو تو اس بھی زیادہ تم کو واپس مل جائے گا۔"[91]

اور یہ مسلمہ حقیقت ہے اور اسلام کا دعویٰ ہے کہ اگر کسی بھی معاشرے میں نظام زکوٰۃ اپنی اصل روح کے مطابق نافذ العمل ہو تو غربت و افلاس ختم ہو جائے۔ دنیا کے ہر معاشرے اور ملک کے اقتصادی نظام کا بنیادی مقصد غربت و افلاس کا خاتمہ ہوتا ہے اور یہ کہ کوئی بھی شخص زندگی کی بنیادی ضرورتوں سے محروم نہ رہے۔ جیسا کہ مولانا ابوالکلام آزاد نے لکھا ہے کہ "اگر مسلمان آج کچھ نہ کریں صرف زکوٰۃ کا معاملہ ہی احکام قرانی کے مطابق کر لیں تو بغیر کسی تعامل کے دعویٰ کیا جا سکتا ہے کہ ان کی تمام اجتماعی مشکلات و مصائب کا کل حل خود بخود پیدا ہو جائے گا لیکن مصیبت یہ ہے کہ مسلمانوں نے یا تو احکام قرآنی کی تعمیل یک قلم ترک کر دی ہے یا پھر عمل بھی کر رہے ہیں اس طرح کہ فی الحقیقت عمل نہیں کر رہے "[92]۔ اسلام نے اس مقصد کے لیے نظام زکوٰۃ کو پیش کیا ہے۔ لہذا اسلام نے غربت و افلاس کے خاتمے اور انسانوں کی بنیادی ضروریات کی فراہمی کا واحد اور قطعی حل جو بتایا ہے وہ زکوٰۃ ہی ہے، چنانچہ اسلامی ریاست کے لیے جہاں قیام صلوٰۃ اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا انتظام و اہتمام کرنا لازم ہے وہاں نظام زکوٰۃ کو اپنے حقیقی اور صحیح معنوں میں فعال اور نافذ العمل کرنے کے اقدامات کرنا بھی ضروری اور فرض ہیں۔ دور حاضر میں نظام زکوٰۃ کو اپنے صحیح معنوں میں بہتر، مؤثر اور فعال بنانے کے لیے ضروری ہے کہ جس طرح حکومت دیگر محاصل وصول کرتی ہے اسی طرح اسے زکوٰۃ بھی خود وصول کرے اور پوری ذمہ داری کے ساتھ اسے مصارف پر خرچ کرے انفرادی طور پر کوئی شخص زکوٰۃ ادا نہ کرے بلکہ ہر شخص اپنے مال کی زکوٰۃ حکومت کے حوالے کرے اور حکومت ہی اسے خرچ کرے جیسا کہ مولانا ابوالکلام آزاد لکھتے ہیں "اور مسلمانوں کی جو جماعت اپنی زکوٰۃ کسی امین زکوٰۃ یا بیت المال کو حوالے کرنے کی جگہ خود ہی خرچ کر ڈالتی ہے وہ دیدہ دانستہ حکم شریعت سے انحراف کرتی ہے اور یقیناً عند اللہ اس کے لیے جواب دہ ہو گی"۔[93]

---

[91] مودودی، ابوالاعلیٰ، معاشیات اسلام، اسلامک پبلیکیشنز، لاہور، ص۱۰۹

[92] آزاد، ابوالکلام احمد، مولانا، اسلام اور سوشلزم، ششماہی الاقتصاد، ص66 حکمتِ قران انسٹیٹیوٹ کراچی، مارچ 2012

[93] آزاد، ابوالکلام احمد، مولانا، ترجمان القرآن، اسلامی اکادمی، اردو بازار، لاہور 1976ء، ص 133

کفالت عامہ

معاشی ذمہ داریوں میں اسلامی ریاست کی اولین ذمہ داری عوام کی معاشی کفالت ہے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی بھی شخص بنیادی ضروریات سے محروم نہ رہے خواہ وہ مسلم ہو یا غیر مسلم۔ ہر فرد کا حق ہے کہ ریاست اس کی غذا، لباس، مکان، تعلیم، صحت و علاج کی ضروریات میں کفالت کرے۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے۔

"لَيْسَ لِابْنِ آدَمَ حَقٌّ فِي سِوَى هَذِهِ الخِصَالِ، بَيْتٌ يَسْكُنُهُ وَثَوْبٌ يُوَارِي عَوْرَتَهُ وَجِلْفُ الخُبْزِ وَالمَاءِ"[94]

"ابن آدم کا بنیادی حق ہے کہ اس کے پاس رہنے کے لیے مکان ہو، تن ڈھانپنے کو لباس، کھانے کے لیے روٹی اور پینے کے لیے پانی ہو"

لہذا آپ ﷺ کے فرمان کے مطابق خوراک، لباس اور رہائش انسان کی بنیادی ضروریات ہیں اور ہر شہری کو ان ضروریات کی فراہمی کو یقینی بنانا اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے ۔ لہذا ریاست ایسے اقدامات کرے کہ ہر شہری اپنی ان بنیادی ضروریات کے حصول کے حق کو محفوظ سمجھے اسے بنیادی حقوق کے حصول کے لیے کسی ڈر خوف اور پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ امین احسن اصلاحی انسانی بنیادی ضروریات کے ضمن میں لکھتے ہیں "ایک شہری کا سب سے مقدم اور سب سے مقدس حق یہ ہے کہ اس کے جان و مال اور ناموس کی حفاظت کی ریاست کی طرف سے ضمانت دی جائے کہ ریاست نہ تو اس کی ان چیزوں پر خود ہاتھ اٹھائے گی اور نہ کسی اور کو ان پر ہاتھ ڈالنے دے گی۔اسلامی ریاست یہ ذمہ داری تنہا اپنی ضمانت پر نہیں اٹھاتی بلکہ اس کے ساتھ خدا اور اس کے رسول کی ذمہ داری بھی شامل ہوتی ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ اگر ریاست اس عہد کی ذمہ داریوں کو ادا کرنے میں کسی قسم کی کوتاہی کرتی ہے تو گویا اس عہد کو توڑتی ہے جو اس نے اللہ اور اس کے رسول کے نام پر باندھا ہے اور اس شخص کے جان و مال پر حملہ کرتی ہے جس کے جان و مال کی حفاظت کی ذمہ داری اس نے خدا کی طرف سے اٹھائی ہے"[95] علاج بھی بنیادی ضروریات میں ہے کیونکہ زندگی کی بقا بنیادی ضروریات کی فراہمی پر منحصر ہے اور علاج بھی زندگی کی بقا کے لیے کیا جاتا ہے۔ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی لکھتے ہیں

"کفالت عامہ سے مراد یہ ہے کہ دارالسلام کے حدود کے اندر رہنے والے ہر فرد کی زندگی کی بنیادی ضرورتوں کی تکمیل کا اہتمام کیا جائے۔ یہ اہتمام اس درجہ تک ہونا چاہیے کہ کوئی فرد ان ضروریات سے محروم نہ رہے۔ ان بنیادی ضروریات میں غذا، لباس، مکان اور علاج لازماً شامل ہیں"[96]

لہذا ایک اسلامی حکومت پر لازم ہے کہ وہ عوام کو روزگار فراہم کرے، عوام کو ملازمتیں دے اور کاروبار کی سہولتیں فراہم کرے تاکہ افراد کی بنیادی ضرورتوں کی فراہمی کو یقینی بنایا جاسکے۔اسی طرح تعلیم و تربیت اور صحت کے مراکز قائم کرنا بھی حکومت کا فرض ہے۔ کیونکہ ریاست لوگوں کے لیے سرپرست اور ولی کی حیثیت رکھتی ہے۔

"فَالسُّلْطَانُ وَلِيُّ مَنْ لَا وَلِيَّ لَه"[97]

---

[94] الترمذی، الجامع السنن ، کتاب الزہد، باب منہ (مطبعہ مصطفی البابی الحلبی مصر 1975) 4:571 حدیث نمبر 2341

[95] اصلاحی، امین احسن، اسلامی ریاست، دار التذکیر، لاہور 2006ء ص 107

[96] صدیقی، نجات اللہ، اسلام کا نظریہ ملکیت، ج ۲ اسلامک پبلی کیشنز، لاہور ص 92

[97] الترمذی، الجامع السنن ابواب النکاح، ج 3 ص 399 حدیث نمبر 1102

"حاکم اس کا ولی ہے جس کا کوئی ولی نہیں"

اور اگر ریاست عوام کی ضرویات کو پورا کرنے میں لاپرواہی اختیار کرے تو رسول اللہ نے ان الفاظ میں تنبیہ فرمائی ہے۔

"مَا مِنْ عَبْدٍ اسْتَرْعَاهُ اللَّهُ رَعِيَّةً، فَلَمْ يَحُطْهَا بِنَصِيحَةٍ، إِلَّا لَمْ يَجِدْ رَائِحَةَ الجَنَّةِ" [98]

" کوئی شخص جسے اللہ نے کسی رعیت کا حکمران بنایا ہو اور وہ ان کے ساتھ بھلائی اور بہتری کا معاملہ اختیار نہ کرے تو وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں سونگھ پائے گا"۔

لہذا ریاست پر لازم ہے کہ شہریوں کو معاشی لحاظ سے خود کفیل بنائے انھیں ایسی اہلیت بہم پہچانے کا اہتمام کرے کہ وہ حلال ذرائع سے اپنی روزی حاصل کر سکیں ان کو روزگا کے مواقع فراہم کرے۔ پیغمبر خدا ﷺ کے پاس جب ایک انصاری صحابی نے آکر دست سوال دراز کیا تو آپؐ نے اس سے معلوم کیا کہ تمھارے پاس کیا کچھ ہے اس نے عرض کیا ایک کمبل اور ایک پیالہ ہے آپؐ نے ان چیزوں کو فروخت کر کے ان کی قیمت سے اسے ایک کلہاڑا اور ایک رسی لے کر دی اور حکم دیا کہ جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر بیچے اور اپنی روزی کمائے اور پندرہ دن بعد آکر رپورٹ دے جب اس صحابی نے پندرہ دن بعد حاضر ہو کر اپنی رپورٹ دی اور اپنی خوشی کا اور معاشی آسودگی کا اظہار کیا تو رسول اللہ نے فرمایا

" هَذَا خَيْرٌ لَكَ مِنْ أَنْ تَجِيءَ الْمَسْأَلَةُ نُكْتَةً فِي وَجْهِكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ"[99]

"تیرا اس طرح روزی کمانا اس سے اچھا ہے کہ تو قیامت کے دن سوال کرنے کے باعث اپنے چہرے پر نشان لے کر حاضر ہو"

اس سے واضح ہوا ہے کہ ریاست عوام کو روزگار کے وسائل بھی مہیا کرے اور تعلیم وتربیت بھی دے۔ کفالت عامہ کی غرض سے لازمی ہے کہ ملک میں عوام ورعایا کے درمیان پایا جانے والا معاشی تفاوت کم سے کم ہو اور تقسیم دولت کا عمل عادلانہ ہو۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو دوسرے انسان سے مختلف صلاحیتوں اور استعداد کار سے نوازا ہے اور یہ اختلاف ایک فطری عمل ہے اور اس کے باعث ہی معاشرتی اور معاشی سرگرمیاں رواںدواں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

" نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا[100]

"ہم نے ان میں ان کی معیشت کو دنیا میں تقسیم کر دیا ہے اور ایک دوسرے پر درجے بلند کیے تا کہ ایک دوسرے سے خدمت لے"

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رزق کی تقسیم خدا کے ہاتھ میں ہے اور اس نے اپنی حکمت سے وسائل رزق میں افراد کے درمیان تفاوت قائم کیا ہے تا کہ دنیا کا نظام معاش اور کاروبار چلتا رہے۔ مگر یہ تفاوت فطری ہو، مصنوعی اور سرمایہ داروں کا خود ساختہ نہ ہو اگر ایسا ہو جائے تو حکومت پر فرض ہے کہ وہ اس ظلم کا خاتمہ کرے اور فطری اور راہ اعتدال پر مبنی تفاوت کو بحال کرنے کے اقدامات کرے اس کے لیے ریاست کو نظام زکوٰۃ، عشر اور دیگر محاصل کو اسلامی تعلیمات کے مطابق اختیار کرنا ہو گا اس طرح وسائل معیشت اور دولت معاشرے کے افراد کے درمیان گردش کرتی رہے گی اور یوں فطری اور اعتدال پر مبنی معاشی تفاوت برقرار رہے گا۔ جس میں کسی بھی نظام معیشت کی بقا مضمر ہے۔

---

[98] البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الاحکام، باب من استرعی رعیہ، ج9 ص64 حدیث نمبر 7150

[99] ابو داؤد، السنن، کتاب الزکاۃ، باب ما تجوز فیہ المسالۃ (المکتبہ العصریہ، صیدا، بیروت) 2:120 حدیث نمبر 2307

[100] القرآن: الزخرف 43:32

معاشی ترقی، فلاح وبہبود اور مفاد عامہ:

اسلام میں ترقی کا تصور جامع اور ہمہ جہتی اور کثیر المقاصد ہے نیز ترقی کا یہ تصور دنیاوی اور اخروی زندگی پر محیط ہے۔ جسے فلاح سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ابو الاعلیٰ مودودی ''تفہیم القرآن'' میں 'فلاح' کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ 'فلاح' کے معنی ہیں کامیابی وخوشحالی۔ یہ لفظ خسران کی ضد ہے جو ٹوٹے اور گھاٹے اور نامرادی کے معنی میں بولا جاتا ہے۔ "افلح الرجل" کے معنی ہیں فلاں شخص کامیاب ہوا۔ اپنی مراد کو پہنچا، آسودہ وخوشحال ہوگیا۔ اس کی کوشش بارآور ہوئی۔ اس کی حالت اچھی ہوگئی۔ لہٰذا انسان کی فلاح وکامرانی یہ ہے کہ انسان دنیا وآخرت دونوں میں سرخرو اور کامیاب ہو نہ صرف مادی لحاظ سے بلکہ روحانی اور اخلاقی لحاظ سے بھی کامیابی اور ترقی حاصل کرے روحانی اور اخلاقی ترقی تزکیہ نفس پر منحصر ہے۔

"قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسَّاهَا"[101]

"کہ جس نے اپنے نفس یعنی روح کو پاک رکھا وہ مراد کو پہنچا اور جس نے اسے خاک میں ملایا وہ خسارے میں رہا"

کیونکہ انسان کی دنیاوی اور اخروی فلاح اور ترقی کی بنیاد ہی تزکیہ نفس ہی ہے جس کے ضمن میں تقوی، عدل اور احسان کے ثمرات حاصل ہوتے ہیں۔ مگر مادی لحاظ سے فلاح اور ترقی کا حصول اقتصادی ترقی سے وابستہ ہے اور یہ مادی ترقی بھی صرف اشیا وخدمات کی پیداوار میں اضافہ کرنا مطلوب نہیں بلکہ رضائے الٰہی، عوامی فلاح وبہبود اور مفاد عامہ کے ساتھ اسلام چاہتا ہے کہ اشیاء اور خدمات کی تقسیم عادلانہ ہو اور ترقی کے ثمرات سے معاشرے کے تمام افراد مستفید ہوں۔ لہٰذا اسلامی ریاست پر فرض ہے کہ وہ لوگوں کے لیے اقتصادی فلاح اور ترقی کا اہتمام کرے کیونکہ

" هُوَ أَنْشَأَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيهَا "[102]

"اسی نے تم کو زمین سے پیدا کیا اور اس میں آباد کیا"

علامہ الجصاص اس ضمن میں لکھتے ہیں

"الدلالة على وجوب عمارة الأرض للزراعة والغراس والأبنية"[103]

"اس میں یہ دلیل موجود ہے زمین کو کاشتکاری اور پودے لگانے کے لیے نیز مکانات کی تعمیر کے لیے تیار کرنا اور چیزوں کے ذریعے اسے آباد کرنا واجب ہے"

یعنی اللہ تعالیٰ نے تمھیں ایسی چیزوں کے ساتھ زمین کو آباد کرنے کا حکم دیا جن کی تمھیں ضرورت تھی۔

چنانچہ علامہ الماوردی ریاست کے والی، حکمران اور خلیفہ کے فرائض اور ذمہ داریوں کو بیان کرتے ہوئے تیسری ذمہ داری اور فرض کے بارے میں لکھتے ہیں

---

[101] القرآن: الشمس 10:91

[102] القرآن: ھود 61:11

[103] الجصاص، احمد بن علی، احکام القرآن، داراحیا التراث العربی، 1994ء، ج ٦، ص 378

"حِمَايَةُ الْبَيْضَةِ وَالذَّبُّ عَنْ الْحَرِيمِ لِيَتَصَرَّفَ النَّاسُ فِي الْمَعَايِشِ وَيَنْتَشِرُوا فِي الْأَسْفَارِ آمِنِينَ مِنْ تَغْرِيرٍ بِنَفْسٍ أَوْ مَالٍ "[104]

"کہ ملکی سالمیت اور حفاظت کے لیے اقدامات کرنا خلیفہ اور امام کا فرض ہے تا کہ تمام لوگ اطمینان سے کاروبای معاملات میں مصروف ہوں اور بے خوف وخطر معاشی سرگرمیوں کے لیے سفر کر سکیں"۔

لہذا حکومت پر لازم ہے کہ وہ ایسے اقدامات اور انتظامات کرے کہ بغیر کسی خلل اور رکاوٹ کے معاشی سرگرمیاں رواں رہیں اور ملک معاشی لحاظ سے ترقی کرے۔ اس ضمن میں ضروری ہے کہ واضح کر دیا جائے کہ دور حاضر میں معاشی ترقی کا مفہوم اور مراد کیا ہے:

“Economic development refers to Economic growth accompanied by changes in output distribution and economic structure”.[105]

"معاشی ترقی، پیداوار میں اضافہ ہے کہ جس سے وسائل کی پیداوار اور تقسیم میں اضافہ ہو گا جس کے ساتھ معاشی ساخت بدل جاتی ہے"۔

“Economic Development usually interpreted as a process of maximizing economic growth.”[106]

"معاشی ترقی عام طور پر پیداوار میں خاطر خواہ اضافہ ہے۔ لہذا معاشی ترقی سے مراد وسائل کا بہتر اور بھرپور استعمال کرتے ہوئے معیشت میں ایسی تبدیلی لانا کہ جس سے ملکی خام قومی پیداوار اور آمدنی زیادہ ہو"۔

لوگوں کا معیار زندگی بلند ہوتا ہے۔ عوام الناس بنیادی ضروریات روزگار، صحت، تعلیم اور تفریح کے مواقع میسر آتے ہیں۔

ذیل میں اسلام کے نظام معیشت اور تصور کے تناظر میں معاشی ترقی کے اہداف ومقاصد کا جائزہ لیتے ہیں۔

معاشی ترقی میں انسانی وسائل تمام عوامل کی نسبت اہم اور بنیادی کردار ادا کرتے ہیں اور انسانی عوامل اور وسائل کی فراہمی میں تعلیم بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔ کسی بھی ملک اور معاشرے کو مطلوبہ انسانی وسائل یعنی باصلاحیت اعلیٰ استعداد کار کے حامل اور ہنرمند افراد صرف نظام تعلیم سے ہی میسر آتے ہیں گویا کسی بھی معاشرے کا تعلیمی نظام مطلوبہ انسانی وسائل فراہم کرنے میں بنیادی اہمیت رکھتے ہیں۔ اس لیے اسلام میں حصول علم کو ایک مذہبی فریضہ قرار دیا گیا ہے ارشاد نبوی ہے۔

طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ[107]

---

[104] الماوردی ابوالحسن، علی بن محمد، الاحکام السلطانیہ، دارالحدیث قاہرہ، ج1، ص40

[105] E Waync Nafizger,*Economic Development* (Cambridge University Press 2006) 15

[106] Ratnakar Gedam, *Development planning Origion and Growth*. (Akashdeep Publishing House) 60

[107] ابن ماجہ، السنن، افتتاح الکتاب فی الایمان وفضائل الصحابہ والایمان، باب فضل العلماء، 81:1 حدیث نمبر224

"ہر مسلمان پر علم کی طلب فرض ہے"[108]

کیونکہ تعلیم نہ صرف فرد کو قومی اقدار روایات سے آگاہ کرکے اسے معاشرے کا مفید رکن بناتی ہے بلکہ اسے اس کے ذوق اور صلاحیت کے مطابق تربیت دے کر اسے روزگار حاصل کرنے کے قابل بناتی ہے اس طرح تعلیم معاشی ضروریات کی تکمیل میں اہم کردار ادا کرتی ہے کیونکہ تعلیم کا ایک اہم مقصد افرادی قوت کی فراہمی بھی ہے اس لیے آج تعلیم کو ایک قسم کی سرمایہ کاری قرار دیا گیا ہے۔

"The value of education like the value of all forms of investment than financial education is vital segment of the full life"[109].

"تعلیم کی اہمیت ایسے ہے جیسے کہ ہمہ قسمی سرمایہ کاری کی ہے۔ تعلیمی سرمایہ کاری اور معاشی تعلیم مکمل زندگی کا ضروری اور اہم عنصر ہے"۔

لہذا آج تعلیم کی معاشی حیثیت ایک صنعت جیسی ہے۔اس لیے اہل علم کا اسلام میں بلند مقام ہے۔

"يَرْفَعِ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ" [110]

"کہ اللہ تم میں سے ان کے درجات بلند کرتا ہے جو ایمان رکھتے ہیں اور جنھیں علم دیا گیا ہے"

اس لیے اہل علم کو دیگر افراد سے ممتاز کر دیا گیا ہے۔

"قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ" [111]

"کہو بھلا جو علم رکھتے ہیں اور جو نہیں رکھتے دونوں برابر ہو سکتے ہیں"

اسلام میں انسانی فطرت کی ضروریات کے مطابق احکامات دیے گئے ہیں علم کا حصول بھی انسان کی بنیادی حاجت ہے کیونکہ انسان کی دنیاوی زندگی کے ہر شعبہ کا انحصار علم اور سائنس پر ہے۔ چنانچہ اسی ضرورت کے مطابق پہلی اسلامی ریاست کے قیام کے ساتھ ہی مسجد اور مدرسہ (سکول) کا قیام اولین ترجیحی بنیادوں پر لایا گیا کیونکہ اسلامی معاشرے میں یہ دونوں ادارے معاشرے کے افراد کی تعلیم و تربیت کی ضروریات کی تکمیل میں بنیادی کردار ادا کرتے ہیں۔اس لیے رسول اللہ ﷺ نے اہل علم کو مختلف قبائل اور علاقے کے افراد کی تعلیمی حاجت کو پورا کی غرض سے مامور کیا۔ حتیٰ کہ حضرت عمر کے عہد میں باقاعدہ معلمین کی تنخواہیں مقرر تھیں۔اس سے واضح ہوتا ہے کہ اسلام میں تعلیم کو بنیادی اہمیت

---

[108] السیوطی کے مطابق اس حدیث کی سند ضعیف مگر یہ معنی و مفہوم کے لحاظ سے صحیح ہے۔

[109] Joel E Davits and Smuel Ball, *Psychology of Education*

[110] القران: المجادلۃ 11:58

[111] القرآن: الزمر 9:39

حاصل ہے اور اسے ریاست کی بنیادی ذمہ داری قرار دیا گیا ہے کیونکہ افراد کی زندگی کے مقاصد میں ایک مقصد معاشی ترقی بھی ہے دور حاضر میں تو اس کی معاشی اہمیت دوچند ہو گئی ہے اس لیے دور حاضر میں تعلیم اور معاشی ترقی میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔

اسلامی اقتصادی نظام کا ایک بنیادی مقصد یہ بھی ہے کہ دولت اور معاشی وسائل گردش میں رہنے چاہیں معاشرے کے چند افراد کا اس پر قابض ہو جانا یا اس کا ارتکاز ایک جرم ہے اس لیے اسلام چاہتا ہے کہ دولت کو گردش میں رہنا چاہیئے تاکہ معاشرے کے اندر مصنوعی معاشی تفاوت قائم نہ ہونے پائے اس لیے حکم ہے۔

"كَيْ لَا يَكُونَ دُولَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنْكُمْ " [112]

"تاکہ جو لوگ تم میں دولت مند ہیں ان ہی کے ہاتھوں میں نہ پھر تا رہے"

لہذا زکوٰۃ اور عشر اور خمس جیسے احکامات کا ایک مقصد اور فلسفہ بھی یہی ہے کہ معاشرے میں خود ساختہ اور مصنوعی معاشی تفاوت قائم نہ ہونے پائے اور دولت کا ارتکاز نہ ہو۔ بلکہ اسے گردش میں رہنا چاہیئے اس لیے حکم ہے۔

"وَفِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ[113]

"اور ان کے مال میں مانگنے والے اور نہ مانگنے والے (دونوں) کا حق ہے"۔

اور اگر زکوٰۃ و عشر بھی ناکافی ہوں تو پھر ریاست اہل ثروت لوگوں پر اضافی محصولات کے ذریعے ان مقاصد کو پورا کرے

"فِي الْمَالِ حَقٌّ سِوَى الزَّكَاةِ [114]

"کہ زکوٰۃ کے علاوہ بھی اموال میں ریاست کا حصہ ہے"

---

[112] القرآن: الحشر 7:59

[113] القرآن: الذاریات 19:51

[114] ابی شیبہ، عبداللہ بن محمد، الکتاب المصنف فی الاحادیث والآثار کتاب الزکاۃ باب قال فی المال حق سوی الزکاۃ (مکتبۃ الرشد، الریاض 1409) 2:411 حدیث نمبر 10525

ابن حزم لکھتے ہیں

"وَفُرِضَ عَلَى الْأَغْنِيَاءِ مِنْ أَهْلِ كُلِّ بَلَدٍ أَنْ يَقُومُوا بِفُقَرَائِهِمْ، وَيُجْبِرُهُمْ السُّلْطَانُ عَلَى ذَلِكَ، إنْ لَمْ تَقُمْ الزَّكَوَاتُ بِهِمْ"[115]

"کہ ہر ایک شہر کے ارباب دولت پر فرض ہے کہ فقراء اور محتاجوں کی کفالت کریں اور خلیفہ اور امام انھیں اس پر مجبور کر سکتا ہے بشرطیکہ زکوٰۃ کی آمدنی اس مقصد کے لیے ناکافی ہو"

لہٰذا ضروری ہے کہ اسلامی ریاست دولت کی منصفانہ تقسیم کو یقینی بنائے اور مصنوعی اور خود ساختہ اقتصادی فرق کو ختم کرے نیز ان عوامل کا سد باب کرے جو افراد میں بے جا معاشی تفاوت پیدا کرتے ہیں۔ اس ضمن میں حکومت ترقی کے عمل کو بھی متوازن بنائے علاقائی ضرورت کے مطابق ترقیاتی کام کرے۔ ایسا نہ ہو کہ بعض علاقوں میں تمام ترقیاتی کام اور پراجیکٹ قائم کر دیے جائے جبکہ بعض علاقوں کو محروم کر دیا جائے بلکہ علاقائی ضروریات، مسائل اور وسائل کو مدنظر رکھ کر ہر علاقے کو ایک توازن کے تحت ترقی کے دھارے میں شامل کیا جائے۔ اشیاو خدمات کی قیمتیں صارفین کی معاشی حالت پر بہت زیادہ اثرانداز ہوتی ہیں۔ لہٰذا یہ ضروری ہے کہ ضروریات زندگی کی اشیاء کی قیمتیں ایسی سطح پر ہوں جس پر صارفین اور آجرین کے مفاد کو نقصان نہ پہنچے۔ چنانچہ مفاد عامہ کے خاطر اسلامی ریاست کا فرض ہے کہ وہ اشیاء کے نرخ مقرر کر دے "اسلامی ریاست مفاد عامہ کے تحفظ اور اجتماعی مصالح کے لیے ناگزیر حالات میں قیمتوں یا اجرتوں، کرایوں، لگان اور نفع کی شرحیں مقرر کر سکتی ہے۔"[116] کیونکہ قیمتوں میں گرانی نہ صرف صارفین کی معاشی حالت کو ابتر کر دیتی۔ بلکہ معاشی ترقی بھی رک جاتی ہے جس کے باعث خوش حالی ایک خواب بن کر رہ جاتی ہے۔ لہٰذا اگر گرانی کے اسباب مصنوعی ہوں تو حکومت اشیاء و خدمات کی قیمتیں مقرر کر دے اور خلاف ورزی کرنے والے آجرین کو سزا دے تاکہ مفاد عامہ کے مقاصد پورے ہو سکیں۔

اس باب کے تحقیقی جائزے سے واضح ہوا کہ اسلام میں نہ صرف نجی ملکیت کے حق کو تسلیم گیا کیا ہے بلکہ اسے آئینی تحفظ بھی دیا ہے مگر یہ انفرادی ملکیت کا حق لامحدود نوعیت کا نہیں ہے لہٰذا جب انفرادی ملکیت سے اجتماعی حقوق متاثر ہوں یا اجتماعی مفاد کو نقصان پہنچتا ہو تو حکومت وقت وحالات کے مقتضیات اور مفاد عامہ اور مصالح عامہ کے پیش نظر نہ صرف انفرادی ملکیت کے حق کو محدود کر سکتی ہے بلکہ اس کو بالکل ختم بھی کر سکتی ہے۔ اسی طرح اسلامی نظام معیشت میں ریاست کو بھی اجتماعی ملکیت کے لامحدود حقوق اور اختیارات حاصل نہیں ہیں اس لیے حکومت اجتماعی ملکتی حقوق کے تصرفات میں نہ صرف آخرت میں عنداللہ جوابدہ ہے بلکہ عوام کو بھی جوابدہ ہے کیونکہ حکومت کی حیثیت امین، خازن اور قاسم کی ہے اس لیے حکومت کو لازم ہے کہ وہ تمام مالی امور کو اہل الرائے کی مشاورت سے نمٹائے، اس کے تمام تر تصرفات شرعیت پر مبنی ہوں حتیٰ کہ انتقال ملکیت بھی اجتماعی مصالح کے پیش نظر ہوں۔ لہٰذا اسلام نہ تو سرمایہ دارانہ نظام کے مطلق انفرادی ملکیت کے تصور کا قائل ہے اور نہ ہی اشتراکیت کے لامحدود اجتماعی ملکیت کے فلسفہ کو تسلیم کرتا ہے بلکہ ان کے درمیان راہ اعتدال قائم کرتا ہے تاکہ دونوں کے حقوق باہم جڑے رہیں اور ہر ایک کے لیے ایک کا تصور دوسرے کے بغیر ناممکن ہو اور یہی عدل کا تقاضا ہے جس میں انسانیت کی عین زندگی ہے۔ اس لیے اس کا معاشی نظام بھی عدل یہ پر مبنی ہے۔ اسلام یہ چاہتا ہے کہ معاشرے کے ہر فرد کو چاہے وہ مسلم ہو یا غیر مسلم، حصول رزق واکتساب مال کے مواقع بلا تخصیص اور یکساں طور پر حاصل ہوں۔ ریاست کے لیے ایسے اقدامات کا اختیار کرنا لازمی ہے کہ ریاست کا کوئی

---

[115] ابو محمد، علی بن احمد، بن سعید بن حزم، المحلی بالآثار، دار الفکر بیروت ج4ص 281

[116] صدیقی، نجات اللہ، اسلام کا نظریہ ملکیت، اسلامک پبلیکیشنز، لاہور، ج2، ص208

بھی فرد محروم المعیشت نہ رہے، عوام کی فلاح و بہبود، مفاد عامہ اور معاشی ترقی کے حصول کے لیے اقدامات کرنے کی تدبیر اور حکمت کو دور حاضر کی اصطلاح میں معاشی منصوبہ بندی کہا جاتا ہے اور انھی معاشی مقاصد کے لیے ہی معاشی منصوبہ بندی اختیار کی جاتی ہے۔ چنانچہ آئندہ ابواب میں معاشی منصوبہ بندی کی اقسام، مقاصد اور اس کے لوازمات کا جائزہ معاصر نظامہائے معیشت کی معاشی منصوبہ بندی کے تناظر میں لیا جائے گا۔

باب دوم

اسلام میں معاشی منصوبہ بندی کا تصور

فصل اول — معاشی منصوبہ بندی کی اہمیت، آغاز وارتقاء

فصل دوم — عہد نبوی ﷺ کا مالیاتی نظام و معاشی منصوبہ بندی

فصل سوم — خلافت راشدہ کا مالیاتی نظام و معاشی منصوبہ بندی

فصل چہارم — اسلامی معاشی منصوبہ بندی کے مقاصد اور طریق کار

فصل اول

معاشی منصوبہ بندی کی اہمیت اور آغاز وارتقا

اسلام ایک دین اور مکمل نظام زندگی ہے–جو انسان کو ایسا ضابطہ حیات فراہم کرتا ہے-جس کی روشنی میں ایک فرد اور ایک قوم روحانی اور مادی ترقی کے منازل آسانی سے طے کر سکتی ہے۔اسلام جمود کا قائل نہیں ہے بلکہ ہر قسم کے پیش آمدہ مسائل کے لیے حالات اور معاملات پر غور وفکر کر کے بنیادی اصولوں کی روشنی میں نیا لائحہ عمل مرتب کرنے کا حکم دیتا ہے۔انسانی زندگی سے وابستہ مسائل میں سے معاشی مسئلہ کو بنیادی اہمیت حاصل ہے یہ مسئلہ انسان کے زمین پر ظہور کے ساتھ وجود میں آگیا تھا۔احتیاجات اس کی فطرت کا جزولاینفک ہیں اور ان کی تسکین کا سامان خالق کائنات نے اس کائنات کے شش جہت میں رکھ دیا۔

"وَقَدَّرَ فِيهَا أَقْوَاتَهَا"[117]

"اور اس میں سامان معیشت مقرر کیا"

مگر سنت یہ ٹھہرادی کہ ان خزانوں تک رسائی کے لیے انسان کو سعی اور جدوجہد کرنا ہوگی

"لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَى[118]"

"کہ انسان کو وہی ملتا ہے جس کی وہ کوشش کرتا ہے"–

ان ذخائر اور وسائل تک رسائی اور احتیاجات کی تسکین کے لیے کی جانے والی جدوجہد اور کوشش ہی سے معاشیات کی بنیاد پڑی اور آج دنیا میں معاشیات کی اہمیت ایک مسلمہ حقیقت بن چکی ہے جس طرح معاشرے کے لیے امن وسکون سلامتی اور یکجہتی کا حصول معاشرتی عدل وانصاف کے بغیر ممکن نہیں اسی طرح ملکی آزادی اور استحکام کو قائم رکھنا معاشی ترقی اور استحکام کے بغیر ناممکن ہو جاتا ہے–آج سیاسی مسائل سے زیادہ اہمیت معاشی مسائل کو دی جارہی ہے کیونکہ آج سیاست اور حکومت دنیا میں اس ملک اور قوم کی ہے جو معاشی لحاظ سے مضبوط اور مستحکم ہے کیونکہ آج کا دور معاشیات کا دور ہے اس لیے آج وہ ریاست/ملک اور قوم طاقتور، محفوظ اور مستحکم ہے جو معاشی لحاظ سے مضبوط اور مستحکم ہے–کسی بھی ملک کی معاشی ترقی، خوشحالی اور استحکام اس ملک کی معاشی پالیسیوں، تدابیر، حکمت عملی اور معاشی منصوبہ بندی کا نتیجہ اور ثمر ہوتے ہیں–ترقی یافتہ ممالک کی معاشی ترقی معاشی منصوبہ بندی کی اہمیت اور ضرورت کا واضح ثبوت ہیں–دنیا میں 57 مسلم ممالک ہیں ان میں سے کوئی ایک بھی ترقی یافتہ ممالک کی صف میں شامل نہیں ہے–حالانکہ "دنیا کے 81 فیصد وسائل مسلم ممالک کے کنٹرول میں ہیں"۔[119] پھر بھی مسلم ممالک معاشی لحاظ سے پسماندہ ہیں اس لیے مسلم ممالک کے لیے معاشی منصوبہ بندی کی اہمیت اور ضرورت دوچند ہو جاتی ہے کیونکہ جس طرح ریاست کے بقا اور استحکام کے لیے ریاستی پالیسی ضروری ہے اس طرح ریاست کے معاشی استحکام کے لیے معاشی منصوبہ بندی ناگزیر ہے۔

---

[117] القرآن، فصلت 41: 10

[118] القرآن، النجم 53: 39

[119] Mannam M A, *Islamic economic* (Sah Muhmmad Ashraf Publishers Lahore1991),345

مقالہ ہذا کے اس باب دوم میں اسلام کے معاشی منصوبہ بندی کے تصور کو واضح کیا گیا ہے، اس باب کی فصل اول میں، معاشی منصوبہ بندی کا مفہوم، ضرورت و اہمیت، مختلف نظامہائے معیشت کے معاشی منصوبہ بندی کے تصورات اور عصر حاضر میں مروجہ معاشی منصوبہ بندی کی اقسام کا تحقیقی جائزہ لیا گیا ہے نیز اس بات کا جائزہ بھی لیا گیا ہے کہ معاشی منصوبہ بندی کے مروجہ نظام کا آغاز کن حالات اور ضروریات کے پیش نظر ہوا۔ فصل دوم میں عہد نبوی ﷺ کے مالیاتی نظام اور معاشی منصوبہ بندی کا تحقیقی جائزہ لیا گیا ہے، فصل سوم میں خلافت راشدہ کے مالیاتی نظام اور معاشی منصوبہ بندی کا تحقیقی جائزہ لیا گیا ہے اور فصل چہارم میں اسلامی معاشی منصوبہ بندی کے مقاصد اور طریقہء کار کی وضاحت کی گئی ہے۔

اس سلسلہ میں سب سے پہلے لفظ 'منصوبہ 'کا تحقیقی جائزہ لیا جاتا ہے:۔

منصوبہ کا معنی ہے تدبیر، حکمت، منشا، مقصد، ارادہ،[120] اور "کسی کام کی تدبیر کا خیال"[121] ہے

جبکہ "منصوبہ بندی، منصوبہ سازی، سیاسی معیشت میں وہ انداز فکر ہے جو ایک مرکزی منصوبہ ساز اتھارٹی کے فوائد کی حمایت کرتا ہے۔ ایسی اتھارٹی جو قومی معیشت کی ہمہ جہتی ترقی میں ربط پیدا کرے یا پھر ڈھیلے ڈھالے انداز میں حکومت، معاشی عمل میں کسی نوع کی مداخلت کرے جس کے کئی طریقے اور انداز ہو سکتے ہیں"۔[122]

لہذا منصوبہ بندی سے مراد کسی کام کو کرنے سے بیشتر سکیم بنانا لائحہ عمل اختیار کرنا، طریق کار یا رویہ متعین کرنا ہے۔ تاکہ اس کے مطابق عمل کیا جائے:۔

"Planning has been defined in many ways but most authorities agree that it is an essence and organization,conscious and continual attempt to select the best available alternative to achieve specific goals." [123]

" منصوبہ بندی کی وضاحت کئی انداز میں کی گئی ہے لیکن سب سے زیادہ متفقہ اس کی تعریف اس طرح کی جا سکتی ہے کہ یہ ایک اہم بنیادی اور منظم، شعوری اور مسلسل کوشش کا نام ہے جو مخصوص مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے دستیاب متبادل کے انتخاب کے لیے کی جاتی ہے"۔

گویا بہترین متبادل کا انتخاب ہی دراصل معاشی سرگرمیوں کی روح ہے۔

معاشی منصوبہ بندی

ذیل میں ہم ماہرین کی پیش کردہ معاشی منصوبہ بندی کی تعریفوں کا جائزہ لیتے ہیں۔

H.D Dickinson معاشی منصوبہ بندی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں[124]

[120] فتح پوری، فرمان، ڈاکٹر، رافع اللغات، الفیصل ناشران و تاجران کتب لاہور، ص، 711

[121] نور الحسن مولوی، نور اللغات، سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، ص، 1348

[122] اکرام چغتائی، نذیر حق، محمد اسلم کولسری، تشریحی لغت اردو سائنس بورڈ لاہور طبع اول 2001، ص: 663

[123] Waterston Albert, *Development Planning Lesson of Experience* (Jhon Hopkins University Press Washington) 26.

[124] ایچ ڈی ڈیکنسن برطانوی ماہر معاشیات جو 1899 کو بٹر سیا میں پیدا ہوئے اور 1968ء کو وفات پاگئے، آکسفورڈ یونیورسٹی پریس 2018

“Economic planning is the making of major economic decisions-what and how much is to be produced and whom it is to be allocated by the conscious decisions of a determinate authority on the basis of a comprehensive survey of the economic system as a whole”[125]

" منصوبہ بندی ایک خاص ادارے کی طرف سے ملکی نظام معیشت کا مجموعی طور پر جائزہ لینے کے بعد اس قسم کے معاشی فیصلے کرنا ہے کہ ملک میں کون کون سی اشیا پیدا کی جائیں کس طرح سے پیدا کی جائیں اور ان کی تقسیم کس طرح سے عمل میں آئے گی"۔

Lewis Lorwin[126] معاشی منصوبہ بندی کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں:

“Planning is a device of the economic organization in which individuals, enterprises and industries are considered integrated units of a single system. Its purpose is to utilize all means and resources to provide material for maximum satisfaction of the people with in a fixed period”. [127]

" منصوبہ بندی معیشت میں ایسی معاشی تنظیم ہے جس میں افراد، کارخانے، کاروبار اور صنعتیں ایک ہی وحدت کے تکمیلی اجزاء ہیں جو ملک میں موجودہ ذرائع کو اس طرح سے استعمال کرتی ہے کہ عوام کی ضروریات کی زیادہ سے زیادہ تسکین ہو سکے"۔

“The conscious effort of a central organization to influence direct and in some cases even control changes in the principal economic variables (such as GDP, consumption ,investment and saving etc) of a certain country or region over the course of time in accordance with a predetermined set of objectives.”[128]

"کسی مرکزی تنظیم کی ایسی شعوری کوشش جو دیے گئے متعین وقت میں مقررہ اور طے شدہ مقاصد کے حصول کے لیے براہ راست کسی مخصوص ملک اور علاقے پر اثر انداز ہو اور حتیٰ کہ خام پیداوار اور صرف اور سرمایہ کاری، بچت جیسے متغیرات پر کنٹرول رکھے"

معاشی منصوبہ بندی کی درج بالا تعریفات سے واضح ہوتا ہے کہ معاشی منصوبہ بندی سے مراد حکومت کی طرف سے ایسے پروگرام اقدامات اور پالیسیاں وضع کرنا ہے۔ جن سے ذرائع کا بہترین استعمال کر کے عوام کی فلاح و بہبود، خوشحالی اور معاشی ترقی جیسے خاص مقاصد کو حاصل کیا جاسکے چنانچہ کسی ملک اور علاقے کے حکومتی ادارے تنظیم اور اتھارٹی کی ایسی شعوری کوشش، حکمت عملی، اور معاشی تدبیر جو مطلوبہ معاشی مقاصد کے حصول کے لیے کی جائے معاشی منصوبہ بندی کہلاتی ہے، گویا معاشی منصوبہ بندی دور حاضر میں معاشی مقاصد کے حصول کا ایک فنی طریقہ، تکنیک اور حکمت عملی ہے۔ تاہم ان تمام تعریفات میں چند بنیادی چیزیں مشترک ہیں جنھیں معاشی منصوبہ بندی کے عناصر کہا جاتا ہے ان میں (1) منصوبہ ساز ادارہ، تنظیم یا حکومت و اتھارٹی، (2) منصوبے کے مقاصد، (3) منصوبے کا وقت اور دورانیہ اور (4) وسائل کی تعیین کو کسی بھی منصوبے میں بنیادی عناصر کی حیثیت حاصل ہے جن کا دور حاضر کے مروجہ نظامہائے معیشت کی معاشی منصوبہ بندی کے تصورات کے تناظر میں تحقیقی جائزہ آئندہ سطور لیا جائے گا۔ چونکہ دور حاضر میں چار بڑے معاشی نظام اشتراکیت، سرمایہ دارانہ نظام معیشت، مخلوط معاشی نظام اور اسلامی معاشی نظام موجود ہیں تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ دور حاضر کے معاشی ماہرین و مفکرین کی پیش کردہ تعریفات کا دور حاضر کے مروجہ نظامہائے معیشت میں کس قدر تعلق اور

---

[125] Dickinson, *Economic of Socialism*,(Oxford University Press , New York 1939) , 41

[126] لیوس لارون، روسی ماہر معاشیات 1883 میں یوکرائن میں پیدا ہوئے، انٹرنیشنل لیبر آفس میں معاشی ایڈوائزر رہے 1970ء میں وفات پائی۔

[127] G Frederick, *Reading in Economic planning*,153

[128] Todaro Michael and Smith Stephen, *Economic Development*,Pearson, New York,2012

عمل دخل ہے؟اور دور حاضر کے مسائل کے حل اور مطلوبہ معاشی مقاصد کے حصول میں ان نظامہائے معیشت کے معاشی منصوبہ بندی کے تصورات کا کیا کردار ہے؟نیز ان کے مقابل اسلام کا معاشی منصوبہ بندی کا تصور کیا ہے؟اور دور حاضر میں اس تصور کی کیا اہمیت اور ضرورت ہے؟نیز دور حاضر میں مروجہ نظامہائے معیشت کے معاشی منصوبہ بندی کے تصور، معاشی مقاصد، اور طریقہ کار میں کس قدر یکسانیت و مماثلت پائی جاتی ہے اور ان میں کس قدر تضاد و بعد ہے؟چنانچہ انھی سوالات کی کھوج پر مبنی تحقیقی جائزہ آئندہ سطور میں پیش کیا جاتا ہے

معاشی منصوبہ بندی کا آغاز وارتقاء

معاصر معاشی منصوبہ بندی کا طریقہ سب سے پہلے روس نے اختیار کیا۔ ابتدا میں یہ طریقہ کار صرف اشتراکی ممالک تک محدود تھا۔ لیکن جنگ عظیم دوم کے بعد منصوبہ بندی کو بہت زیادہ فروغ حاصل ہوا۔ کیونکہ ایک طرف تو جنگ کی وجہ سے تباہ شدہ قوموں نے اپنی معیشت کی بحالی کے لئے منصوبہ بندی کو اپنایا اور دوسری طرف پسماندہ ممالک نے معاشی منصوبہ بندی کے ذریعے معاشی ترقی حاصل کرنے کی ضرورت محسوس کی۔ معاشی منصوبہ بندی کو سب سے پہلے 1920 میں سویت یونین نے اختیار کیا بعد میں دوسری جنگ عظیم کے بعد 1950 میں اکثر ممالک اپنی معیشت میں سخت کنٹرول رکھنے پر مجبور ہوگئے یہ نظریہ وسیع طور پر اختیار کیا جانے لگا کہ گورنمنٹ کو منصوبہ بندی اور تاثراتی سرگرمیوں میں شاندار کردار ادا کرنا چاہیے۔

“Soviet planning evolved pragmatically in piecemeal fashion but despite this it is possible to distinguish various phases of development.Tanative steps were taken towards the formulation of a perspective plan around 1920-1,and by 1925 the idea of a planning system utilizing three basic time horizons had taken …Gosplan the state planning commission was established in 1921”[129]

روس کی معاشی منصوبہ بندی نے عملی طور پر تدریجاً رواج پایا لیکن اس کے باوجود ان مختلف ترقیاتی ادوار میں فرق و امتیاز کرنا ممکن ہے۔ 1-1920 میں تناظراتی منصوبے کی تشکیل کی غرض کے لیے رواجی سے اقدامات کو اختیار کیا گیا اور 1925 میں منصوبہ بندی کے نظریے نے تین بنیادی تصورات کو استعمال اختیار کیے۔۔۔"گوس پلان"ایک ریاستی منصوبہ بندی کمیشن 1921ء میں قائم ہوا۔

پروفیسر آرتھر لیوس[130] معاشی منصوبہ بندی کے آغاز وارتقاکے بارے میں رقمطراز ہیں:۔

“Since the end of Second World War most countries of Asia, Africa and Latin America have published one or more development plans”.[131]

"دوسری جنگ عظیم کے بعد ایشیا، افریقہ اور لاطینی امریکہ کے اکثر ممالک نے ایک یا زائد ترقیاتی منصوبے تشکیل دیے"۔

راتنکار جیدم [132] معاشی منصوبہ بندی کے ارتقاء کے بارے میں لکھتے ہیں:۔

“The planning process is a unique gift of Soviet Union to the world community.Planning machinery of Soviet Union was established in 1925, and

---

129 *R Kerry Turner and Clive Collis,The Economics of Planning,(The Macmillan Press London,1977)38*

130 ڈبلیو آرتھر لیوس برطانوی ماہر معاشیات:1915 کو پیدا ہوئے Economic Development پر لکھنے میں شہرت حاصل کی 1979 میں نوبل میموریل پرائز حاصل کیا۔

131 W. Arthur Lewis, *Development planning* (George Allen& Unwin,London,1966) 13

132 1971 میں نیو دہلی میں پیدا ہوئے اور انڈیا میں پلاننگ کمیشن ک سینئر مشیر کے عہدے پر فائز ہیں۔

its first five years plan was came into existence in 1928 other plan dates as are follows:

Germany: 1933 First Nazi four year plan

Italy: 1933 Vanoni plan

USA: 1933 Development of Tennessee valley in USA

Turkish: 1934

India: 1951 after independence first five year plan

Ghana 1951 British colony its first plan

1957second and third plan of Ghana.

In 1964 there were about 125 nations had development plan. Out of 125 nations about 93 were termed as developed countries in 1964.

In Western Europe among the democracy United Kingdom was first nation to have overall plan after world ward 11, other countries to follow U.K were Netherland, Norway, France (1946). Sweden, Denmark".[133]

"منصوبہ بندی کا عمل دنیا کے لوگوں کے لیے سویت یونین کی طرف سے ایک بے مثل تحفہ ہے سویت یونین کی منصوبہ بندی کی مشینری 1925 میں قائم ہوئی اور اس کا پہلا پانچ سالہ منصوبہ 1928ء میں وجود میں آیا جبکہ دوسرے ممالک کہ پہلے منصوبوں کی تواریخ درج ذیل ہیں:

جرمنی نے اپنا پہلا چار سالہ نازی منصوبہ 1933ء میں بنایا، اٹلی نے 1933ء میں ونونی منصوبہ بنایا، امریکہ نے 1933ء میں ٹینسی ویلی منصوبہ بنایا ،ترکی نے 1934 میں ،انڈیا نے آزادی کے بعد 1951 پہلا پانچ سالہ منصوبہ بنایا، گھانا نے بھی 1951ء میں 1957ء میں گھانا نے اپنا دوسرا اور تیسرا منصوبہ بنایا۔ 1964ء میں 125 قوموں نے معاشی منصوبہ بنایا اور ان 125 قوموں میں سے 93 قوموں کو 1964 میں ترقی یافتہ ممالک کا نام دیا گیا۔ مغربی یورپ میں انگلستان پہلا ملک تھا جس نے دوسری جنگ عظیم کے بعد پہلا باضابطہ اور مکمل پانچ سالہ منصوبہ بنایا، دوسرے ممالک جنہوں نے انگلستان کی پیروی کی ان میں نیدر لینڈ، ناروے، فرانس (1946) اور سویڈن تھے"۔

اگرچہ معاشی منصوبہ بندی کا آغاز روس نے کیا مگر اس معاشی منصوبہ بندی کے نتائج، ثمرات اور ضرورت و اہمیت دیکھ کر دوسرے ممالک نے بھی اس کی تقلید شروع کر دی چنانچہ دور حاضر میں معاشی منصوبہ بندی کے بغیر معاشی ترقی کا تصور ادھورا رہ جاتا ہے۔ امریکہ جیسے آزاد معیشت کے علمبردار ملک کو بھی اپنی کل معیشت کا 30 فیصد منصوبہ بندی سے کام لینا پڑتا ہے۔ ابتدا میں تو نظام سرمایہ داری کے حامل ملکوں نے منصوبہ بندی کو ناپسند کیا لیکن 1930 کی عالمی کساد بازاری اور پروفیسر کینز کے خیالات اور نظریات کی مقبولیت کے بعد عدم مداخلت کے روایتی نظام کو ترک کرنے پر زور دیا گیا اور معاشی منصوبہ بندی معاشی ترقی کے لیے ناگزیر ہو گئی۔

[133] Ratnakar Gedam, *Development Plannaning,Origin and Growth*, (Akashdeep publishing house New Delhi),27, 28

معاشی منصوبہ بندی کی ضرورت واہمیت

ہم جانتے ہیں کہ اس چیز کا فیصلہ کہ کون سی اشیاء بنائی جائیں کتنی مقدار میں بنائی جائیں اور کن کے لئے بنائی جائیں اس کا فیصلہ تو قیمتوں کی میکانیت سے از خود ہو جاتا ہے تو پھر معاشی منصوبہ بندی کو اختیار کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ ذیل میں ہم ان حقائق کی کھوج لگائیں گے جو معاشی منصوبہ بندی کی وجہ بنتے ہیں اس معاشی منصوبہ بندی کا آغاز سوشلسٹ ممالک سے ہوا تو آخر کیا وجہ ہے کہ سرمایہ دارانہ نظام معیشت کے حامل ممالک بھی اس کو اختیار کرنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ جیسا کہ درج ذیل رپورٹ اس حقیقت کو واضح کرتی ہے۔

"Planning as we have seen has become an accepted practice in many countries since the end of the World War II. Wide spread adaptation of planning for development springs primarily from the urgency with which that the task of overcoming economic backwardness…To promote the structural change in the economy through a conscious direction of investment flows according to a predetermined scheme of priorities." [134]

"جنگ عظیم دوم کے بعد منصوبہ بندی اکثر ممالک کے لیے ایک ضرورت بن گئی۔ ابتدائی طور پر معاشی بدحالی سے نجات، ترقیاتی منصوبہ بندی کے کثرت سے اختیار کیے جانے کا سبب بنی۔۔۔ ترجیحات کے پہلے سے طے شدہ منصوبے کے مطابق سرمایاکاری کے بہاؤ کی یقینی سمت کی جانب معیشت کی ساختی تبدیلی ترقی دینے کا عمل ہے"

معاشی منصوبہ بندی کی ایک ضرورت تو یہ ہے کہ ریاست کی طرف سے جو معاشی فیصلے کئے جاتے ہیں وہ افراد کے انفرادی فیصلوں کے مقابلے میں زیادہ موزوں اور حقیقت پسندانہ ہوتے ہیں کیونکہ یہ فیصلے تمام معاشی حالات کو مد نظر رکھ کر کئے جاتے ہیں اس لئے کہ ریاست ہی بہتر طور پر جانتی ہے کہ اس کے شہریوں کو کتنی چیزیں ضرورت ہوں گی اور یہ کب چاہیئے ہوں گی۔

"Planning has enabled the national elites to some extent to make national economic policy decisions that are consistent with the capabilities".[135]

"منصوبہ بندی کے باعث بااصول اور بااختیار قومی رہنما اس قابل ہوئے کہ وہ معاشی پالیسی کے لیے فیصلے کر سکیں"۔

معاشی ترقی کے حصول اور معاشی خوشحالی کے لئے بھی قومی سطح پر منصوبہ بندی کی ضرورت ہوتی ہے کیونکہ نجی سرمایہ کاری کی رفتار سست ہوتی ہے اور اس سے صرف محدود طبقہ ہی مستفید ہوتا ہے۔ اس لئے ضروری ہوتا ہے کہ قومی سطح پر معاشی ترقی اور ملک کی خوشحالی کے لئے قومی سطح پر معاشی منصوبہ بندی کی جائے۔ معاشی منصوبہ بندی کے ذریعے ملکی وسائل اور ذرائع کو بہتر طور پر استعمال کیا جاسکتا ہے۔ اس طرح معاشی ترقی کی رفتار کو بہتر کیا جاسکتا ہے۔ لہٰذا وسائل کے صحیح اور بہتر استعمال اور تقسیم کی خاطر منصوبہ بندی ضروری ہوتی ہے۔

"Planning helps the national planners to identity resources and relates them to plan objectives."[136]

"منصوبہ بندی سے قومی منصوبہ ساز اس اہل ہوئے کہ وہ وسائل کو تلاش کرنے کے بعد انہیں منصوبے کے مقاصد سے ہم آہنگ کریں"۔

---

[134] *United Nations Ecosoc Committee for development planning report* on the 4th and 5th seasons (March/May 1969 UN New York 1969),24
[135] Walter Ouma, *Administrative aspects of development planning*, (University of Nairo 1970),3
[136] Ibid

قیمتوں کی میکانیت منڈی میں مکمل مقابلہ کی بناء پر قائم ہے مگر عملی زندگی میں مکمل مقابلہ کی تمام شرائط پوری نہیں ہو پاتیں یوں اجاریاں داریاں جنم لیتی ہیں اور بڑے بڑے کاروباری ادارے ملک کی معاشی اور سماجی زندگی پر اثر انداز ہوتے ہیں یہ ادارے اپنے منافع کو بڑھانے کی خاطر اشیاء کی مصنوعی قلت پیدا کر دیتے ہیں صارفین کا استحصال کرتے ہیں۔ لہٰذا اجارہ داریوں کے خاتمے کے مصنوعی قلت کے خاتمے کے لئے حکومت اور ریاست کی مداخلت ضروری ہو جاتی ہے۔ وہ منصوبہ بندی کے ذریعے ان کا خاتمہ کرے اور مکمل مقابلے کی فضا پیدا کرے۔

منصوبہ بندی کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ علاقائی معاشی تفاوت کو دور کیا جائے تاکہ معاشی ترقی کے فوائد سے تمام علاقے اور طبقے یکساں طور پر مستفید ہوں۔ پسماندہ علاقوں کے لئے سہولتیں اور رعائتیں فراہم کر کے ان کو معاشی ترقی کی رفتار میں شامل کرنے کے لئے معاشی منصوبہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ جیسے پاکستان میں ایک طرف کراچی میں صنعتوں کی بہتات ہوگئی اور دوسری طرف بلوچستان صنعتی ترقی سے محروم رہا اس لئے ضروری ہے کہ ایسی منصوبہ بندی کی جائے کہ محروم طبقے قوموں اور علاقے کی معاشی محرومی کو دور کیا جاسکے۔ تاکہ امیر اور غریب کے درمیان جو وسیع خلیج پیدا ہو گئی ہے اسے کم سے کم کیا جاسکے۔

"Planning mechanism has helped to coordinate and harmonize conflicting national aspirations".[137]

"منصوبہ سازی نے ہمیں متضاد قومی خواہشات کو باہمی تعاون اور ہم آہنگ کرنے میں مدد کی ہے"۔

بعض اوقات معیشت کے شعبوں میں خلا پیدا ہو جاتا ہے اگر ایک شعبہ زیادہ ترقی کر لیتا ہے تو دوسرا شعبہ اس دوڑ میں بہت پیچھے رہ جاتا ہے۔ شعبوں کی اس بے ربطی سے معیشت غیر متوازن ہو جاتی ہے۔ لہٰذا متوازن معیشت کے لئے معیشت کے تمام شعبوں میں باہمی متوازن ربط ہونا انتہائی ضروری ہوتا ہے اور اس ربط کا انحصار منصوبہ بندی پر ہے۔

یہ وہ ضرورتیں اور وجوہات ہیں جن کی بنا پر معاشی منصوبہ بندی دنیا کے تمام معاشی نظاموں میں مروج ہے۔ چاہے وہ ممالک ترقی یافتہ ہوں یا غیر ترقی یافتہ سب نے اپنی معاشی ترقی اور بہتری کے لیے اس طریقہ کو اختیار کیا ہوا ہے غریب اور غیر ترقی یافتہ ممالک کے لئے معاشی منصوبہ بندی کی اہمیت اور ضرورت دوچند ہو جاتی ہے۔

"Planning is more necessary in backward countries".[138]

"منصوبہ سازی معاشی لحاظ سے بد حال ممالک کے لیے تو انتہائی ضروری ہے"

اس لیے اگر بہت پسماندہ ممالک اس تکنیک کا استعمال کریں تو بہت جلد اور تیزی سے معاشی ترقی سے ہمکنار ہو سکتے ہیں۔

"Even the most backward countries will progress rapidly if its government knows this how to tap this dynamic force".[139]

"یہاں تک کہ سب سے زیادہ پسماندہ ممالک تیزی سے ترقی کریں گے اگر ان کی حکومت یہ جانتی ہے کہ یہ متحرک قوت کیسے طے کرے گی"۔

[137] Ibid
[138] Arthur Lewis, *Principles of Economic Planning* (London ,1969), 122
[139] Ibid ,128

راتنکار جیدم معاشی منصوبہ بندی کی ضرورت کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔

"One May asked if a country is not going to become socialist or communist as Russia is than why at all planning needed. There could be three justifications on the ground that:

1.To fulfill constitutional obligations or goals.

2 To implement political manifesto of the ruling party.

3To keep economy turned to modernizing drive by controlling the economic instruments and variables"[140]

"یہ سوال کیا جاسکتا ہے کہ اگر ایک ملک سوشلسٹ یا کیمونسٹ نہیں ہے تو کیا اس کے لیے کیا ضروری ہے کہ وہ منصوبہ بندی کرے؟ اس کی تین وجوہات بن سکتی ہیں:

1 قانونی تقاضے اور مقاصد پورا کرنے کی غرض سے

2 حکمران پارٹی کے سیاسی منشور پر عمل کرنے کی غرض سے

3 اقتصادی وسائل اور متغیرات کو کنٹرول کرتے ہوئے معیشت کو جدید خطوط پر استوار کرنے کی غرض سے۔

چنانچہ دنیا کے تمام ممالک معاشی منصوبہ بندی کے عمل کو اختیار کئے ہوئے ہیں"

"Today there is no developing nation that does not have a development plan in one form or another. The motivation to plan has come from within and from without.The United Nations has been very instrumental in encouraging the developing nation to adopt planning as a means to ensuring orderly progress towards the development goals".[141]

"موجودہ دور میں کوئی بھی ترقی کرنے والی قوم یا ملک ایسا نہیں ہے جو کسی نہ کسی شکل میں ترقیاتی منصوبہ نہ رکھتا ہو۔ منصوبہ سازی کی تحریک اس کے اندر سے اور اس کے باہر بھی پیدا ہوتی ہے۔ اقوام متحدہ نے ترقی یافتہ ملک کی ترقیاتی اہداف کے حوالے سے منظم ترقی کی غرض سے بہت حوصلہ افزائی کی ہے"۔

گویا معاشی منصوبہ بندی ایک ایسا اوزار، ہتھیار اور تکنیک ہے جس کے ذریعے معاشی ترقی، معاشی استحکام کا حصول ممکن ہو جاتا ہے اور وسائل کا مناسب استعمال کیا جاتا ہے اور حکومت و ریاست اسے معاشی مقاصد کے حصول کے لیے اختیار کرتی ہے۔ معاشی منصوبہ بندی کے بغیر کوئی بھی مالی و معاشی نظام ایسا ہے کہ جیسے ایک جہاز کو بغیر پتوار، قطب نما اور متعین منزل کے ایسے ہی سمندر پر چھوڑ دیا جائے۔ اس سے نہ صرف وسائل اور وقت برباد ہونگے بلکہ مقصد اور منزل تک رسائی بھی نہیں ہو سکے گی۔

[140] Ratnakar Gedam, *Development planning origin and growth*, 6
[141] Walter Ouma, *Administrative Aspects of Development*, 3

معاشی منصوبہ بندی کی اقسام

اس مبحث میں معاشی منصوبہ بندی کی اقسام کا جائزہ لیا جاتا ہے۔ معاشی منصوبہ بندی کی بنیاد اس کے مقاصد ہوتے ہیں اور ان مقاصد کے حصول کو معین وقت میں اور مخصوص عرصے میں یقینی بنانا ہوتا ہے نیز چونکہ منصوبہ بندی کا عمل کسی اتھارٹی اور ادارہ کی نگرانی میں انجام پاتا ہے لہذا اس عمل میں حکومت کا کردار کلیدی نوعیت کا ہوتا ہے۔ اس طرح معاشی منصوبہ بندی کی اقسام کی دو صورتیں ہیں:

۱۔ سائز یا مدت کے لحاظ سے منصوبہ بندی کی اقسام

۲۔ حکومتی عمل اور مقاصد کی نوعیت کے لحاظ سے معاشی منصوبہ بندی کی اقسام

مدت اور عرصہ کے لحاظ سے معاشی منصوبہ بندی کی اقسام

مدت اور عرصہ کے لحاظ سے معاشی منصوبہ بندی کی درج ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں۔

قلیل المعیاد منصوبہ

یہ منصوبہ ایک سال کے لئے بنایا جاتا ہے اسے سالانہ ترقیاتی منصوبہ (Annual development plan) بھی کہا جاتا ہے اس میں معیشت کے عدم توازن کو دور کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ قلیل المعیاد منصوبوں کا مقصد صحت، تعلیم، رہائش، پینے کے پانی وغیرہ کی سہولتیں بہم پہنچانا ہوتا ہے۔

۲۔ متوسط المعیاد منصوبے

ان منصوبوں کو چار سال سے سات سال کے عرصہ کے لئے وضع کیا جاتا ہے۔ عام طور پر یہ منصوبے 5 سال کے لیے وضع کیے جاتے ہیں مختلف ممالک میں 3 یا 4 سال سے 7 سال کے درمیان تک کے سائز کے لئے منصوبہ سازی کی جاتی ہے۔ ان منصوبوں کا مقصد قومی معیشت کو مستحکم کرنا، فی کس آمدنی میں اضافہ کرنا اور روزگار کے لئے مواقع پیدا کرنا۔ معیشت میں خود کفالت کے حالات پیدا کرنا علاقائی اور بین الصوبائی عدم مساوات کو ختم کرنا ہوتا ہے۔

بعض ماہرین کے مطابق یہ منصوبے تین سے دس سال کے لئے بنائے جاتے ہیں۔

"These plans of three to ten years, with their time period falling between, The long period and short period have a two -fold significance. First they act as link between the long period and the short period and there by connect the chain of time. Second these plans draw upon the horizon chalked out in the long term perspective plan and at the same time present a frame work for drawing up of short period plans".[142]

[142] A.N. Agrawal and Kundan Lal, *Economic Planning* (vikas Publishing House New Delhi1977),47

"یہ منصوبے تین سے دس سالہ مدت تک کے لیے ہوتے ہیں طویل مدتی اور مختصر مدت کے منصوبوں کی دگنی اہمیت ہے پہلا فائدہ یہ ہے کہ یہ طویل اور مختصر مدت کے درمیان ربط قائم کرتے ہیں اسطرح تمام عرصہ میں سلسلہ قائم رہتاہے دوسرا یہ کہ یہ منصوبے طویل مدتی منصوبوں کے لیے افقی خطوط قائم کرتے ہیں اسی طرح یہ منصوبے مختصر مدتی منصوبوں کے لیے بھی فریم ورک بناتے ہیں"۔

۳۔ طویل المعیاد منصوبے

یہ منصوبے عام طور پر 10 سال سے 30 سال تک کی مدت کے لئے بنائے جاتے ہیں۔ انھیں تناظری منصوبے بھی کہتے ہیں۔

یہ طویل المیعاد منصوبے ہی دراصل معاشی منصوبہ بندی کا جوہر اور اصل مراد ہوتے ہیں۔

"Perspective planning is essence of the planning process".[143]

"تناظراتی یعنی طویل مدتی منصوبے ہی دراصل معاشی منصوبوں کی بنیاد اور روح ہیں"۔ ان منصوبوں کا وقت اتنا طویل ہوتا ہے کہ ماہرین اپنی پالیسیوں اور اقدامات کے نتائج کو دیکھ سکتے ہیں۔ عام طور پر اس منصوبے کا مقصد معیشت کی ساخت میں تبدیلیاں لانا ہوتا ہے۔ یہ منصوبے قابل تغیر اور لچکدار ہوتے ہیں۔ ان منصوبوں میں درج ذیل مقاصد کو مد نظر رکھا جاتا ہے۔

۱۔ افرادی قوت کی منصوبہ بندی

۲۔ تعلیمی منصوبہ بندی

۳۔ خاندانی منصوبہ بندی

۴۔ زمینوں کی اصلاح اور لینڈ ریفارمز

۵۔ صحت وصفائی اور دیگر سماجی خدمات کی فراہمی کے بارے میں منصوبہ بندی۔

"Long term planning is becoming quite popular these days to take a longish view of the future of the economic. The period up to 20 to 25 is considered to be well within the reach of an adult's life time. During the period one can see the results of one's action and make necessary corrections, if anything goes wrong."[144]

"مستقبل کی طویل مدتی معاشی مقاصد کے دیکھنے کے لیے طویل مدتی منصوبہ بندی موجودہ دور میں زیادہ مقبول ہوتی جارہی ہے۔ 20 سے 25 سال تک عرصہ بہتر خیال کیا جاتا ہے تاکہ اس عرصہ میں کوئی بھی شخص اپنے اعمال اور کارکردگی کے نتائج دیکھ سکتا ہے اور اگر کچھ غلط ہوجائے توضروری اصلاحات بھی کرسکتا ہے"۔ اب ہم ذیل میں حکومتی کردار اور مقاصد کی نوعیت کے لحاظ سے معاشی منصوبہ بندی کی اہم اقسام کا جائزہ لیتے ہیں۔

[143] B.N GHOSH & Rama GHOSH, *Economic Erowth*, Development And Planning (New Dehli) 515.
[144] Ibid

2 حکومتی عمل اور مقاصد کی نوعیت کے لحاظ سے معاشی منصوبہ بندی کی اقسام

(مرکوز اور غیر مرکوز منصوبہ بندی) Centralized and Decentralized Planning

مرکوز قسم کی منصوبہ بندی کا تمام عمل مرکزی منصوبہ بندی بورڈ کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ یہ اتھارٹی مرکزی منصوبے کو تشکیل دیتی ہے۔ منصوبے کے مقاصد کو طے کرتی ہے اور معیشت کے ہر شعبے کے بارے میں اہداف اور ترجیحات کا تعین کرتی ہے۔ دوسرے الفاظ میں تمام معاشی فیصلے جیسا کہ: کیا پیدا کیا جائے؟ کیسے پیدا کیا جائے؟ اور کن کے لیے پیدا کیا جائے؟ جیسے امور کی منصوبہ بندی مرکزی منصوبہ بندی کا ادارہ ہی کرتا ہے اور عام افراد کو مرکزی ادارے کی ہدایات کے مطابق کام کرنا پڑتا ہے ہر شہری صارف، تاجر، آجر، ناظم اور مزدور کو مرکزی ادارے کی ہدایت کو اپنانا ہوتا ہے۔

"In a centralized planning, the entire planning, the entire work of planning, e.t.c is in the hands of the central planning authority. It is the duty of the central authority to ensure proper coordination uniformity and cohesion of the planning process of a centralized planning"[145]

"مرکزی منصوبہ بندی میں مکمل منصوبہ سازی کا عمل، مکمل منصوبہ بندی وغیرہ جیسے کام مرکزی منصوبہ ساز اتھارٹی کے پاس ہوتے ہیں۔ یہ مرکزی اتھارٹی کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ مرکزی منصوبہ بندی کے عمل میں منصوبہ کے نفاذ اور ہم آہنگی کو یقینی بنائے"۔ اس کے برعکس غیر مرکوز منصوبہ بندی پر عمل نیچے سے ہوتا ہے۔ یہاں مرکزی منصوبہ بندی بورڈ معیشت کے مختلف انتظامی یونٹس کے ساتھ صلاح مشورہ کے بند منصوبہ تشکیل دیتا ہے۔ مختلف افراد اور محکموں کو اپنی اپنی حدود میں منصوبہ بندی کرنے کو کہا جاتا ہے۔ اور اس کے بعد ان سب کو ملا کر ایک جامع منصوبہ تیار کیا جاتا ہے۔

"Under this planning the formulation and implementation of the plan is given to the local authority regional and local bodies take all decisions for planning".[146]

"غیر مرکوز منصوبہ بندی میں منصوبے کی تشکیل اور نفاذ کے تمام اختیارات مقامی اتھارٹی، علاقائی اور مقامی حکومت کو دیے جاتے ہیں تاکہ وہ منصوبہ بندی کے تمام فیصلے خود کریں"۔

تفاعلی منصوبہ بندی اور ہیئتی منصوبہ بندی Functional and Structural Planning

مروجہ سیاسی اور معاشی نظام کو تبدیل کیے بغیر منصوبہ بندی کرنا تفاعلی منصوبہ بندی کہلاتا ہے۔ اس میں موجودہ نظام معیشت کو برقرار رکھتے ہوئے اس کی بعض خرابیوں کو دور کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

---

[145] A.N Agrawal and Kundan Lal, *Economic Growth*, Development and Planning,49
[146] Ibid,520

“Functional planning will only repair, not only build a new. It will improve the work of existing order ,but not supersede it.”[147]

"تفاعلی منصوبہ بندی صرف مرمت کے کے لیے کی جاتی ہے اس میں نئی تعمیر نہیں کی جاتی اس میں موجودہ کام کو بہتر کیا جاتا ہے نئی تبدیلی نہں کی جاتی"۔اس کے برعکس ہیتی(Structural)منصوبہ بندی میں ملک کے سیاسی، معاشی اور معاشرتی نظام کی ہیئیت بدل دی جاتی ہے۔

“In case changes in socio economic institutions are part and parcel of structural planning”.[148]

"جبکہ ہیئتی منصوبہ بندی میں سماجی معاشی اداروں میں تبدیلی اس کا لازمی جزو ہے"۔اس لئے اس کے حامیوں کا کہنا ہے کہ منصوبہ بندی اور سرمایہ داری ایک ساتھ نہیں چل سکتے۔ اس لئے جہاں اس طرح کی منصوبہ بندی کی جاتی ہے وہاں سرمایہ دارانہ نظام کو ختم کر کے ایسی منصوبہ بندی کی جاتی ہے۔

عمومی اور جزوی منصوبہ بندیGeneral and Partial Planning

پوری معیشت کے لئے بحیثیت مجموعی منصوبہ بنانا عمومی منصوبہ بندی کہلاتا ہے۔ اس میں معیشت کے تمام شعبوں کو برابر اہمیت دی جاتی ہے۔اس کا آغاز ایک بااختیار اور مرکزی ادارہ کرتا ہے اور وہی اسے مکمل کرتا ہے۔

“A general or overall planning with minute details is called comprehensive planning.Under comprehensive planning all the economic aspects are included and integrated in an organized manner”.[149]

"عمومی قسم کی منصوبہ بندی میں جس میں لحہ لحہ کی تفصیلات ہوں ایک جامع قسم کی منصوبہ بندی کہلاتی ہے۔جامع منصوبہ بندی میں معیشت کے تمام پہلو شامل ہوتے ہیں اور منظم طریقے سے باہم مربوط ہوتے ہیں"۔ اس کے برعکس مختلف یا مخصوص شعبوں کی ترقی کیلئے جیسے کہ صنعت کو ترقی دینا پانی اور بجلی کے ذرائع کو ترقی دینا جزوی منصوبہ بندی ہے۔

“When only a few sectors are considered in planning it becomes a partial planning. In a partial planning only certain aspects of a sector or industry may be considered”.[150]

"جب چند سیکٹر یا شعبے منصوبہ بندی میں شامل کیے جاتے ہیں تو اسے جزوی منصوبہ سازی کہتے ہیں۔ جزوی منصوبہ بندی میں صرف خاص سیکٹر یا صنعت شامل کی جاتی ہے"۔

---

[147] Ferdynand Zweig, *Planning of Free Societies* (Good Copmanions Publishers India, 1962), 29
[148] Agarwal, Economic Planning ,64
[149] Ghosh B.N, *Economic Growth Development and planning*,519
[150] Ibid

راغبانہ منصوبہ بندی Induced Planning

یہ ایک ایسی منصوبہ بندی ہے جس میں تمام معاشی فیصلے ترغیب کی بنیاد پر انجام پاتے ہیں۔ یہاں احکامات کی بجائے راغبانہ انداز پایا جاتا ہے۔ آجرین آزاد ہوتے ہیں۔ صرف اور پیدائش پر کوئی پابندی نہیں ہوتی لیکن یہ تمام آزادیاں سرکاری کنٹرول اور ریگولیشن کے تحت ہوتی ہیں۔ جہاں معاشی فیصلے اور اہداف ترغیبات کی بنیاد پر حاصل کئے جاتے ہیں۔ اس منصوبہ بندی کو راغبانہ منصوبہ بندی کہتے ہیں۔

"This type of planning involves no compulsion, but only persuasion. It involves less sacrifice of individual liberty. In this type of planning the central authority achieves the objectives of planning by offering".[151]

"اس قسم کی منصوبہ بندی میں کسی مجبوری کا کوئی عنصر نہیں پایا جاتا۔ اس میں انفرادی آزادی کی بہت ہی کم قربانی دینی پڑتی ہے۔ منصوبہ بندی کی اس قسم میں مرکزی اتھارٹی ترغیب اور پیش کش کے ذریعے منصوبہ بندی کے مقاصد حاصل کر پاتی ہے" منصوبہ بندی کی یہ قسم دنیا کے سرمایہ دارانہ اور مخلوط معاشی نظام کے حامل ممالک جیسے کہ امریکہ، جرمنی، برطانیہ، فرانس، پاکستان اور ہندوستان میں رائج ہے۔

جمہوری منصوبہ بندی Democratic Planning

"Democratic planning is based on free enterprise system. It is practically confined to the official sector directly. But the economic activity of the non-official sector is regulated indirectly...Democratic planning is planning by consent of the people. The people have full freedom."[152]

"جمہوری منصوبہ بندی آزاد مارکیٹ کے نظام پر قائم ہے۔ یہ عملی طور پر براہ راست سرکاری شعبے تک محدود ہوتی ہے لیکن نجی شعبہ کی سرگرمیوں کو بھی بالواسطہ طور پر متحرک رکھا جاتا ہے۔ جمہوری طرز کی منصوبہ بندی دراصل عوامی مرضی کی منصوبہ بندی ہوتی ہے لوگوں کو مکمل آزادی حاصل ہوتی ہے" جمہوری ممالک میں جو منصوبہ بندی اختیار کی جائے اسے جمہوری منصوبہ بندی کہا جاتا ہے۔ جہاں منصوبہ بندی بورڈ یا منصوبہ بندی کا کمیشن تشکیل دیا جاتا ہے۔ جو مختلف اداروں، ماہرین اور دانشوروں کی آراء کی روشنی میں عوام کی ضرورتوں اور تقاضوں کے مطابق منصوبہ مرتب کرتا ہے۔ اس کے بعد منصوبہ بندی کا بل پارلیمنٹ کے سامنے منظوری کے لئے پیش کیا جاتا ہے۔ اس میں سرکاری اور غیر سرکاری دونوں شعبوں کیلئے منصوبہ بندی کی جاتی ہے۔ جمہوری منصوبہ بندی میں نجی جائیداد کا حق حاصل ہوتا ہے۔ قومی ملکیت میں لینے کے اختیارات محدود ہوتے ہیں۔ جمہوری منصوبہ بندی کا مقصد دولت کی تقسیم کی ناہمواری کو دور کرنا ہوتا ہے۔

[151] Ibid,512
[152] Ibid,520

Planning by Direction or Authoritarian Planning حاکمانہ منصوبہ بندی

اس قسم کی منصوبہ بندی اشتراکی نظام کے حامل ممالک میں مروج ہے۔ اس میں حکومت مکمل طور پر بااختیار ہوتی ہے اور خود مرکزی حیثیت اختیار کر کے منصوبہ بندی کرتی ہے۔ اس قسم کی منصوبہ بندی جامع نوعیت کی ہوتی ہے اور پوری معیشت پر حاوی ہوتی ہے۔ اس میں ایک مرکزی ادارہ یا پلاننگ اتھارٹی ہی تمام منصوبہ بندی کے فیصلے کرتا ہے اس لیے یہ منصوبہ بندی غیر لچکدار ہوتی ہے۔

"Planning by direction assumes the absence of private enterprise. In this type of planning, the central authority plans, orders and directs the execution of the plan. It is also kwon as authoritarian planning. This type of planning can be used in a full-fledged socialist economy."[153]

"حاکمانہ یا آمرانہ منصوبہ بندی نجی شعبہ کی عدم موجودگی پر مبنی ہے اس قسم کی منصوبہ بندی میں مرکزی اتھارٹی ہی منصوبے پر عمل درآمد کے لیے احکامات اور ہدایات دیتی ہے اسے آمرانہ منصوبہ بندی بھی کہتے ہیں۔ اس قسم کی منصوبہ بندی مکمل طور پر سوشلسٹ معاشی نظام میں اختیار کی جاتی ہے "۔ اس قسم کی منصوبہ بندی میں معیشت کی تمام سرگرمیاں اور وسائل حکومت کے کنٹرول میں ہوتے ہیں۔ منصوبے کے اہداف حاصل کرنے کے لیے ملک کے تمام وسائل کو عاملین کے بہتر اور معیاری اشتراک سے استعمال کیا جاتا ہے۔

یہاں صارف کی حکمرانی کا کوئی تصور نہیں صارفین کو اشیاء مخصوص مقدار میں، مخصوص قیمتوں پر اور مخصوص جگہوں پر حاصل ہوتی ہیں۔ روس میں اس قسم کی منصوبہ بندی کو اختیار کرتے ہیں۔

"In a socialist economy, such as Russia, there toletarion planning…it decides targets, means resources and methods, allocations, procedures and implementation of the plan...There is no freedom on the part of the individual, individualism is suppressed at all levels".[154]

"سوشلسٹ معیشت میں جیسا کہ روس میں آمرانہ قسم کی منصوبہ بندی کی جاتی ہے۔۔۔ منصوبہ بندی سے متعلقہ تمام فیصلے حکومت خود کرتی ہے جیسے: اہداف کا تعین وسائل و ذرائع اور طریقہ کار اور منصوبے پر عمل درآمد وغیرہ۔ اس میں نجی شعبہ کو کوئی آزادی نہیں ہوتی بلکہ انفرادیت اور نجی شعبہ کی ہر سطح پر بیخ کنی کی جاتی ہے"۔ چنانچہ اس قسم کی منصوبہ بندی سے معاشرے کے افراد کی زندگی حکمران طبقہ کی ہدایات کے تابع ہو کر رہ جاتی ہے، عوام الناس کی نجی، خاندانی زندگی حتیٰ کہ دوستوں کے ساتھ تعلقات، کام کی نوعیت اور فرصت کے لمحات کے استعمال تک حکومت کی ہدایات اور احکامات کے تابع ہوتے ہیں"

[153] Ibid,13
[154] Ibid,520

معاشی منصوبہ بندی کے لوازمات

معاشی منصوبہ بندی کی تنظیم و تشکیل

منصوبے کیسے تشکیل پاتے ہیں؟ان کے لوازمات کیااور طریقہ کار کیا ہیں؟ان کی تنظیم و تشکیل کیسے ہوتی ہے؟مختلف ممالک میں اور مختلف نظامہائے معیشت کے مطابق حکومت کا منصوبہ بندی کے عمل میں کیا کردار ہوتا ہے نیز منصوبے کے اہداف کیسے متعین کیے جاتے ہیں؟منصوبے پر عمل درآمد کے لیے اصول وضوابط کیسے طے کیے جاتے ہیں؟ مقالہ ہذا کی اس فصل میں ان سوالات کے تحقیق کے لیے جائزہ لیا جائے گا۔اس طرح اسلام اور دیگر نظامہائے معیشت کی معاشی منصوبہ بندی کے مقاصد کا جائزہ لینے کے بعد اب اس فصل میں معاشی منصوبہ بندی کے طریقہ کار کا جائزہ لینااس تحقیقی کام کا حصہ ہے معاشی منصوبہ بندی کے طریقہ کار سے مراد یہ ہے کہ کس طرح مختلف نظامہائے معیشت معاشی منصوبہ بندی کے کام کو بروئے کار لاتے ہیں۔ منصوبے کیسے تشکیل پاتے ہیں؟ ان کے لوازمات اور طریقہ کاراور تنظیم و تشکیل کیا ہوتی ہے؟معاصر نظامہائے معیشت اور مختلف ممالک کی معاشی منصوبہ بندی میں حکومت کیا کردار ادا کرتی ہے؟نیز منصوبے کے مقاصد،سائز اصول وضوابط کی تعیین میں حکومتی اختیارات کی نوعیت کیا ہوتی ہے؟اس سلسلے میں سب سے پہلے معاشی منصوبہ بندی کی تنظیم و تشکیل کا جائزہ لیا جائے گا۔ کہ آخر یہ کام کس طرح منظم ومرتب ہو پاتا ہے۔

منصوبہ بندی کے لئے مشینری کی تشکیل

معاشی منصوبہ بندی چونکہ حکومت کی زیر نگرانی میں ہوتی ہے اس کے لئے حکومت اہلیت وصلاحیت رکھنے والے افراد پر مشتمل بورڈیا کمیشن تشکیل دیتی ہے جس کا چیئرمین صدر یا حکومت کا سربراہ ہوتا ہے جیسا کہ پاکستان میں منصوبہ بندی کا کمیشن 8جولائی 1952ء میں قائم ہوا جس کا سربراہ وزیر اعظم ہوتا ہے ملک کا وزیر اعظم اس کمیشن کے لئے اپنانائب مقرر کرتا ہے جوڈپٹی چیئرمین کہلاتا ہے۔

“This the highest economic and social development body is to be chaired by the president/khalifa/Amir/Primeminister and represented by the members of the council, drawn from the federal and provincial governments and the lerned ulema having full knowledge of Islamic economic and social objectives and principals in the light of Quran and Sunnah”.[155]

معاشی اور سماجی ترقی کا یہ اہم ترین ادارہ ملک کے سربراہ،وہ چاہے ملک کا صدر ہو یا خلیفہ،امیر یاوزیر اعظم ہو،کونسل دیگر ارکان جنھیں وفاقی اور صوبائی گورنمنٹ سے لیا جاتا ہے،اور ماہر علماء جو اسلامی معیشت اور سماجی مقاصد پر قرآن وسنت کی روشنی میں عبور رکھتے ہیں کے زیر نگرانی کام کرتا ہے۔

مدت اور عرصہ وقت کا تعین

معاشی منصوبہ بندی کے لیے منصوبے کی مدت اور وقت کا تعین بھی منصوبہ سازی کا ایک اہم جزو ہے اگرچہ اس کا انحصار منصوبے کے مقاصد اس کی نوعیت پر منحصر ہے چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے آنے والے متوقع سات سالہ قحط سے نمٹنے کے لئے سات

---

[155] Muhammad Hussain.Ch, *Development planning in an Islamic state,*

سال کے عرصہ پر محیط معاشی منصوبہ بندی کی۔ اسی طرح آنحضرت ﷺ نے مدینہ میں مہاجرین کی آبادکاری و بحالی کے لئے انھیں انصار کے ساتھ شریک بنادیا حتیٰ کہ وراثت میں بھی شریک بنادیا مگر جب ان مہاجرین کی معاشی حالت بہتر ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

وَأُولُو الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَى بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللهِ ۔[156]

"اور رشتہ دار خدا کے حکم کی رو سے ایک دوسرے کے زیادہ حق دار ہی"

مفتی محمد شفیع اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں 'سورۃ انفال کی اس آخری آیت کے آخری جملے نے اسلامی وراثت کا وہ قانون منسوخ کر دیا جو اس پہلی آیات میں مذکور ہے جن کی رو سے مہاجرین وانصار میں باہمی وراثت جاری ہوتی تھی اگرچہ ان کے درمیان کوئی رشتہ داری نہ ہو کیونکہ یہ حکم ایک ہنگامی حکم ہے جو اوائل ہجرت کے وقت دیا گیا تھا"۔[157]

لہذا مہاجرین کی بحالی اور معاشی بہتری ایک مقصد تھا جب پورا ہو گیا تو گویا منصوبہ مکمل ہو گیا اور اپنے عرصہ ،وقت Tenure میں مکمل ہو گیا۔ کیونکہ معاشی منصوبہ کا ایک دورانیہ ہوتا ہے جس میں اس کی تکمیل ہوتی ہے ،یہ دورانیہ اور عرصہ منصوبہ کے مقاصد اور ان کی نوعیت کے اعتبار سے مختلف ہو سکتا ہے۔

“Plans come in three sizes short, medium and long. The short is the annual plan, the mediun range between three and seven years with five years as the most popular choise. The long range upward from ten to twenty years”.[158]

"مدت اور عرصہ کے لحاظ سے منصوبے تین قسم کے ہوتے ہیں: مختصر مدت، درمیانی مدت اور طویل مدت۔ مختصر مدت کا منصوبہ سالانہ، درمیانی مدت کا منصوبہ تین سے سات سال کے عرصہ کے لیے ہوتا ہے جبکہ پانچ سالہ منصوبہ زیادہ مقبول ہے طویل مدتی منصوبہ دس سال سے بیس سال کی مدت کے لیے ہوتا ہے " اگرچہ عام طور پر دنیا میں پانچ سالہ منصوبہ زیادہ مروج ہے شاید اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ عام طور پر برسر اقتدار حکومت کا دورانیہ پانچ سال ہوتا ہے اور وہ اپنے منشور کے مطابق منصوبہ بناکر 5 سال میں اس کے نتائج حاصل کر سکے روس نے بھی اپنی منصوبہ بندی کا آغاز 5 سالہ منصوبہ سے کیا۔

“Gosplan, the state planning commission was established in 1921 and given an advisory role until 1928,when its guideline planning calculations ، the control figure were used as concrete directives for the first five-year plan (1928-32)”[159]

"گوس پلان نامی ریاستی پلاننگ کمیشن 1921ء میں قائم ہوا اور اسے 1928ء تک کے لیے ایک ماہر اور مشیر کا کردار سپرد کیا گیا یہاں تک کہ اس کی ہدایات پر مبنی منصوبہ بندی کے اعداد و شمار، منظم حالت کو پختہ ہدایات کے طور پر پہلے پانچ سالہ منصوبے(1928-32) کے لیے

---

[156] القرآن: الانفال 75:8

[157] شفیع محمد مفتی، معارف القرآن جلد 4 ،ادارہ معارف اسلامی، کراچی 2004، ص 302، 301

[158] Lewis Arthur W, *Development Planning*,148

[159] Kerry turner R, *The Economics of Planning*, (Macmillan studies in economics London) 38

استعمال کیا گیا" اس طرح برطانیہ اور فرانس میں بھی مختلف مدتوں کے لئے معاشی منصوبے تشکیل دیئے گئے برطانیہ میں بھی پانچ سالہ منصوبہ اختیار کیا گیا۔

"The National Plan covering the period 1964 -70 was published in September 1965"[160]

"پہلا قومی منصوبہ جو 1964 سے 1970 تک کے عرصہ کے لیے تھا جو ستمبر 1965 کو شائع ہوا" لہٰذا منصوبہ میں مدت کی تعین ضروری نہیں مقصد کا حصول ضروری ہے چاہے وہ مختصر عرصے میں حاصل ہو یا طویل عرصے میں جیسا کہ فرانس نے پہلا منصوبہ 50-1947 کے لیے تشکیل دیا مگر پھر اسے 1953 تک بڑھا دیا۔

"The first plan (1947-50, extended to 1953 to restore the country's economy, greatly damaged by the war".[161]

پہلا منصوبہ (1947-50) کو جنگ سے بہت زیادہ تباہ ہونے والی ملکی معیشت بحال کرنے کے لیے 1953 تک بڑھا دیا گیا" کیونکہ منصوبے کی غرض مقصد کا حصول ہوتا ہے اور دورانیہ کی تعین کا مقصد بھی منصوبے کی کامیابی ہے جو منصوبے کا مقصد ہوتا ہے اور منصوبے کی تشکیل مدت کی تعیین منصوبے کے مقاصد کے حصول کے لیے ہوتی ہے۔

"The size of the plan is determined by the objectives, targets and magnitude of the programmes".[162]

"منصوبے کے سائز اور جسامت کو اس کے مقاصد، اہداف، اور اہمیت کے پیش نظر متعین کیا جاتا ہے"

معاشی منصوبہ بندی کے مقاصد کا تعین

مقاصد کسی بھی منصوبہ بندی کی بنیاد ہوتے ہیں، معاشی منصوبہ بندی کے مقاصد بھی معاشی منصوبہ بندی کی وجہ بنتے ہیں اور ہر معاشی نظام کے معاشی منصوبہ بندی کے مقاصد مختلف ہوتے ہیں، کچھ مقاصد مشترک بھی ہوتے ہیں ذیل میں ہم معاشی منصوبہ بندی کے عمل کے مقاصد کا جائزہ لیتے ہیں کیونکہ منصوبہ بندی کا بنیادی مقصد ہی اہداف کا حصول ہوتا ہے۔

"Planning involves making decisions about alternative ways of achieving particular goals [163]

" منصوبہ سازی مخصوص اہداف کے حصول کے لیے متبادل طریقوں سے متعلق فیصلے کرنے کا عمل ہے" منصوبہ بندی کے مقاصد اور اہداف کی اہمیت بیان کرتے ہوئے ایک ماہر معاشیات کے الفاظ ہیں:

"It is the tergets which give concrete shape to the objectives, determine the scale of the development effort and provide a yard stick for action".[164]

---

[160] Ibid 91

[161] A.N *Agrawal and kundan lal*, Economic planning, 369

[162] B.N Ghosh and Rama Ghosh, Economic Development and Planning, 52

[163] Diana Conyers and Peter Hills, *An Introduction to Development Planning in the Third World* (John Wiley & Sons, New York 1989) 4

[164] Kamta Prasad, *planning at the Grassroots* (Sterling Publishers, New Dehli)160

"یہ اہداف ہی ہیں جو مقاصد کو عمل شکل دیتے ہیں اور ترقیاتی کوشش کی وسعت کا تعین کرتے ہیں اور عمل کا ایک معیار مہیا کرتے ہیں" اگرچہ منصوبہ بندی مقاصد کے حصول کے لئے ایک لائحہ عمل اور Process ہے مگر یہ عمل تب کامیابی سے ہمکنار ہو سکتا ہے جب اس کے مقاصد اور اہداف دستیاب وسائل کو مد نظر رکھ کر مقرر کئے جاتے ہیں۔

"A plan should be based on need but resources and their development potential, If expenditures are planned in excess of resources, the plan cannot serve as an instrument of control and will either mislead decision makers and cause waste or be ignored by them".[165]

"کوئی بھی منصوبہ لازمی طور پر ضرورت پر لیکن وسائل اور ان کی ترقیاتی صلاحیت پر مبنی ہونے چاہییں اگر منصوبے کے اخراجات وسائل سے زیادہ طے کیے جاتے ہیں تو منصوبہ کنٹرول کرنے والے آلے جیسے نتائج نہیں دے سکے گا اور یا تو منصوبہ سازوں کو غلط رہنمائی کرے گا اور وسائل کے ضیاع کا سبب بنے گا یا ان کی طرف سے نظر انداز کر دیا جائے گا" منصوبہ بندی کو عملی شکل دینے کے لئے اور مقاصد کے حصول کے لئے وسائل کی ضرورت ہوتی لہذا منصوبہ بندی کے اہداف کے لئے وسائل کا ہونا ضروری ہے اس لئے اہداف وسائل کو مد نظر رکھ کر مقرر کئے جائیں بصورت دیگر اہداف کے حصول میں ناکامی ہوتی ہے جس سے منصوبہ بندی کا سارا عمل رائیگاں ہو جاتا ہے۔ کیونکہ:

"Planning involves making decisions about how to make the best use of the available resources consequently quantity and quality of these resources has a very important effect on the process of choosing between different courses of action. Because planning is concerned with the allocation of resources an important component of the planning process is the collection and analysis of information about the availability of existing resources."[166]

منصوبہ بندی یہ ہے کہ دستیاب وسائل کے بہترین استعمال کے بارے میں فیصلے کیے جائیں جس کے نتیجے میں ان وسائل کی مقدار اور معیار کا عمل کے مختلف طریقہ کار کے انتخاب پر بہت اہم اثر پڑتا ہے کیونکہ منصوبہ بندی کا تعلق وسائل کے تعین کے ساتھ ہے اور یہ کہ دستیاب وسائل کا جمع کرنا اور ان کا تجزیہ کرنا منصوبہ بندی کے طریقہء کار کا اہم عنصر ہے" اسلامی نظام معیشت میں منصوبہ بندی کے جو بھی اہداف متعین کئے جاتے ہیں وہ صرف مادی نوعیت کے نہیں ہوتے بلکہ روحانی، اخلاقی، مذہبی وسیاسی ہمہ جہت نوعیت کے ہوتے ہیں کیونکہ اسلام میں جو فلاح کا تصور ہے وہ صرف اس دنیا کی زندگی پر محیط نہیں ہے بلکہ اخروی زندگی کی فلاح کو اتنی ہی اہمیت دی جاتی ہے محمد عبد المنان[167] لکھتے ہیں۔

The whole conception of Planning in an Islamic state is not dependent on material welfare to the utter negleot of spiritual and moral development. In the islamic state all economic problems will have a moral bent".[168]

---

[165] Arthur lews W, *Development Planning*, 164

[166] Diana Conyers and Peter Hills, *An Introduction to Development Planning in the third world* (JOHN Wiley and sons, New York),4,5

[167] آپ کا تعلق بنگلہ دیش سے ہے، اسلامی معاشیات، بینکنگ منصوبہ بندی اور مالیاتی امور پر وسیع تجربہ رکھتے ہیں اور HMCT کے علاوہ کئی معاشی اور مالیاتی اداروں کے چیئرمین بھی ہیں

[168] Manan M.A, *Islamic Economics* (Lahore 1991)338

"اسلامی ریاست میں منصوبہ بندی کا تصور صرف مادی فلاح پر منحصر نہیں ہے جس میں روحانی اور اخلاقی ترقی کو یکسر نظر انداز کر دیا گیا ہو۔ اسلامی ریاست میں تمام معاشی مسائل کا حل اخلاقیات پر مبنی ہوتا ہے" لہذا کفالت عامہ، معاشی ترقی اور دولت کی منصفانہ تقسیم اور معاشرے میں تقسیم دولت کے لحاظ سے پائے جانے والے تفاوت کو کم از کم کرنے کے اقدامات جیسے اہداف کے ساتھ ساتھ اخلاقی و مادی ترقی میں ہم آہنگی بھی اسلامی معاشی منصوبہ بندی کا اہم ہدف ہے۔

"Palanning in Islam must move towards a viable synthesis between the claims of economic growth and social justice through pursuit of pragmatic policies consistent with the spirit of Islam"[169]

"اسلام میں منصوبہ بندی اسلامی روح کے ساتھ معاشی ترقی اور سماجی عدل کے درمیان عملی پالیسیوں کا اطلاقی تجزیہ ہے" اور یہی اسلامی نظام معیشت کی انفرادیت ہے جو کہ دیگر نظامہائے معیشت میں عنقاہے۔ جبکہ اسلام کی تعلیمات کا مقصد یہ ہے کہ انسان دنیاوی اور اخروی دونوں زندگیوں میں کامیاب ہو جائے اس لیے اسلام کے معاشی نظام میں ترقی سے مراد بھی انسان کی ہمہ قسمی ترقی ہے یعنی اخلاقی، روحانی اور مادی ترقی ہے تاکہ انسان دنیاوی زندگی کے ساتھ ساتھ اخروی زندگی میں بھی کامیاب ہو جائے اور یہ خصوصیت صرف اسلام کے معاشی نظام کی ہے۔

معاشی منصوبہ بندی پر عمل درآمد کا طریقہ کار

1۔ اصول وضوابط اور قوانین کی پابندی

مذکورہ بالا تمام مراحل طے پالینے کے بعد آخری مرحلہ میں یہ فیصلہ کرنا ہوتا ہے کہ منصوبہ پر کس طرح مؤثرانداز میں عمل درآمد ہو گا۔لہذاوہ طریقہ حکومتی حکمت عملی،ضوابط اور کنٹرول معاشی منصوبہ پر عمل درآمد کاطریقہ کار کہلاتاہے حکومتی کنٹرول اور ضوابط، منصوبہ پر عمل درآمد کا ایک لازمی جزوہے۔

"Planning and physical controls have become so closely associated as to be regarded as all most inspareable."[170]

"منصوبہ بندی اور مادی کنٹرول اس قدر باہم جڑے ہوئے ہیں کہ ان کو جدا کرنا تقریباناممکن ہے" لہذا منصوبہ پر عمل درآمد کے لئے ضروری ہے کہ حکومت مؤثر اور مستحکم ہو اس کا طرز عمل تعمیری ہو اور امن عامہ قائم رکھ سکتی ہو، ترقی کے مقاصد میں مخلص ہو اور منصوبہ پر عمل درآمد کرانے کی ہر ممکن کوشش کرے۔ کیونکہ:

"Implementation of planning also involves designing appropriate formates for monitoring and laying down responsibility both for monitoring and follow-up".[171]

---

[169] Ibid , 330
[170] Thomas Wilson, *Planning and Growth*;40.
[171] Kamta Prasad, *Planning at the grass roots* (Sterling Publishers New Delhi)171

منصوبہ بندی میں منصوبہ پر عمل درآمد کرانے میں اس کا خاکہ بنانا،اس کی نگرانی کا فارمیٹ اور عمل درآمد کے دوران مرحلہ وار نگرانی شامل ہیں" برسر اقتدار پارٹی یا حکومت منصوبہ کے عمل درآمد پر بہت اثر انداز ہوتی ہیں چونکہ ہر پارٹی کے مقاصد اور منشور متفرق اور الگ الگ ہوتے ہیں سیاسی دخل اندازی اور اپوزیشن منصوبے کو کافی حد تک متاثر کرتے ہیں لہذا ضروری ہے کہ حکومت تمام مسائل اور چیلنجز کو سامنے رکھتے ہوئے مکمل طور پر منصوبے کے ضوابط اور طریقہ کار پر عمل درآمد کو یقینی بنانے کے لئے اقدامات کرے تاکہ مطلوبہ مقاصد اور نتائج حاصل کئے جاسکیں کیونکہ:

"Politicians and administrators is the fact that planning can not be considered in isolation from the administrative and, in particular, political environment in which it has to operate."[172]

سیاست اور انتظامیہ کی حقیقت یہ ہے کہ منصوبہ بندی کو انتظامیہ اور خاص طور پر سیاست کے ماحول سے جس میں اس منصوبہ بندی پر عمل درآمد ہونا ہے سے جدا نہیں کیا جاسکتا" لہذا حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ منصوبے پر عمل درآمد کرائے کیونکہ اس کے پاس اختیارات اور طاقت ہوتی ہے اس لئے حکومت ہی منصوبے پر عمل درآمد کرا سکتی ہے۔

"It must conceive controls which are acceptable to the psyche of the people, so that it makes it possible for the government to exercise public power or authority."[173]

منصوبہ بندی میں کنٹرول اور اختیارات ضروری عنصر ہے جو کہ لوگوں کی نفسیات میں بھی تسلیم شدہ ہے۔اور اس طرح سے حکومت اپنے اختیارات اور طاقت کے استعمال کو ممکن بناتی ہے" لہذا ضروری ہے کہ حکومت منصوبہ بندی کے عمل درآمد کے سلسلے میں اپنے اختیارات اور مناسب طاقت کا استعمال کرے تاکہ منصوبہ بندی کے اہداف اور مقاصد کا حصول ممکن ہوسکے۔

2۔ مستعد انتظامی مشینری

اگرچہ معاشی منصوبہ بندی اور معاشی فیصلے سیاسی نوعیت کے ہوتے ہیں برسر اقتدار پارٹی کو اپنے سیاسی مقاصد اور مفاد کے پیش نظر ان کو طے کرنا ہوتا ہے کہ منصوبے کے مقاصد کیا ہوں؟ منصوبے کے لئے وسائل کے ذرائع کیا ہوں؟ لیکن بعض منصوبے فنی اور تکنیکی نوعیت کے ہوتے ہیں اور یہ فیصلے تربیت یافتہ ماہرین کے متقاضی ہوتے ہیں۔

"It is no gainsaying the fact that, for the proper management of controls, there must be appropriately constituted administrative personel. This means that the number of administrators should be adequate, properly qualified, highly

---

[172] Diana Conyers and Peter Hills, *An Introduction to Denelopment Planning in the third world*,17
[173] A.N Agrowal and Kundon Lal, *Economic Planning*,169

trained and above all, emotionally committed to the administration of controls as a fulfillment of duty towards plan achievement.”[174]

یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ کنٹرول کے مناسب انتظام کے لیے ایک مناسب انتظامی ڈھانچہ کا ہونا انتہائی ضروری ہے۔اس کا مطلب ہے کہ انتظامیہ کا مناسب تربیت یافتہ ہونا، تعلیم یافتہ اور اس انتظامی کنٹرول سے جذباتی لگاؤ کا ہونا بھی ضروری ہے جیسا کہ منصوبہ کی کامیابی کے لیے فرائض کا پورا کرنا" لہذا معاشی منصوبوں کی تشکیل اور عمل کے لئے تربیت یافتہ افراد کا ہونا ضروری ہے فنی ماہرین منصوبہ کی تیاری اور اس کی نگرانی میں اہم کردار ادا کرتے ہیں معاشی منصوبوں کی تشکیل اور عمل کے لئے جو ادارے قائم کئے جاتے ہیں ان کو منصوبہ بندی کی مشینری کہا جاتا ہے اور یہ مشینری اور عملہ ایک وزارت کے ماتحت ہوتا ہے۔

“The planning agency is a separate organization, with its own offices and staff. Ministerial responsibility for the Agency varies from country to country. Frequently the agency works under the ministry of finance”.[175]

"پلاننگ ایجنسی اپنے دفتر اور سٹاف کے ساتھ ایک الگ تنظیم ہے ۔اس ایجنسی کی وزارتی ذمہ داریاں ہر ملک میں مختلف ہوتی ہیں۔اکثر یہ ایجنسی وزارت مالیات کے تحت کام کرتی ہے "لہذا منصوبہ پر مؤثر عمل درآمد کے لئے ضروری ہے کہ انتظامی مشینری مستعد اور ایماندار اور فرض شناس بھی ہو کیونکہ بدعنوان انتظامیہ عموماً کسی بھی منصوبہ کی ناکامی کی وجہ بنتی ہے ان کو ذاتی مقاصد سے دلچسپی ہوتی ہے یہ بدعنوان انتظامیہ اپنے مفادات کے لئے سیاست میں مداخلت کرتے ہیں اور حکومتوں کی تبدیلی میں براہ راست اور بالواسطہ شریک ہو کر منصوبوں کو ناکام بناتے ہیں۔

حکومت اور معاشرہ کا باہمی تعاون

منصوبے پر موئثر طور پر عمل درآمد کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ نجی اور سرکاری شعبہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کریں حکومت کو چاہیے کہ منصوبے کی تشکیل میں نجی شعبہ سے مشاورت کرے اور نجی شعبہ کو چاہیے کہ وہ بھی منصوبے کے اہداف و مقاصد کے حصول میں حکومت کا ساتھ دیں۔

“Seeking public coopration should be considered in the wider context of making the control system conform to the ethose of the people. In a wider sense, controls should be so conceived as to effect only those activities and those operations that the checks and supervision they provid should mesh in with the cultural and social make-up of the people.”[176]

---

[174] Ibid ,170

[175]. Arthur Lewis, *Development Planning* (London 1966),244

[176] A.N Agrawal & Kundan Lal, *Economic planning*,172

"وسیع پیمانے پر عوامی تعاون کے حصول کو یقینی بنانا چاہیے تا کہ کنٹرول کے نظام کو لوگوں کے احساسات کے مطابق بنایا جائے۔ وسیع تناظر میں کنٹرول ایسا ہونا چاہیے جو صرف ان سرگرمیوں کو متاثر کرے کہ جو نگرانی اور نظم وضبط کے نتیجے میں لوگو کو ثقافتی اور سماجی لحاظ سے جوڑ دے" حکومت اور معاشرہ کے باہمی تعاون سے نہ صرف حکومتی کنٹرول مؤثر رہتا ہے بلکہ نجی مداخلت سے افسر شاہی کی خرابیوں پر بھی قابو پایا جاسکتا ہے کرپشن اور بدعنوانی جیسی خرابیوں کو ختم کیا جاسکتا ہے۔

اس تحقیقی جائزے سے واضح ہوتا ہے کہ معاشی منصوبہ بندی دراصل ان اقدامات کا نام ہے جو کسی بھی ملک کی حکومت ملک کے دستیاب ذرائع کو استعمال میں لاکر عوام کی بنیادی ضروریات اور روزگار کی فراہمی، فلاح و بہبود اور معاشی ترقی جیسے مقاصد کے حصول کے لیے کرتی ہے۔ نیز کسی بھی ملک اور حکومت کے لیے معاشی مقاصد کا حصول منصوبہ بندی کے بغیر ناممکن ہے۔ گویا معاشی منصوبہ بندی معاشی مقاصد کے حصول کے لیے ایک ایسا راستہ ہے جس پر چل کر معاشی مقاصد کی منزل تک پہنچا جاتا ہے۔ اور جب تک درست سمت اور راستہ کو اختیار نہ کیا جائے تب تک منزل نہیں مل سکتی۔ جدید معاشی تصور کے مطابق معاشی منصوبہ بندی کا آغاز روس سے ہوا پھر 1930ء کی عالمی کساد بازاری نے اس تصور کو مقبول بنانے میں اہم کردار ادا کیا مگر ابتدا میں یہ طریق صرف اشتراکی ممالک تک محدود رہا۔ شروع میں سرمایادارانہ ممالک نے اس تصور کو پسند نہ کیا مگر دوسری جنگ عظیم کے بعد منصوبہ بندی نے بہت زیادہ فروغ حاصل ہوا اور عصر حاضر میں اشتراکی اور غیر اشتراکی تمام ممالک معاشی منصوبہ بندی کرتے ہیں۔ مزید پروفیسر کینز کے خیالات اور نظریات نے بھی عدم مداخلت کے نظام کو ترک کرنے میں اہم کردار ادا کیا البتہ اشتراکی نظام میں تمام وسائل حکومت کے ہاتھ میں ہوتے ہیں اس لیے ایک مرکزی بورڈ منصوبہ بندی کرتا ہے اس کے برعکس سرمایادارانہ نظام میں ذرائع پیدائش نجی ہاتھوں میں ہوتے ہیں اور نجی آجرین ہی اشیا پیدا کرتے ہیں۔ آزاد معاشی قوتوں اور قیمتوں کی میکانیت سے معاشی مسائل حل ہوتے ہیں اس نظام میں صرف ان امور کی منصوبہ بندی کی جاتی ہے جن کو سرکاری کہا جاتا ہے جیسے انتظامیہ، دفاع اور تعلیم وغیرہ جیسے عوامی فلاح کے امور جن کی حکومت خود ذمہ دار ہوتی ہے۔ اس لیے اشتراکی ممالک میں منصوبہ بندی حاکمانہ، جبری اور مرکزی نوعیت کی ہوتی ہے جبکہ سرمایہ دارانہ نظام اور مخلوط معاشی نظام کے حامل ممالک میں منصوبہ بندی راغبانہ، جمہوری اور غیر مرتکز طرز کی ہوتی ہے۔

فصل دوم

عہد نبوی ﷺ کا مالیاتی نظام اور معاشی منصوبہ بندی

اسلام ایک مکمل اور جامع نظام زندگی ہے۔ یہ وہ ضابطہ حیات ہے جو انسان کی زندگی کے ہر پہلو میں چاہے انفرادی ہو یا اجتماعی نوعیت کا ہو معاشرتی ہو، یا معاشی، سیاسی، مادی اور روحانی غرض انسان کی زندگی کے ہر پہلو کے لیے اسلام مکمل رہنمائی اور ہدایت فراہم کرتا ہے اور یہ ہدایت اور رہنمائی بھی ایسی کہ اس سے انسان نہ صرف اس دنیاوی زندگی میں بلکہ اخروی زندگی میں بھی فلاح اور کامیابی سے ہمکنار ہوتا ہے۔ اسلام سے رہنمائی اور ہدایت لینے کے لیے اس کی تعلیمات کو اختیار کرنا ضروری اور اسلامی تعلیمات کا اصل الاصول مرجع اول قرآن ہے۔ یہ ایک ایسی جامع کتاب ہے، جو کہ انسان کی زندگی سے وابستہ ہر پہلو میں مکمل رہنمائی کرتی ہے۔ اس کتاب کا موضوع ہی انسان ہے اس کا دعویٰ ہے کہ انسان اس کی پیش کردہ تعلیمات کی رہنمائی میں مکمل طور پر کامیاب زندگی گزار سکتا ہے۔ گویا یہ کتاب انسان کی دنیاوی اور اخروی دونوں زندگیوں کی مکمل کامیابی کی ضامن ہے۔ کیونکہ اس میں انسانی زندگی میں پیش آمدہ ہمہ قسمی مسائل کا حل موجود ہے۔ اور یہ وصف دنیا کی تمام قسمی کتب میں سے صرف قرآن کو حاصل ہے۔ اگرچہ یہ کتاب، سیاسیات، معاشیات، فلسفہ واخلاقیات کی کتاب نہیں کیونکہ اس کی تدوین ترتیب ابواب بندی وغیرہ ایک ایسی کتاب جیسی نہیں جو کسی خاص موضوع کی نشاندہی کرتی ہو۔ مگر یہ کتاب ان تمام موضوعات کے اصول ومبادی پیش کرتی ہے کہ جو ان سے متعلقہ تمام نظام کے قیام استوار اور ان سے متعلقہ تمام قسمی مسائل کے حل کے لیے مکمل رہنمائی اور تعلیمات پیش کرتی ہے۔ کیونکہ اس کتاب کے نازل کرنے والے نے دعوی کر دیا ہے۔

" مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ [177]

"ہم نے کتاب (یعنی لوح محفوظ) میں کسی چیز (کے لکھنے) میں کوتاہی کی نہیں"۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کے احکامات اور تعلیمات کا عملی نمونہ صاحب قرآن محمدؐ کی طرف وحی فرمائی۔

"وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تبيانا لِكُلِّ شَيْءٍ [178] "

"اور ہم نے تم پر (ایسی) کتاب نازل کی ہے کہ (اس میں) ہر چیز کا بیان (مفصل) ہے"۔

اس کتابِ جامعیت سے متعلق اللہ تعالیٰ کا ایک اور فرمان ہے۔

" لَا رَطْبٍ وَلَا يَابِسٍ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ" [179]

"اور کوئی ہری یا سوکھی چیز نہیں ہے مگر کتاب روشن میں (لکھی ہوئی) ہے"

---

[177] القرآن: الانعام 38:6

[178] القرآن: النحل 89:16

[179] القرآن: الانعام 59:6

مراد یہ ہے ہر چیز جو انسان کی زندگی سے وابستہ ہے، جس پر انسانی زندگی کی ناکامی اور کامیابی کا دارومدار ہے اس کو بیان کر دیا ہے۔ مطلب یہ ہے انسانی زندگی کے ہر مسئلہ کا حل قرآن کی تعلیمات میں موجود ہے اگرچہ احکامات، جزئیات و تفاصیل بہت کم ہیں، لیکن یہ ہر شعبہ زندگی سے متعلق تعلیمات پیش کر کے اس کا حدود اربعہ قائم کر دیتا ہے۔ جس سے اس بات کا تعین ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق ان شعبوں کی تشکیل، تعمیر کن خطوط پر ہونی چاہیے۔

علامہ سیوطی[180] الاتقان میں لکھتے ہیں:

" مَامِنْ شَيْءٍإِلَّا يُمْكِنُ اسْتِخْرَاجُهُ مِنَ الْقُرْآنِ لِمَنْ فَهَّمَهُ اللهُ"[181]

"کہ جس کو اللہ نے فہم عطا کیا اس کے لیے کوئی بھی چیز ایسی نہیں جس کا استخراج قرآن سے ممکن نہ ہو"

اسی طرح قرآن نے انسانی زندگی کے معاشی پہلو یا شعبہ سے متعلق بھی مکمل اور جامع تعلیمات پیش کی ہیں۔ قرآن معاشیات پر مبنی کتاب نہیں ہے مگر اس میں انسان کے عام معاشی مسائل کا ایک مکمل اور جامع نوعیت کا حل پیش کر دیا گیا ہے۔ معاشی مسائل کے ایسے اصول ومبادی قرآن نے پیش کئے ہیں کہ ان پر عمل پیرا ہو کر ایک معاشی نظام قائم کیا جاسکتا ہے۔ گویا قرآن نے ایک مکمل معاشی نظام کی تمام بنیادیں فراہم کر دی ہیں ایک فرد کی معاشی و اقتصادی زندگی سے لیکر بین الاقوامی معیشت تک کے سارے معاشی مسائل کا حل بیان کر دیا گیا ہے۔ بلکہ اسلامی فقہ جو کہ قرآن سے ماخوذ ہے اس کا دو تہائی حصہ معاشی و اقتصادی معاملات پر مشتمل ہے۔

چونکہ ہمارا مقالہ معاشی منصوبہ بندی کے عنوان پر ہے اس لیے ہم قرآن پاک کی معاشی تعلیمات میں ان آیات کو حوالاجات کے طور پر لیں گے جو معاشی منصوبہ بندی سے متعلق رہنمائی کرتی ہیں۔ قرآنی آیات سے استدلال سے قبل لفظ "منصوبہ" اور "منصوبہ بندی" کے مفہوم کا اعادہ کرتے ہیں۔

لفظ "منصوبہ" کا معنی تدبر، حکمت، منشاء ارادہ کے ہیں۔[182]

کسی کام کی تدبیر کا خیال۔[183]

لہٰذا منصوبہ بندی سے مراد کسی کام کرنے سے بیشتر، تدبیر، طریقہ کار اور لائحہ عمل کا اختیار کرنا تاکہ مطلوبہ مقاصد و اہداف حاصل کئے جاسکیں۔ دانائی، حکمت اور تدبیر کو اختیار کر کے کام کرنے والے کو حکیم و دانا اور منصوبہ ساز کہتے ہیں۔

منصوبہ بندی کا قرآنی تصور

اللہ تعالیٰ کی ذات الحکیم ہے۔ اس کا کوئی کام بغیر حکمت کے نہیں ہے یہ کائنات کی تخلیق اور اس کا نظم ونسق، ترتیب و تنظیم ہر ایک میں اللہ تعالیٰ کی حکمت، دانائی تدبر اور منصوبہ بندی کار فرما ہے۔ کائنات میں کچھ بھی بے مقصد اور بے فائدہ اور حکمت سے خالی نہیں ہے۔ :

---

[180] عبدالرحمان بن ابی بکر 849ھ کو قاہرہ میں پیدا ہوئے علوم کے تمام شعبوں پہ طبع زمائی کی آحادیث، علوم قرآن تفسیر، تاریخ، فقہ اور لغت بہت عمدہ کام کیا 911ھ میں وفات پائی (محدث میگزین جنوری 1993)

[181] السیوطی عبدالرحمان بن ابی بکر، الاتقان فی علوم القران، الناشر، الھیۃ المصریہ العامۃ للکتاب، 1974ج 4ص 30

[182] فتح پوری فرحان ڈاکٹر، رافع اللغات، الفیصل ناشران تاجران کتب، لاہور

[183] نورالحسن نوراللغات، نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد

" إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ "[184]

"ہم نے ہر چیز اندازہء مقرر کے ساتھ پیدا کی ہے"

"صُنْعَ اللَّهِ الَّذِي أَتْقَنَ كُلَّ شَيْءٍ[185] "

(یہ) خدا کی کاریگری ہے جس نے ہر چیز کو مضبوط بنایا "

"لَا الشَّمْسُ يَنبَغِي لَهَا أَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا اللَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ وَكُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ"۔[186] "نہ تو سورج ہی سے ہو سکتا ہے چاند کو جا پکڑے اور نہ رات ہی دن سے پہلے آسکتی ہے اور سب اپنے اپنے دائرے میں تیر رہے ہیں" گویا کائنات کا نظم وضبط، لیل ونہار کی گردش اور کائنات کی ہر چیز کی تخلیق و بناوٹ اس بات کی دلیل ہے کی یہ سب کسی بہت بڑی اور عظیم ذات کی تدبیر، حکمت اندازہ اور منصوبہ سازی کی بدولت ہے۔ اسی حکیم ذات نے تقسیم رزق سے متعلق ارشاد فرمایا ہے:

"وَلَوْ بَسَطَ اللَّهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهِ لَبَغَوْا فِي الْأَرْضِ وَلَكِن يُنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَا يَشَاءُ إِنَّهُ بِعِبَادِهِ خَبِيرٌ بَصِيرٌ"۔[187]

"اور اگر خدا اپنے بندوں کے لیے رزق کی فراخی کر دیتا تو زمین میں فساد کرنے لگتے۔ لیکن وہ جس قدر چاہتا ہے اندازے کے ساتھ نازل کرتا ہے بے شک وہ اپنے بندوں کو جانتا (اور) دیکھتا ہے"۔

گویا اللہ تعالیٰ جو ایک بڑی مدبر ذات ہے، اپنی تدبر اور اندازے سے اپنے بندوں کے لیے رزق نازل فرماتی ہے۔ گویا رزق کا نزول خاص منصوبہ بندی سے ہوتا ہے اور اس منصوبہ بندی کا مقصد لوگوں کو فساد سے بچانا ہے۔ ایک جگہ ارشاد خداوندی ہے:

" كَيْ لَا يَكُونَ دُولَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنكُمْ "۔[188]

"تا کہ جو لوگ تم میں دولت مند ہیں انہی کے ہاتھوں میں نہ پھرتا رہے"

اللہ جو کہ حکیم و مدبر ذات ہے اس کی منشا یہ ہے کہ دولت معاشرے کے تمام افراد میں گردش کرے، صرف غنی اور مالداروں میں جمع ہو کر نہ رہ جائے۔ اسی مقصد کے لیے دین اسلام میں سود کو حرام قرار دیا گیا ہے، صدقات وخیرات کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ یہ مسلم حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ ایسے اقدامات کرے، ایسے منصوبے اور فیصلے اختیار کرے کہ دولت چند دولتمندوں میں جمع ہو کر نہ رہ جائے۔ بلکہ اسے معاشرے میں گردش کرتے رہنا چاہیے۔

مولانا مودودیؒ اس آیت کے ضمن میں لکھتے ہیں:

---

[184] القرآن: القمر 49:54

[185] القرآن: النمل 88:27

[186] القرآن: یسین 40:36

[187] القرآن: الشوریٰ 42: 27

[188] القرآن: الحشر 7:59

"یہ ایک کھلا ہوا اشارہ اس طرف ہے کہ اسلامی حکومت کی اپنی آمد و خرچ کا نظام اور بحیثیت مجموعی ملک کے تمام مالی و معاشی معاملات کا انتظام اس طرح کرنا چاہیے کہ دولت کے ذرائع پر مالدار اور بااثر لوگوں کی اجارہ داری قائم نہ ہو اور دولت کا بہاؤ غریبوں سے امیروں کی طرف ہونے پائے نہ وہ امیروں میں چکر لگاتی رہے"۔[189]

اور ایسا منصوبہ بندی اور حکومت کی خاص معاشی پالیسی سے ممکن ہو سکتا ہے۔ اگرچہ زمین پر موجود ہر جاندار کے رزق کی ذمہ داری اس رزاق ذوالقوۃ المتین نے خود لے رکھی ہے جیسا کہ اس کا ارشاد ہے۔

" وَمَامِنْ دَابَّةٍفِي الْأَرْضِ إِلَّاعَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا"[190]

"اور زمین پر کوئی چلنے پھرنے والا نہیں مگر اس کا رزق خدا کے ذمے ہے"۔

مگر اس رزق کو پانے کی سعی اور تلاش شرط ہے۔ کسی کو رزق بغیر تگ و دو کے نہیں ملے گا۔ نہ کسی شیر کو اس کے کچھار میں نہ کسی پرندے کو اس کے گھونسلے میں نہ چیونٹی کو اس کے بل میں رزق ملے گا۔ اس کے لیے تلاش اور تگ و دو لازمی ہے۔ چنانچہ انسان جسے اللہ تعالیٰ نے علم و فکر جیسی صلاحیتوں سے نوازا ہے اسے تو لازم ہے کہ رزق کی تلاش کرے۔ اس لئے کہ

"لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَاسَعَى[191]

"انسان کو وہی ملتا ہے جس کی وہ کوشش کرتا ہے "

اور یہ سعی منصوبہ بندی کے بغیر بے فائدہ اور لا حاصل ہے۔ مقصد کے حصول کے لیے ترجیحات قائم کرنا ہوتی ہیں۔ اس کے لیے منصوبہ بندی کی جاتی ہے۔ مثلاً نماز کے لیے بلایا جاتا ہے پھر ادائیگی نماز کے بعد حکم ہے کہ زمین پر پھیل جاؤ اور اپنے رب کا فضل یعنی روزی رزق کی تلاش کرو۔

" فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللَّهِ"۔[192]

"پھر جب نماز ہو چکے تو اپنی اپنی راہ لو اور خدا کا فضل تلاش کرو"

کیونکہ نماز کے بعد جو فرض ہے وہ رزق کی تلاش ہے پھر اس رزق کی تلاش میں منصوبہ بندی کی ضرورت ہوتی ہے کہ کن ذرائع سے اور کیسے حاصل کیا جائے کہ وہ حلال اور طیب ہو حرام نہ ہو۔ کیونکہ حکم ہے

" يَاأَيُّهَا النَّاسُ كُلُوا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلَالًا طَيِّبًا[193]

"لوگو جو چیزیں زمین میں حلال اور طیب ہیں وہ کھاؤ"

[189] مودودی ابوالاعلیٰ، تفہیم القرآن جلد پنجم، ادارہ ترجمان القرآن لاہور ص، 313

[190] القرآن: ہود 11: 6

[191] القرآن: النجم 39:53

[192] القرآن: الجمعہ 10:62

[193] القرآن: البقرۃ، 168:2

اور پھر اس مال کو کس طرح خرچ کیا جائے، اس کے بارے میں تاکید ہے

" وَالَّذِينَ إِذَا أَنْفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذَلِكَ قَوَامًا[194]

" اور وہ کہ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ بے جا اڑاتے ہیں اور نہ تنگی کو کام میں لاتے ہیں بلکہ اعتدال کے ساتھ نہ ضرورت سے زیادہ نہ کم "

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی صفات کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس کے بندے تو وہ ہیں کہ خرچ کرتے ہوئے میانہ روی اور اعتدال کو اختیار کرتے ہیں کہ نہ تو فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ کنجوسی کرتے ہیں۔

کیونکہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے

" إِنَّ الْمُبَذِّرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيَاطِينِ۔[195]

"کہ فضول خرچی کرنے والے تو شیطان کے بھائی ہیں"

اقتار کے معنی خرچ میں تنگی اور بخل کرنے کے ہیں، اصطلاح شریعت میں اس کے معنی ہیں کہ جن کاموں میں اللہ اور رسول نے خرچ کرنے کا حکم دیا ہے ان میں خرچ کرنے میں تنگی برتنا۔ آیت کا مفہوم یہ ہوا کہ بندوں کی صفت مال خرچ کرنے میں یہ ہوتی ہے کہ اسراف و اقتار کے درمیان اعتدال اور میانہ روی پر عمل کرتے ہیں۔ لہٰذا مال خرچ کرنے میں راہ اعتدال اختیار کرنے کے لیے تدبیر، منصوبہ بندی اور حکمت عملی کو اختیار کرنا ضروری ہے اس لئے کہ بغیر منصوبہ بندی کے افراط و تفریط سے نجات ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے گویہ اس حکم خداوندی کی تعمیل میں انسان کو معیشت میں منصوبہ بندی اختیار کرنا ہوگی مالی منصوبہ بندی کی حکمت عملی اختیار کرنے کی دلیل کیلئے مزید امام جصاص اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں

" وَفِيهِ الدَّلَالَةُ عَلَى النَّهْيِ عَنْ تَضْيِيعِ الْمَالِ وَوُجُوبِ حِفْظِهِ وَتَدْبِيرِهِ[196]"

"اس میں یہ دلالت بھی موجود ہے کہ مال کو ضائع کرنے سے روکا گیا ہے۔ اور اس کی حفاظت اور نگرانی واجب کر دی گئی ہے"۔

اور اس فرض کی ادائیگی کسی منصوبہ بندی کے بغیر ممکن نہیں سورۃ النساکی درج ذیل آیت بڑی دلیل بنتی ہے

" وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمُ الَّتِي جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ قِيَامًا وَارْزُقُوهُمْ فِيهَا وَاكْسُوهُمْ وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَعْرُوفًا۔[197]

"اور بے عقلوں کو ان کا مال جسے خدا نے تم لوگوں کے لیے سبب معیشت بنایا ہے مت دو، ہاں اس میں سے ان کو کھلاتے اور پہناتے رہو اور ان سے معقول باتیں کہتے رہو"

اس سے واضح ہوا ہے کہ مال کو تباہ برباد ہونے سے بچانا لازم ہے۔ کیونکہ یہ قیام زندگی کے لوازمات کے حصول کا ذریعہ ہے۔ بے علم و بے عقل لوگ تو اس کی افادیت سے لاعلم اور نافہم ہونے کی بنا پر اسے برباد کر دیں گے اس لئے ضروری ہے کہ انہیں صرف ان کی ضرورت کے مطابق

---

[194] القرآن: الفرقان 67:25

[195] القرآن: الاسرا: 27:17 :

[196] الجصاص احمد بن علی، احکام القرآن، دار احیاء التراث، بیروت، 1405ھ ج2، ص354

[197] القرآن: النسا4 : 5

دے دیا جائے۔ مالکانہ حقوق اور آزادانہ استعمال کی غرض سے مال ان کے تصرف میں نہ دیا جائے۔ یہ تاکید نہ صرف عوام الناس کے لیے بلکہ حکومت کو بھی لازم ہے کہ وہ بھی ایسے اقدامات اور پالیسیاں وضع کرے کہ مال اور سرمایہ ایسے افراد کے تصرف میں نہ آنے پائے جو اس کی بربادی کا باعث ہوں اس آیت میں معاشی منصوبہ بندی کا واضح اشارہ ہے کیونکہ بے علم اور بے عقل نادان لوگوں کے تصرف سے مال اور ذرائع آمدن اور وسائل معاش کے ضائع و برباد ہونے سے بچانے کے لیے اور ان کم فہم و کم عقل لوگوں کی ضروریات زندگی کو پورا کرنے کے لیے جب اور جس سطح پر انفرادی اجتماعی یا ریاستی سطح جس قدر اور جو طریقے، اقدامات اور پالیسیاں اختیار کی جائیں گی وہ معاشی منصوبہ بندی ہی ہو گی۔ اس آیت سے یہ اشارہ بھی ملتا ہے کہ ان وسائل ذرائع آمدنی، مال و سرمایہ پر اہل علم اور دانا و حکیم لوگوں کو ہی مالکانہ اختیار اور تصرف کا حق ہونا چاہیے کیونکہ وہی لوگ ہی اپنے علم، حکمت اور صلاحیتوں کی بنا پر ایسے اقدامات اور منصوبے اور پالیسیاں بنا سکتے ہیں کہ جس سے اموال کا تحفظ یقینی بنایا جا سکے۔ مولانا مودودی لکھتے ہیں:

"اس ہدایت کے مطابق چھوٹے پیمانے پر ہر صاحب مال کو اس امر کا لحاظ رکھنا چاہئے کہ وہ اپنا مال جس کے حوالے کر رہا ہے وہ اس کے استعمال کی صلاحیت رکھتا ہے یا نہیں، اور بڑے پیمانے پر حکومتِ اسلامی کو اس امر کا انتظام کرنا چاہیے کہ جو لوگ اپنے اموال پر خود مالکانہ تصرف کے اہل نہ ہوں، یا جو لوگ اپنی دولت کو برے طریقوں سے استعمال کر رہے ہوں۔ ان کی املاک کو وہ اپنے انتظام میں لے لے اور ان کی ضروریات زندگی کا بندوبست کرے"۔[198]

جب عزیز مصر نے اعتراف کیا کہ قحط سالی جیسے حالات سے نمٹنے کی صلاحیت اس میں نہیں ہے تو یوسف علیہ اسلام نے فرمایا کہ وسائل کا انتظام میرے سپرد کر دو۔

"قَالَ اجْعَلْنِي عَلَى خَزَائِنِ الْأَرْضِ إِنِّي حَفِيظٌ عَلِيمٌ[199]

"(یوسف) نے کہا مجھے اس ملک کے خزانوں پر مقرر کر دیجیے کیونکہ میں حفاظت بھی کر سکتا ہوں اور (اس کام سے) واقف بھی ہوں" لہٰذا ضروری ہے کہ مال کا مالک، متصرف اور مختار بننے کے لئے حفیظ و علیم ہونا ضروری ہے کہ اموال کا تحفظ بھی کر سکے اور اس مال سے اس کے تحفظ کے بارے میں علم بھی رکھتا ہو۔ غرض یہ کہ کسب حلال، ابتغاءرزق حلال، ذرائع اور وسائل معاش و اقتصاد کی تلاش و تحفظ، صرف و بچت میں میانہ روی اور راہ اعتدال کا اختیار کرنا نظام محصولات، کفالت عامہ، معاشی ترقی اور عدل و استحکام جیسے احکامات خداوندی پر عمل پیرا ہونے کے لیے انفرادی اور اجتماعی سطح پر کئے جانے والے اقدامات فیصلے تدبریں، حکمت عملی، معاشی پالیسیاں ایک خاص معاشی منصوبہ بندی کے متقاضی ہوتے ہیں لہٰذا درج بالا آیات قرآنی واضح طور پر معاشی منصوبہ بندی کی دلیل بنتی ہیں۔

---

[198] مودودی ابوالاعلیٰ، تفہیم القرآن، ج 1، ص 322

[199] القرآن: یوسف 55:12

حدیث و سنت بھی اسلامی تعلیمات کا ایک اہم اور بنیادی ماخذ و مصدر ہیں۔ قرآن کے بعد اسلامی تعلیمات کا منبع اور معتبر و مستند ذریعہ حدیث اور سنت ہیں، اور ہر ثابت شدہ سنت اور ہر وہ ارشاد یا عمل جس کی رسول ﷺ کی طرف نسبت ہو اور وہ قرآنی معیار اور اصول وروایت کی رو سے بہ ظن غالب بھی صحیح ٹھہرے وہ جمہور امت کے عقیدے میں واجب التسلیم ہے۔ رسول پر ایمان بھی اپنے اندر رسول کی اطاعت واتباع کا مطالبہ رکھتاہے۔ اس لئے حکم ہے

" وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا[200]

"سو جو چیز تم کو پیغمبر دیں وہ لے لو اور جس سے منع کریں (اس سے) باز رہو"

کیونکہ حدیث و سنت اپنی اصل حیثیت میں قرآن پاک کے اجمال کی تفصیل اور اس کی توضیح و تفسیر ہے، جیسا کہ ارشاد ہے

" وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ[201]

"اور ہم نے تم پر بھی یہ کتاب نازل کی ہے تا کہ جو (ارشادات) لوگوں پر نازل ہوئے ہیں وہ ان پر ظاہر کر دو"۔

لیکن قرآن سے مرتبہ میں موخر ہونے کے باوجود ایک لحاظ سے بذات خود ایک مستقل مصدر قانون بھی ہے۔ کیونکہ حدیث و سنت میں ایسے احکامات آئے ہیں جن پر قرآن خاموش ہے۔ مگر پھر بھی حدیث و سنت مستقل قانون سازی کا منبع ہونے کے باوجود قرآن کے تابع ٹھہرتی ہیں کیونکہ جن مقامات پر قرآن خاموش ہے یہ ان مقامات پر بھی قرآن سے متجاوز نہیں ہوتیں۔ لہٰذا جس طرح قرآن پاک وحی ہے سنت اور حدیث نبوی بھی وحی کی حیثیت رکھتے ہیں یہ قرآن سے الگ کوئی چیز نہیں بلکہ اس کی تبیین و توضیح ہے۔ اس لئے نہ صرف رسول کی اطاعت کا حکم ہے بلکہ رسول کی اتباع کا بھی حکم ہے۔

" لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسنة[202]

" تم کو پیغمبر خدا کی پیروی (کرنی) بہتر ہے"

اور خدا کا مقرب اور محبوب بندہ بننے کے لئے اتباع رسول کو لازمی شرط قرار دیا گیاہے۔

" قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ[203] "

"اے پیغمبر لوگوں سے کہہ دو کہ اگر تم خدا کو دوست رکھتے ہو تو تو میری پیروی کرو خدا بھی تمھیں دوست رکھے گا"

---

[200] القرآن: الحشر 7:59

[201] القرآن: النحل 44:16

[202] القرآن: الاحزاب 33:21

[203] القرآن: آل عمران 31:3

یعنی خدا کی اطاعت کی واحد صورت اتباع رسول ہے، نیز درج بالا آیات سے واضح ہوتا ہے کہ قرآنی تصور میں حدیث و سنت کوئی کم درجہ نہیں رکھتی بلکہ ایک لحاظ سے اس کا درجہ قرآن کے برابر ہی ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے"

" وَمَايَنْطِقُ عَنِ الْهَوَى إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ "[204]

"اور نہ خواہش نفس سے منہ سے بات نکالتے ہیں یہ (قرآن) تو حکم خدا ہے جو (ان کی طرف) بھیجا جاتا ہے"

آپؐ نے خطبہ حجۃ الوداع میں فرمایا کہ

" وَقَدْ تَرَكْتُ فِيكُمْ مَا إِنْ اعْتَصَمْتُمْ بِهِ فَلَنْ تَضِلُّوا أَبَدًا، أَمْرًا بَيِّنًا، كِتَابَ اللهِ وَسُنَّةَ نَبِيِّهِ۔[205]

" میں نے تم میں ایک ایسی چیز چھوڑی ہے کہ اگر تم اس کو مضبوط پکڑے رہو گے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے؛ کتاب اللہ اور اس کے نبی کی سنت"۔ رسول اللہ کی پیروی جس طرح آپؐ کی حیات میں ضروری تھی آج بھی ہے اور آئندہ بھی رہے گی کیونکہ حدیث و سنت کے بغیر تو قرآن سے اکتساب وہدایت بھی ممکن نہیں ہے۔ احادیث و سنت کے بغیر خود قرآن کا مفہوم و مطلب مبہم اور بڑی حد تک تشنہ اور غیر واضح رہ جائے گا۔ دین اسلام انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں سے متعلق مکمل ہدایت وراہنمائی کرتا ہے، اسی طرح انسانی زندگی کے معاشی پہلو سے متعلق بھی کامل راہنمائی وہدایت بہم پہنچاتا ہے۔ قرآن و سنت انسان کی معاشی زندگی کے لیے ایک جامع اور مکمل نظام پیش کرتے ہیں جس کو اختیار کر کے انسان اپنی زندگی کے معاشی نظام میں کامیابی اور فلاح حاصل کر سکتا ہے۔ قرآن کے بعد اسلامی معاشیات کا بھی دوسرا بنیادی مآخذ حدیث و سنت ہیں۔ قرآن کے پیش کردہ معاشی تعلیمات، اصول و ضوابط کی تبین و تفسیر اور وضاحت حدیث اور سنت میں ملتی ہیں۔ معاشیات اور علم الاقتصاد سے متعلق کلی اور جزوی طور پر کوئی ایسی چیز نہیں جس کی وضاحت اور صراحت حدیث و سنت میں نہ ملتی ہو۔ اشیا پیداوار کی ملکیت، عاملین پیدائش کے معاوضے، تسعیر، صارف کا رویہ، آجر کا عمل، سرکاری مالیات، معاشرتی و معاشی تعلیمات جیسے ارتکاز دولت اور اکتناز کی ممانعت بین الاقوامی معاشیات کی تعلیمات۔ انسانی برابری اور انسانی ضروریات، شرکت، مضاربت کے احکام غرض ایک عام فرد کی معیشت سے لے کر بین الاقوامی معاشی تعلیمات کا مفصل بیان اور مکمل رہنمائی حدیث و سنت میں ملتے ہیں۔

عہد نبوی ﷺ کی معاشی منصوبہ بندی کے بارے میں جاننے کے لیے ضروری ہے کہ عہد نبوی ﷺ کی مالیاتی پالیسی، اور بجٹ سے متعلق حکمت عملی کا جائزہ لیا جائے۔ اگرچہ " آپ ﷺ کے عہد میں اسلامی بیت المال کی کوئی باقائدہ عمارت مختص نہ تھی اس لیے جو محاصل ہوتے انھیں مسجد نبوی میں جمع کر دیا جاتا اور فوراً ہی تقسیم کر دیے جاتے "[206] تاہم عہد نبوی کا باقاعدہ ایک منظم مالیاتی نظام ضرور موجود تھا اور اس عہد میں بیت المال کی کیفیت اور حیثیت ایک مکمل معاشی نظام کی تھی، جیسا کہ حفظ الرحمان سیوہاروی لکھتے ہیں "اگرچہ کبھی کبھی بیت المال کا اطلاق اپنی وسعت کے ساتھ پورے مالی نظام پر بھی کر دیا جاتا ہے "[207] ذیل میں عہد نبوی ﷺ کے مالیاتی نظام اور بجٹ کے تقاضوں کو مد نظر رکھتے ہوئے جو اقدامات کیے گئے ان کا جائزہ لیا جاتا ہے۔ ذیل میں پہلے کلی معیشت کے حوالے کے گئے آپ ﷺ کے اقدامات کا جائزہ لیا جاتا ہے۔

---

[204] القرآن: النجم 53: 3،4

[205] ابن ہشام عبد الملک بن ہشام، السیرۃ النبویۃ لابن ہشام،، مصر 1955، ج2، ص،604

[206] محمد یوسف الدین، اسلام کے معاشی نظریے ج2 ص520، الائیڈ بک کمپنی کراچی، 1984

[207] سیوہاروی، حفظ الرحمان سیوہاروی، اسلام کا اقتصادی نظام، ج108 مکتبہ رحمانیہ، لاہور

پہلی اسلامی پالیسی اور معاشی بجٹ : ہجرت مدینہ کے بعد آپ ﷺ کی اولین ترجیحاتی اقدامات میں مہاجرین کی بحالی اور آبادکاری کا کام بھی تھا۔ آپ ﷺ نے معاشی ضروریات کی فراہمی کے لیے جو پہلی پالیسی پیش کی وہ رشتہ اخوت تھا۔ چنانچہ اس مقصد کے لیے آپ ﷺ نے مہاجرین وانصار کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا

" تَآخَوْا فِي اللهِ أَخَوَيْنِ أَخَوَيْنِ " ۔[208]

"اللہ کے لیے آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ"

مہاجرین اور انصار میں مواخات کا رشتہ قائم کر کے دونوں خاندان کے افراد کو پابند کیا گیا کہ دونوں خاندان کے لوگ اکٹھے کمائیں گے اور سب اس کمائی میں برابر کے شریک ہوں گے اور سب ایک دوسرے کی وراثت میں بھی شریک تھے۔ آپ ﷺ نے اپنی حکمت اور معاشی بصیرت سے مہاجرین کی معاشی بحالی اور کفالت کی ایسی منصوبہ بندی کر کے بے مثال نظام تکافل دنیا کے سامنے پیش کر دیا۔ جس کی مثال دنیا کا کوئی معاشرہ آج تک پیش نہیں کر سکا ۔ یہ عہد نبوی ﷺ کی پہلی مالیاتی پالیسی اور پہلی معاشی منصوبہ بندی تھی اور یہ اسلامی ریاست کا پہلا معاشی بجٹ تھا۔ چنانچہ یہ معاہدہ زبانی نہیں بلکہ تحریری تھا اور یہ اتنا اختیاری بھی نہیں تھا جتنا کہ خیال کیا جاتا ہے، اس کے پس پردہ ترغیب و تحریص سے زیادہ تحکیم کا عنصر نمایاں تھا یعنی اسے قبول کرنا یا اس سے انحراف کرنا انصار و مہاجرین کی مرضی پر موقوف نہیں تھا کیونکہ ایک اخی کا دوسرے اخی کی جملہ ضروریات کا خیال رکھنا از روئے معاہدہ فرض تھا جو ریاست کی طرف سے عائد تھا۔ چونکہ اس رشتہ ءمواخات کا مقصد مہاجرین کی معاشی بحالی تھا۔ مگر جب مہاجرین بھی معاشی لحاظ سے خود کفیل ہو گئے ان کی مالی حالت بہتر ہو گئی تو گویا اس مالیاتی پالیسی، معاشی منصوبے کے مقاصد حاصل ہو گئے اور منصوبے کی مدت پوری ہو گئی تو اللہ پاک نے حکم نازل فرما دیا کہ

"وَأُولُو الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَى بِبَعْضٍ"[209]

"اور رشتہ دار یک دوسرے کے زیادہ حق دار ہیں"

اگرچہ یہ رشتہ ءمواخات عارضی اور کچھ عرصہ کے لئے تھا مگر اس کے معاشی اثرات لازوال نوعیت کے تھے۔ اس سے نہ صرف مہاجرین کے روزگار کا انتظام ہوا بلکہ انصار کی وہ زمینیں جن کو استعمال اور کاشت میں نہیں لایا جا رہا تھا انہیں زیر کاشت لایا گیا، اور جن باغات اور نخلستانوں کی دیکھ بھال نہیں ہو رہی تھی ان کی مناسب دیکھ بھال سے پیداوار اور آمدنی میں اضافہ ہوا۔ اور پھر دو خاندانوں کے اکٹھے ہو جانے سے ان کے اخراجات اور مصارف میں کمی ہوئی یوں مسلمانوں کی معاشی ترقی کی راہیں کھل گئیں۔

مسلم بازار کا قیام : مدینہ کی معیشت اور منڈی و بازار پر یہود کا غلبہ تھا جس کے سبب مسلمان کئی طرح کے معاشی و معاشرتی مسائل کا سامنا کر رہے تھے اور سخت پریشانی میں مبتلا تھے ۔، یہود مدینہ کی معیشت و تجارت پر چھائے ہوئے تھے۔ گویا مدینہ کی معیشت و تجارت پر ان کا مکمل کنٹرول تھا ۔ وہ طرح طرح کے حیلے اور معاشی ہتھکنڈوں سے مسلمانوں کو تنگ کرتے تھے۔ ایک مسلمان عورت کی بے حرمتی کا مشہور واقعہ بھی

---

[208] عبد الملک بن ہشام، السیرۃ النبویہ (مصر 1955) ج، ص 505

[209] القرآن: الانفال 75:8

اسی پس منظر میں ہوا جس کی وجہ سے غزوہ قینقاع ہوا۔ آپ ﷺ نے اس معاشی صورت حال سے نمٹنے کے لیے ایک بازار قائم کیااور فرمایا فَإِنَّ الْجَالِبَ إِلَى سُوقِنَا، كَالْمُجَاهِدِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ" [210]

"کہ ہمارے بازار کی طرف آنے والا اللہ کے راستے میں جہاد کرنے کے مترادف ہے"۔

لہذا آپ ﷺ کے ابتدائی مالیاتی اور معاشی اقدامات میں سے ایک مسلم بازار کا قیام بھی تھا جس کے قیام سے مدینہ کے بازار، منڈی اور تجارت پر سے یہود کی بالادستی اور اجارہ داری ختم ہوگئی اس طرح کی منصوبہ بندی سے مسلمانوں کو یہود کی شرارتوں، سازشوں اور تکلیفوں سے نجات مل گئی۔ نیز اسطرح کی نوید سے رسول اللہ ﷺ نے بازاری نظام کو اعانت دی اور مسلمانوں کو یہودی تاجروں کے مالی تاوان کے بوجھ، غیر ضروری ٹیکسوں سے نجات دلائی۔ ایسے شواہد سے معلوم ہوتا ہے کہ اس طرح کے اقدامات سے ایک طرف آپ ﷺ نے دشمن کے غلط معاشی تسلط کا خاتمہ کیا دوسری طرف آپ ﷺ نے مسلمانوں میں اسلامی معاشی نظام کو فروغ دیا۔ آپ ﷺ کے یہ سارے اقدامات معاشی منصوبہ بندی ہی کے زمرے میں آتے ہیں۔

افرادی قوت کی تیاری/تعلیمی سرمایہ کاری : اصحاب صفہ کی کفالت اور تعلیم وتربیت اگرچہ نادار و مفلس صحابہ کی کفالت اور تعلیم و تربیت کا ایک بندوبست تھا جس کے کئی ثمرات اور نتائج اور مضمرات سامنے آئے ان میں معاشی ثمرات اور مضمرات بھی نمایاں ہوتے ہیں۔ کہ آپ ﷺ نے ایسے افراد تیار کئے جنھوں نے انسانی سرمایہ یعنی افرادی قوت کا کردار ادا کیا اور کسی ملک کی معاشی ترقی کے عوامل میں انسانی سرمایہ یعنی افرادی قوت انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ اور یہ حقیقت ہے کہ تعلیم یافتہ اور تربیت یافتہ افراد کسی معاشرے کی معیشت میں کلیدی کردار ادا کرتے ہیں۔ اور ایسے افراد کو تعلیم وتربیت کے ادارے تیار کرتے ہیں۔ "صفہ بھی ایک ایسا ادارہ تھا جس میں نادر روزگار صلاحیتوں کے حامل افراد تیار کئے "[211]۔ ادارے مقاصد کے حصول کے لیے قائم کئے جاتے ہیں۔ اور ان اداروں کا قیام اور مقاصد کا حصول منصوبہ بندی کے متقاضی ہوتے ہیں۔

مردم شماری : منصوبہ بندی میں اعداد و شمار کی اہمیت مسلمہ ہے۔ خاص طور پر ملک کی معاشی ترقی میں ملکی آبادی کا شمار بہت ضروری ہے۔ لہٰذا ملکی معیشت کے پیش نظر ملکی آبادی کا شمار معاشی منصوبہ بندی کی کڑی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ میں تشریف لانے کے فوراً بعد مردم شماری کروائی۔ آپ ﷺ نے فرمایا"

اكْتُبُوا لِي مَنْ تَلَفَّظَ بِالْإِسْلَامِ مِنَ النَّاسِ۔"[212]

" کہ میرے لیے ان تمام افراد کی فہرست تیار کر دو جنھوں نے اسلام قبول کر لیا ہے"

تاکہ وسائل اور مصارف میں توازن قائم رکھا جاسکے۔

زکوٰۃ وصدقات : عہد نبوی کی مدنی معیشت میں دو ذرائع محاصل یعنی اموال غنیمت اور صدقات بہت اہمیت کے حامل تھے مگر

---

[210] ابوعبد اللہ الحاکم محمد بن عبد اللہ، المستدرک علی الصحیحین، کتاب البیوع، حدیث اسمعیل بن جعفر (دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۹۹۰) 15:12 حدیث نمبر 2167

[211] غفاری نور محمد ڈاکٹر، نبی کریم ﷺ کی معاشی زندگی، دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری، لاہور، ص 175

[212] البخاری: الجامع الصحیح، کتاب الجہاد والسیر، باب کتابۃ الامام للناس، 4 : 72 حدیث نمبر 3060

"اموال غنیمت سے حاصل شدہ آمدنی سے عساکر اور مہموں پر ہونے والے مصارف کو منہا کرنے سے اس سے حاصل شدہ منفعت صفر رہ جاتی ہے یا زیادہ سے زیادہ کل معیشت کا صرف ایک فیصد تناسب رہ جاتا ہے"[213]

جہاں تک زکوٰۃ و صدقات کا تعلق ہے یہ اسلامی نظام مالیات کا اہم ذریعہ ہیں اس کی اہمیت کا اندازہ اس سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ قرآن میں اکثر مقامات پر نماز و زکوٰۃ کی فرضیت کا ذکر ایک ساتھ کیا گیا ہے نیز یہ گردش دولت کا سب سے موئثر ذریعہ ہیں اور اس سے معاشرے سے غربت و افلاس کے خاتمے کا بھی ایک موئثر ذریعہ ہیں۔ چنانچہ "اگر مسلمان آج کچھ نہ کریں صرف زکوٰۃ کا معاملہ ہی احکام قرانی کے مطابق کرلیں تو بغیر کسی تعامل کے دعویٰ کیا جاسکتا ہے کہ ان کی تمام اجتماعی مشکلات و مصائب کا حل خود بخود پیدا ہو جائے گا لیکن مصیبت یہ ہے کہ مسلمانوں نے یا تو احکام قرآنی کی تعمیل یک قلم ترک کردی ہے یا پھر عمل بھی کررہے ہیں اس طرح کہ فی الحقیقت عمل نہیں کررہے"[214]

عہد نبوی میں یہ محاصل اور ذرائع آمدن تقریباً آخری سالوں میں ہوئے ہیں

"اموال غنیمت کا حصہ اگر یک فیصد تھا تو صدقات کا اس سے بھی کم تھا کیونکہ ان کی آمدنی کافی محدود تھی اور عہد نبوی کے آخری دو تین برسوں میں ہوئی تھی، مجموئی طور سے مدنی مسلم معیشت اپنے مہاجر اور انصاری باشندوں کی محنت و مشقت کے طفیل استحکام کی طرف اور روز بروز بڑھ رہی تھی"[215]

تقسیم دولت کی حکمت عملی : زکوٰۃ و صدقات کے علاوہ عہد نبوی کا بڑا ذریعہ آمدن اموال غنیمت تھا آپ ﷺ نے اس کی تقسیم میں بھی ایک خاص قسم کی پالیسی اور حکمت عملی اختیار کی ذیل میں مشہور غزوات کے اموال غنیمت کی تقسیم سے آپ ﷺ کی منصوبہ بندی، حکمت عملی اور پالیسی کا جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

عہد رسالت میں پہلا مال غنیمت غزوہ بدر میں حاصل ہوا جسے آپ ﷺ نے تمام مسلمانوں میں مساویانہ طور پر تقسیم کردیا

" عَنْ أَبِي أُمَامَةَ الْبَاهِلِيِّ، قَالَ: سَأَلْتُ عُبَادَةَ بْنَ الصَّامِتِ عَنِ الأَنْفَالِ، فَقَالَ: فِينَا مَعْشَرَ أَصْحَابِ بَدْرٍ نَزَلَتْ، حِينَ اخْتَلَفْنَا فِي النَّفْلِ، وَسَاءَتْ فِيهِ أَخْلاقُنَا، فَنَزَعَهُ اللَّهُ مِنْ أَيْدِينَا، فجعله الى رسوله، فقسمه رسول الله ص بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ عَنْ بُوَاءٍ:يَقُولُ عَلَى السَّوَاءِ: فَكَانَ فِي ذَلِكَ تَقْوَى اللَّهِ، وَطَاعَةُ رَسُولِهِ، وَصَلاحُ ذَاتِ الْبَيْنِ"[216]

" ابو عمامہ الباہلی سے روایت ہے کہتے ہیں کہ عبداللہ بن الصامت سے آیت کی انفال کی تفسیر پوچھی تو انہوں نے کہا کہ یہ آیت ہم اصحاب بدر سے متعلق ہے جب مال غنیمت سے متعلق ہم میں شدید اختلاف پیدا ہو گیا حتیٰ کہ نوبت تکرار تک پہنچ گئی تو اللہ نے ہم سے لیکر رسول اللہ ﷺ کے حوالے کردیا اور آنحضرت ﷺ نے اسے تمام مسلمانوں میں مساویانہ طریقے سے تقسیم کردیا اور اس میں اللہ سے تقویٰ ،اس کے رسول کی اطاعت اور آپس کے تعلقات کی صلح تھی"

4ھ میں رسول اللہ ﷺ نے بنو نضیر کا محاصرہ کیا بالآخر انہوں نے ہتھیار ڈال دیے رسول اللہ ﷺ نے انہیں مدینہ سے جلاوطنی کا حکم دیا

---

213 محمد یٰسین مظہر صدیقی، عہد نبوی ﷺ میں مدنی مسلم معیشت، سہ ماہی تحقیقات اسلامی ص40 علی گڑھ۔ اکتوبر 1983

214 ابوالکلام آزاد مولانا، اسلام اور سوشلزم، ششماہی الاقتصاد، ص66 حکمت قران انسٹیٹیوٹ کراچی، مارچ 2012

215 محمد یٰسین مظہر صدیقی، عہد نبوی ﷺ میں مدنی مسلم معیشت، سہ ماہی تحقیقات اسلامی ص41 علی گڑھ۔ اکتوبر 1983

216 تاریخ الطبري، تاریخ الرسل والملوک، وصلة تاريخ الطبري دار التراث، بیروت 1387ھ، ص458ج2

" وخلوا الأموال لرسول الله ص، فكانت لرسول الله ص خَاصَةً يَضَعُهَا حَيْثُ يَشَاءُ، فَقَسَمَهَا رَسُولُ اللَّهِ ص عَلَى الْمُهَاجِرِينَ الأَوَّلِينَ دُونَ الأَنْصَارِ، إِلا أَنَّ سَهْلَ بْنَ حُنَيْفٍ وَأَبَا دُجَانَةَ سِمَاكَ بْنَ خرشه، ذكرا فقرا فأعطاهما رسول الله ص وَلَمْ يُسْلِمْ مِنْ بَنِي النَّضِيرِ إِلا رَجُلانِ: يَامِينُ بْنُ عُمَيْرِ بْنِ كَعْبٍ ابْنِ عَمِّ عَمْرِو بْنِ جَحَّاشٍ، وَأَبُو سَعْدِ بْنُ وَهْبٍ، أَسْلَمَا عَلَى أَمْوَالِهِمَا فَأَحْرَزَاهَا" [217]

"بنو نضیر نے اپنے اموال رسول اللہ ﷺ کے حوالے کر دیے آپ ﷺ نے انصار کو چھوڑ کر سب مہاجرین میں اسے تقسیم کر دیا انصار میں سے سہیل بن حنیف اور ابو دجانہ سماک بن خرشہ نے اپنی غربت کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ ہمیں بھی کچھ عطا فرمائیے آپ ﷺ نے اس میں سے انہیں بھی دے دیا"

اس طرح بنو قریظہ سے حاصل ہونے والے مال غنیمت سے مہاجرین اور مفلس و ناداروں کی کفالت کا انتظام کیا گیا۔ کیونکہ یہی آپ ﷺ کی پالیسی کا مقصد تھا کہ ناداروں اور محتاجوں کی کفالت کی جائے اور دولت کا بہاؤ امراء سے غرباء اور مستحقین کی طرف رہے نیز یہ کہ دولت صرف دولت مندوں میں ہی مرتکز ہو کر نہ رہ جائے چنانچہ آپ ﷺ غنائم کی تقسیم میں بھی ہر ایک کی احتیاج کا خیال رکھتے تھے۔

غزوہ خیبر کے غنائم سے مسلمانوں کو بہت سامال حاصل ہوا اس کی تقسیم سے متعلق روایت ہے:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَيْهِ خَيْبَرَ قَسَّمَهَا عَلَى سِتَّةٍ وَثَلَاثِينَ سَهْمًا جَمْعُ كُلِّ سَهْمٍ مِنْهَا مِائَةُ سَهْمٍ، وَعَزَلَ نِصْفَهَا لِنَوَائِبِهِ وَمَا يَنْزِلُ بِهِ، وَقَسَّمَ النِّصْفَ الْبَاقِيَ بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ. وَسَهْمُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيمَا قَسَّمَ: الشَّقُّ وَالنَّطَاةُ وَمَا حِيزَ مَعَهُمَا، وَكَانَ فِيمَا وَقَفَ: الْكَتِيبَةُ وَالْوَطِيحَةُ وَسُلَالِمُ، فَلَمَّا صَارَتِ الْأَمْوَالُ فِي يَدَيْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكُنْ لَهُ مِنَ الْعُمَّالِ مَا يَكْفُونَ عَمَلَ الْأَرْضِ، فَدَفَعَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْيَهُودِ، يَعْمَلُونَهَا عَلَى نِصْفِ مَا خَرَجَ مِنْهَا، فَلَمْ تَزَلْ عَلَى ذَلِكَ حَيَاةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَيَاةَ أَبِي بَكْرٍ، حَتَّى كَانَ عُمَرُ، فَكَثُرَ الْمَالُ فِي أَيْدِي الْمُسْلِمِينَ، وَقَوُوا عَلَى عَمَلِ الْأَرْضِ، فَأَجْلَى عُمَرُ الْيَهُودَ إِلَى الشَّامِ وَقَسَّمَ الْأَمْوَالَ بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ إِلَى الْيَوْمِ [218]

"کہ جب اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ پر خیبر کا علاقہ بطور فئے پلٹا دیا تو آپ نے اسے چھتیس حصوں میں تقسیم کیا ان میں سے ہر ایک حصہ میں مجموئی طور پر 100 حصے تھے آپ ﷺ نے ان میں سے نصف اپنی ضروریات کے لیے اور پنے اوپر پیش آنے والی مشکلات و حوادث کے لیے الگ کر کے رکھ لیے بقیہ نصف حصہ مسلمانوں میں تقسیم کر دیا تقسیم شدہ میں سے رسول اللہ ﷺ کے حصہ میں شق و نطاۃ اور ان سے متصل ارد گرد کا علاقہ آیا۔ کتیبہ، وطیحہ اور سلالم آپ ﷺ نے عام مسلمانوں کے لیے وقف کر دیے تھے جب یہ علاقے فتح کے بعد آپ ﷺ کے قبضہ میں آئے تو آپ ﷺ کے پاس اتنے مزدور نہ تھے جو ان علاقوں کی زمینوں کا بندوبست کر سکتے لہذا آنحضرت ﷺ نے اس معاہدہ کے تحت یہ علاقے یہود کے پاس رہنے دیے کہ وہ اس علاقہ کی نصف پیداوار دیتے رہیں چنانچہ اس معاہدہ پر رسول اللہ ﷺ اور ابو بکر صدیق کی زندگی تک عمل ہوتا رہا جب حضرت عمر کا زمانہ آیا اور مسلمانوں کے ہاتھوں بکثرت کام کرنے والے کاشتکار آگئے اور ان میں زمین کے انتظام کی صلاحیت پیدا ہو گئی تو حضرت عمر نے یہودیوں کو خیبر سے نکال کر شام بھیج دیا اور یہ علاقے مسلمانوں میں تقسیم کر دیے جو آج تک باقی ہیں" خیبر کی یہ تقسیم آپ ﷺ کی معاشی حکمت عملی، معاشی پالیسی اور معاشی منصوبہ بندی کی بصیرت کو عیاں کرتی ہے کہ آپ ﷺ نے ایک پالیسی اور منصوبہ بندی کے ساتھ اس مفتوحہ علاقے سے استفادہ کیا اور اس علاقے کی آمدن کو اپنے معاشی بجٹ کا حصہ بنایا۔

---

[217] تاریخ الطبري، تاریخ الرسل والملوک، وصلة تاریخ الطبري، ج2 ص555

[218] ابوعُبید القاسم بن سلاّم، کتاب الأموال، ج1 ص71 دار الفکر، بیروت

اموال فئی: مال فئے بھی عہد نبوی ﷺ کے آمدنی کا ایک اہم ذریعہ رہا ہے اس میں جزیہ، خراج اور عشور کے محاصل شامل ہیں جیسا کہ امام ماوردی لکھتے ہیں:

إنَّ كُلَّ مَالٍ وَصَلَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ عَفْوًا مِنْ غَيْرِ قِتَالٍ، وَلَا بِإِيجَافِ خَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ، فَهُوَ كَمَالِ الْهُدْنَةِ وَالْجِزْيَةِ وَأَعْشَارِ مَتَاجِرِهِمْ، أَوْ كَانَ وَاصِلًا بِسَبَبٍ مِنْ جِهَتِهِمْ كَمَالِ الْخَرَاجِ، فَفِيهِ إذَا أُخِذَ مِنْهُمْ أَدَاءَ الْخُمُسِ لِأَهْلِ الْخُمُسِ مَقْسُومًا عَلَى خَمْسَةٍ [219]

"وہ مال جو کفار سے بغیر قتال اور چڑھائی کے حاصل ہو جیسے مال صلح، جزیہ، ان کی تجارت کا عشر (عشور) اور جس کے حاصل ہونے کا سبب ان کی طرف سے ہو جیسے مال خراج اس کا خمس اہل خمس میں پانچ حصوں پر تقسیم کیا جائے"

چنانچہ جب بنی نضیر نے ہتھیار ڈال دیے اور اپنے اموال رسول اللہ ﷺ کے حوالے کر دیے جن کے لیے جنگ کی نوبت نہیں آئی تھی جن کے بارے میں حکم تھا

"وَمَا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ مِنْهُمْ فَمَا أَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ وَلَكِنَّ اللَّهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهُ عَلَى مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ مَا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُرَى فَلِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ[220]

"اور جو مال خدا نے اپنے پیغمبر کو ان لوگوں سے (لڑائی بھڑائی کے بغیر) دلوایا ہے اس میں تمہارا کچھ حق نہیں کیونکہ اس کے لیے نہ تم نے گھوڑے دوڑائے نہ اونٹ لیکن خدا اپنے پیغمبر کو جن پر چاہتا ہے مسلط کر دیتا ہے۔ اور خدا ہر چیز پر قادر ہے۔ جو مال خدا نے اپنے پیغمبر کو بستی والوں سے دلوایا ہے وہ خدا کے لیے اور پیغمبر کے لیے اور (پیغمبر کے) قرابت والوں کے لیے اور یتیموں کے لیے اور حاجتمندوں کے لیے اور مسافروں کے لیے ہے"

چنانچہ یہ مال محاصرہ کرنے والوں میں تقسیم نہیں کیا گیا بلکہ اسے اسلامی خزانے میں جمع کرا دیا گیا۔

عَنْ مَالِكِ بْنِ أَوْسِ بْنِ الْحَدَثَانِ النَّصْرِيِّ، عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، قَالَ: كَانَتْ أَمْوَالُ بَنِي النَّضِيرِ مِمَّا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ، مِمَّا لَمْ يُوجِفِ الْمُسْلِمُونَ عَلَيْهِ بِخَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ فَكَانَتْ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاصَّةً فَكَانَ يُنْفِقُ مِنْهَا عَلَى أَهْلِهِ نَفَقَةَ سَنَةٍ، وَمَا بَقِيَ جَعَلَهُ فِي الْكُرَاعِ وَالسِّلَاحِ عِدَّةً فِي سَبِيلِ اللَّهِ[221]

"مالک بن اوس بن حدثان نصری راوی ہیں کہ حضرت عمر کہتے ہیں بنو نضیر کے املاک اس فہرست میں آتے ہیں جنھیں مسلمانوں کی فوج کشی کے بغیر ہی اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے حوالے کر دی تھیں اور وہ رسول اللہ کی خصوصی ملکیت قرار پائی تھیں چنانچہ اس میں سے اپنے اہل و عیال کے سال بھر کے اخراجات لینے کے بعد باقی ماندہ آمدنی جہاد فی سبیل اللہ کے لیے ہتھیاروں اور سواروں کی فراہمی میں خرچ فرماتے تھے"۔

خیبر کی املاک کا نصف رسول اللہ ﷺ نے اپنے لیے رکھا اور نصف کو وقف کر دیا۔ اس طرح کے دیگر خراجی املاک کا رسول اللہ ﷺ خود اس کا انتظام فرماتے اور مفاد عامہ پر صرف کرتے۔ البتہ فدک کو رسول اللہ ﷺ کے لیے خاص قرار دیا گیا

وَأَمَّا فَدَكُ فَإِنَّ إِسْمَاعِيلَ بْنَ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا، عَنْ أَيُّوبَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، فِي قَوْلِهِ: {فَمَا أَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ. فَقَالَ: "هَذِهِ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاصَّةً[222]

---

[219] الماوردی أبو الحسن علي بن محمد، ج 1 ص 200 الأحكام السلطانية دار الحديث القاهرہ

[220] الحشر 59: 6،5

[221] أبو عُبيد القاسم بن سلاّم، كتاب الأموال، ج 1 ص 14، دار الفكر. بيروت

[222] ایضاً ج 1، ص 16

"رہا فدک کا مسئلہ تو زہری کہتے ہیں کہ آیت کریمہ فمَا أَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ جس پر تم نے کسی قسم کی فوج کشی نہیں کی سے قری عربیہ کا علاقہ جو فدک اور اسی قبیل کے دیگر علاقوں پر مشتمل ہے خاص طور پر رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی ملکیت بنا "

یعنی سربراہ مملکت کی تحویل میں رہا اور غنیمتوں کی طرح تقسیم نہیں ہوا۔ اس طرح قرآن میں صرف اہل کتاب سے جزیہ لینے کو کہا گیا ہے گویا قرآن میں صرف اہل کتاب کو تحفظ دینے کا ذکر ہے لیکن رحمۃ اللعالمین صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے قرآن پاک کے شارح کی حیثیت سے وسعت سے کام لیتے ہوئے بحرین کے مجوسیوں سے بھی جزیہ قبول فرما کر ان کے تحفظ کو یقینی بنایا۔ صرف مکہ کی خصوصیت ہے کہ نہ اس کے باشدوں سے خراج لیا گیا اور نہ ہی اس کی املاک واموال کو فئی قرار دیا گیا

فَقَدْ صَحَّتِ الْأَخْبَارَ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ افْتَتَحَ مَكَّةَ، وَأَنَّهُ مَنَّ عَلَى أَهْلِهَا، فَرَدَّهَا عَلَيْهِمْ، وَلَمْ يَقْسِمْهَا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَمْ يَجْعَلْهَا فَيْئًا فَرَأَى[223]

" صحیح روایات بتاتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ فتح کیا اور پھر وہاں کے باشدوں پر احسان فرماتے ہوئے مکہ انھیں واپس کر دیا نہ آپ نے غنیمت قرار دے کر اسے تقسیم کیا اور نہ فئے قرار دیا"

جزوی معیشت کی منصوبہ بندی کے اقدامات: معاشی ترقی کے لیے جس طرح کلی معیشت کا کردار اہم ہے جزوی معیشت بھی کسی ملک کی معاشی ترقی کے لیے ضروری ہے چنانچہ رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے جزوی معیشت کی ترقی کے لیے بھی رہنمائی فرمائی ہے اور معیشت چاہے کلی ہو یا جزوی وسائل اور ذرائع اس کی ترقی میں اہم کردار ادا کرتے ہیں وسائل وذرائع کا تحفظ اور ان کا مناسب استعمال معاشی مقاصد کے حصول کا بنیادی جزو ہوتے ہیں۔ وسائل واشیاء کے ضیاع سے روکنے اور ان کو بہتر مصرف میں استعمال کرنے سے متعلق روایت ہے

"عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ تُصُدِّقَ عَلَى مَوْلَاةٍ لِمَيْمُونَةَ بِشَاةٍ فَمَاتَتْ فَمَرَّ بِهَا رَسُولُ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- فَقَالَ هَلاَّ أَخَذْتُمْ إِهَابَهَا فَدَبَغْتُمُوهُ فَانْتَفَعْتُمْ بِهِ. فَقَالُوا إِنَّهَا مَيْتَةٌ. فَقَالَ إِنَّمَا حَرُمَ أَكْلُهَا »[224]

"ابن عباس سے روایت ہے کہ حضرت میمونہ کی آزاد کردہ باندی کو صدقہ میں ایک بکری ملی مگر وہ مر گئی رسول صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کا گزر وہاں سے ہوا تو فرمایا کہ تم نے اس کا چمڑا کیوں نہیں اتار لیا؟ تم دباغت کے بعد اسے استعمال میں لا سکتے ہو۔ عرض کیا گیا کہ یہ تو مردہ ہے رسول ؐ نے فرمایا صرف اس کا کھانا حرام ہے"۔

اس روایت سے واضح ہوتا ہے کہ ذرائع اور وسائل اور اشیاء کو ضائع نہیں کرنا چاہیے بلکہ ان کو بہتر مصرف میں استعمال میں لانا چاہیے اور مناسب منصوبہ بندی سے ناکارہ اشیاء کو کسی نہ کسی مصرف میں استعمال کر لینا چاہیے انھیں ضائع نہیں کرنا چاہیے۔ اسی طرح ریاست کی افرادی قوت میں ترقی اور اضافہ کی غرض سے معذور افراد کو ان کی صحت، سکت اور صلاحیت کے مطابق ان سے استفادہ ضرور کرنا چاہیے۔ تاکہ وہ معاشرے کی ترقی میں اپنا حصہ ملانے کے ساتھ ساتھ اپنی معاشی حالت بہتر کر سکیں اس طرح جہاں انھیں روزگار میسر ہو گا وہاں ان کی عزت نفس بھی محفوظ رہے گی اور ان میں خود اعتمادی بھی پیدا ہو گی۔ وگرنہ ان افراد کا گداگری جیسی لعنت میں ملوث ہو جانے کا خدشہ ہوتا ہے۔ اسی طرح مادی وسائل میں اگر کوئی چیز کسی لحاظ سے ناکارہ ہو جائے تو اس کو پھینک کر ضائع کرنے کی بجائے اس کو کسی اور استعمال میں لانا چاہیے۔ کہ ایک حلال مردہ جانور اگر کھانے کے لائق نہیں، مگر اس کے بال اور چمڑا تو کار آمد ہیں ان کو ضائع نہیں کرنا چاہیے۔ ان کا استعمال کرنا چاہیے۔ یہ سب اس وقت

---

[223] ایضاً ج 1، ص 82

[224] مسلم بن الحجاج، المسند الصحیح المختصر، کتاب الحیض، باب طہارۃ جلود المیتۃ (دار احیاء التراث العربی بیروت) 1:276 حدیث نمبر 100

ممکن ہے کہ جب وسائل کے استعمال سے متعلق منصوبہ بندی کی جاتی ہے۔ منصوبہ بندی کی بنیاد ہی یہ ہے کہ وسائل کے ضیاع کو روکنا اور ان کا بہتر استعمال کرنا ہے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے

" مَنْ بَاعَ دَارًا أَوْ عَقَارًا فَلَمْ يَجْعَلْ ثَمَنَهُ فِي مِثْلِهِ، كَانَ قَمِنًا أَنْ لَا يُبَارَكَ[225]

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو کوئی گھر یا کوئی زمین (جائیداد یا سرمایہ) فروخت کرے تو اس کی قیمت میں برکت نہیں ہوتی سوائے اس کے کہ وہ اس کی قیمت سے اس طرح کی دوسری چیز جائیداد و سرمایہ وغیرہ بنائے "[226]

اس روایت میں سرمایہ کاری کی تاکید کی گئی ہے۔ سرمایہ کاری سے مراد ہے کہ حقیقی سرمایہ یا اشیاء سرمایہ کے موجودہ ذخائر میں اضافہ کرنا ہے۔ سرمایہ کاری معاشی ترقی کے لیے جزو لاینفک ہے۔ دنیا کے تمام ترقی یافتہ ممالک نے سرمایہ کاری کی بدولت ترقی کی ہے۔ اور جن ممالک نے سرمایہ کاری اور افزائش سرمایہ کے عمل میں کوتاہی اختیار کی ہے وہ آج ترقی کی دوڑ میں پیچھے رہ گئے ہیں کیونکہ اگر جائیداد سرمایہ اور پراپرٹی سے مزید سرمایہ کاری نہ کی جائے تو یہ سرمایہ بلآخر ختم ہو جاتا ہے۔ اس لیے رسول اللہ ﷺ نے تاکید فرمائی کہ

"ألا من ولي يتيما له مال فليتجر فيه ولا يتركه حتى تأكله الصدقة "[227]

"جو کوئی ایسے یتیم کا نگران بنے جس کے پاس مال ہو تو وہ اس کے مال کو تجارت میں لگا دے (یعنی سرمایہ کاری کرے"

اور یونہی بیکار نہ پڑا رہنے دے کہ زکوٰۃ اسے ختم ہی کر ڈالے۔ لہٰذا اسلامی تعلیمات میں سرمایہ کاری کی تاکید کے ساتھ ساتھ اس کی علت بھی بیان کر دی گئی ہے۔ اور اسی سرمایہ کاری کی تاکید میں سرمایہ کے تحفظ اور افزائش میں معاشی منصوبہ بندی کی روح پوشیدہ ہے کیونکہ سرمایہ کاری کے لیے سرمایا چاہیے اور سرمایہ کے لیے بچت اور بچت منصوبہ بندی کے بغیر ممکن نہیں لہٰذا سرمایہ کاری اور سرمایہ کا تحفظ، بچت پر منحصر ہیں۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ آپ ﷺ نے بچت سے متعلق کیا ہدایات دی ہیں۔ آپؐ نے فرمایا

" أَمْسِكْ عَلَيْكَ بَعْضَ مَالِكَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ[228]

"کہ اپنے مال میں سے کچھ حصہ اپنے لئے روک رکھ، (کہ بچا کر رکھ) کہ یہ تیرے لئے بہتر ہو گا" ۔

ایک اور موقع پر آپؐ نے فرمایا

" إِنَّكَ أَنْ تَذَرَ وَرَثَتَكَ أَغْنِيَاءَ خَيْرٌ مِنْ أَنْ تَذَرَهُمْ عَالَةً يَتَكَفَّفُونَ النَّاسَ " [229]

" کہ تمہارا اپنے وارثوں کو مالدار چھوڑ کر مرنا اس سے بہتر ہے کہ انہیں نادار چھوڑ کر مرو، کہ وہ لوگوں کے سامنے دست سوال دراز کرتے پھریں "۔

رسول اللہ ﷺ خود اپنے اہل خانہ کے لیے اپنی آمدنی میں سے ایک سال کا خرچ رکھ لیتے تھے۔ اور باقی اللہ کی راہ میں اور رفاہ عامہ کے لیے خرچ فرما دیا کرتے تھے۔

" أَنَّ النَّبِيَّ -صلى الله عليه وسلم- كَانَ يَبِيعُ نَخْلَ بَنِي النَّضِيرِ وَيَحْبِسُ لأَهْلِهِ قُوتَ سَنَتِهِمْ [230]

---

[225] ابن ماجہ ابو عبداللہ محمد بن یزید، السنن ، کتاب الرھون ، باب من باع عقارا، دار إحیاء الکتب العربیۃ- فیصل عیسی البابی الحلبی

[226] محقق البانی نے اس حدیث کا حسن کہا ہے۔

[227] الترمذی، السنن، کتاب الزکاۃ، باب ماجاء فی زکوٰۃ مال الیتیم، ج3ص23، شرکۃ مکتبۃ ومطبعۃ مصطفی البابی الحلبی، مصر

[228] البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب الزکاۃ، باب اذا تصدق او اوقف (دار طوق النجاۃ 1422ھ) 7:4، حدیث نمبر 2757

[229] ایضاً، کتاب الجنائز، باب رثاء النبی ﷺ، 81:2 حدیث نمبر 1295

[230] ایضاً کتاب النفقات، باب حبس نفقۃ الرجل قوت سنتہ، 63:7 حدیث نمبر 5357

"نبی ﷺ بنو نضیر سے کھجوریں خرید لیا کرتے تھے اور انہیں اپنے اہل وعیال کے لیے سال بھر کے لئے ذخیرہ کر لیا کرتے تھے"۔

ان روایات سے واضح ہوتا ہے کہ اسلام میں بچت کرنا نہ صرف سنت نبوی ﷺ ہے بلکہ یہ فرض اور لازم ہے اس لئے کہ جب قرآن میں اسراف و تبذیر سے اجتناب کا حکم ملا ہے تو گویا بچت کی تلقین کی گئی ہے۔ اور پھر چونکہ اسلام دین عدل ہے اس کے ماننے والوں کو عدل کی زندگی اختیار کرنے کا حکم ہے۔ اس طرح انہیں معاشی و اقتصادی زندگی میں بھی راہ اعتدال اختیار کرنا اہل ایمان پر لازم ہے جیسا کہ ترغیب دی گئی ہے:

مَا عَالَ مَنْ اقْتَصَدَ۔[231]

کہ جس نے میانہ روی (راہ اعتدال) اختیار کی وہ مفلس نہیں نہ ہوا۔

آمدنی، صرف اور بچت میں راہ اعتدال کا اختیار کرنا منصوبہ بندی پر منحصر ہے کیونکہ منصوبہ بندی کے بغیر راہ اعتدال ناممکن ہے۔ میانہ روی اقتصادی منصوبہ بندی کی بنیاد رکھتی ہے۔ مشہور فقیہ اور محدث سفیان ثوری کا قول ہے کہ

"وعن سفيان الثوري قال كان المال فيما مضى يكره فأما اليوم فهو ترس المؤمن وقال لولا هذه الدنانير لتمندل بنا هؤلاء الملوك وقال من كان في يده من هذه شيء فليصلحه فإنه زمان إن احتاج كان أول من يبذل دينه وقال: الحلال لا يحتمل السرف [232]

"سفیان ثوری[233] کہتے ہیں کہ پہلے زمانے میں مال کو اچھا نہیں سمجھا جاتا تھا، مگر آج تو یہ مومن کی لاج رکھنے والا ہے۔ اگر دنانیر نہ ہوتے تو یہ امیر ہمیں ناک کا رومال بنا لیتے۔ لہٰذا جس کسی کے پاس ان میں سے کچھ ہو تو اس کو اچھی طرح افزائش دولت (سرمایہ کاری) کے لیے استعمال کرو۔ کیونکہ یہ تو ایسا زمانہ ہے کہ جب کبھی کوئی شخص محتاج ہوتا ہے تو وہ چیز جس کو سب سے پہلے چھوڑ دیتا ہے وہ اس کا دین ہوتا ہے۔ سفیان ثوری کہتے ہیں، حلال مال تو فضول خرچی اور اسراف کا متحمل نہیں ہو سکتا"۔

سفیان ثوری کا یہ قول بچت اور سرمایہ کاری کی واضح دلیل ہے اور پھر اس میں سرمایہ اور ذرائع دولت اور پیدائش دولت کے تحفظ کی تاکید بھی کی گئی ہے۔ رسول اللہ کا ارشاد ہے:

عن أنس بن مالك قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من أصاب من شيء فليلزمه۔[234]

"کہ جو بھی کوئی ذریعہ معاش پالے تو اسے چمٹا رہے"۔

یعنی روزی اور معاش کے ذرائع کو ترک نہیں کرنا چاہیے۔ اسی طرح رسول ﷺ نے وسائل معیشت اور روزی روٹی کے ذرائع کی تلاش میں سستی غفلت اور کوتاہی سے منع فرمایا ہے۔ اس لئے فرمایا ہے

اذا صليتم الفجر فلا تناموا عن طلب أرزاقكم ۔[235]

"جب تم صبح کی نماز ادا کر لو تو اپنے رزق کی تلاش اور جدوجہد کئے بغیر نیند (اور آرام) کا نام نہ لو"۔

یعنی صبح نماز کے بعد سونے سے منع فرمادیا صرف اس لئے تاکہ اپنے رزق کے ذرائع اور وسائل معیشت کی تلاش سے انسان غافل نہ ہو جائے۔ بلکہ اسے تلاش رزق کے لیے کوشاں رہنا چاہیے۔ رسول اللہ کا حکم ہے

---

[231] ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل، مسند الامام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن مسعود، باب سند عبداللہ بن مسعود (مؤسسۃ الرسالہ 2001ء) 7:302 حدیث نمبر 4269

[232] البغوی، الحسین بن مسعود، شرح السنہ (بیروت 1983) 14: 291

[233] سفیان بن سعید، الثوری فقہائے محدثین میں ان کا شمار ہوتا ہے 97ھ پیدا ہوئے اور 161ھ میں وفات پائی (ابن ندیم، الفہرست، ادرہ ثقافت اسلامیہ لاہور، صفحہ 529)

[234] ابن ماجہ، السنن، کتاب التجارۃ، باب اذا قسم لرجل رزق (داراحیاء الکتب العربیہ فیصل عیسی البابی الحلبی) ۲: 726 حدیث نمبر 2147

[235] علی المتقی، علاؤالدین، کنزالعمال کتاب البیوع (دائرہ المعارف حیدرآباد دکن ۱۳۱۲ھ) حدیث نمبر 4168

" أَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْأَغْنِيَاءَ بِاتِّخَاذِ الْغَنَمِ، وَأَمَرَ الْفُقَرَاءَ بِاتِّخَاذِ الدَّجَاجِ۔[236]

"رسول اللہ نے مالداروں کو حکم دیا کہ وہ بکریاں پالیں اور غریبوں کو حکم دیا کہ وہ مرغیاں پالیں"۔(تاکہ فراخی حاصل ہو)

کشائش رزق اور اسی طرح وسائل اور ذرائع معیشت و معاش کے حصول کے لیے تدابیر اختیار کرنا منصوبہ بندی سے ممکن ہے۔اور رسول اللہ کا یہ حکم ایک معاشی منصوبہ بندی ہی ہے کہ انسان دستیاب وسائل کو زیر استعمال لاکر کوئی بھی ذریعہ معاش اپنی وسعت کے مطابق اختیار کرے۔ تاکہ اسے معاشی آسودگی، رزق کی فراخی اور وسعت وکشائش حاصل ہو۔اسی طرح پھل دار درخت لگا کر انسان اپنی معاشی حاجات وضروریات کی تسکین پاسکتا ہے۔اس لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

" لَا يَجُوعُ أَهْلُ بَيْتٍ عِنْدَهُمُ التَّمْرُ۔[237]

"کہ وہ خاندان جن کے ہاں کھجور کا درخت ہے ان کو فاقہ نہیں آتا"۔

کھجور ایسے پھل دار درخت کی اہمیت و افادیت بتانے کے ساتھ ساتھ تلقین و تاکید کی گئی ہے کہ انسان اپنی معاشی ضروریات کی تسکین کے لیے جانور، مرغیاں حتیٰ کہ پھل دار درخت تک اگالے۔ نبی کریم ﷺ نے معاشی تعلیمات دینے کے ساتھ اس سے متعلق عملی اقدامات اور اپنا اسوہ اور نمونہ بھی پیش کیا ہے۔جو امت کے لیے راہنمائی کا ذریعہ ہیں ۔ہجرت مدینہ کے بعد آپ ﷺ نے مسلمانوں کی آبادکاری کے سلسلے میں جو اقدامات اور منصوبے بنائے ان میں ٹاؤن پلاننگ بھی ہے۔ کہ آپ ﷺ نے صحابہ کی راہنمائی کرتے ہوئے ہدایات دیں کہ مکانات کس طرح بنانے ہیں۔گلیاں کس قدر کشادہ رکھنی ہیں، مکانوں کے درمیان فاصلہ کتنا رکھا جائے، گلی سے متعلق فرمایا کہ کم از کم سات ہاتھ کا فاصلہ ہونا چاہیئے۔چونکہ مدینہ میں بہت لوگ آکر بس رہے تھے۔ جن کے پاس وسائل کی کمی تھی۔بڑے بڑے مکانات تعمیر کرنا ان کے بس میں نہ تھا تو آپ ﷺ نے ہدایات دیں کہ بڑی بڑی عمارتیں نہ بنائی جائیں کہ اس سے اہل ثروت اور دولت مند بڑے بڑے مکانات تعمیر کرنا شروع کر دیں تو نئے آنے والوں کے لیے جگہ کی قلت ہو جائے "[238] اسی طرح آپ ﷺ نے ایک منصوبہ بندی کے تحت اہل ثروت صحابہ کی باہمی مسابقت کا تدراک کیا اور دوسری طرف آئندہ مدینے میں آکر بسنے والے لوگوں کی ضروریات کو مدنظر رکھا کہ ان کو رہائش اور سکونت کے لحاظ سے مشکلات کا سامنا نہ ہو۔جہاں آپ ﷺ نے مسلمانوں کے لیے مدینہ میں بازار قائم کیا وہاں انہیں بازار سے متعلق بعض ہدایات بھی دیں۔ جو کہ آج تک اسلام کے معاشی نظام کی اصل سمجھی جاتی ہیں۔ آپ ﷺ چاہتے تھے کہ بازار میں جو لوگ کاروبار کریں آزادانہ اور باہمی رضامندی کے لین دین سے کریں کوئی بیرونی طاقت بازاری نظام میں مداخلت نہ کرے اور اپنا اثر نہ ڈالے۔

---

[236] ابن ماجہ، السنن، کتاب التجارات، باب باتخاذ الماشیہ، دار احیا کتب العربیہ، ج2 ص773 حدیث نمبر2307

[237] مسلم بن الحجاج، الصحیح، کتاب الاشربہ، باب فی اذخار التمر (داراحیاالتراث العربی، بیروت)3:1618 حدیث نمبر2046

[238] غازی محمود احمد، محاضرات سیرت، الفیصل ناشران، تاجران کتب، لاہور 2007، ص406

فصل سوم

خلافت راشدہ کا مالیاتی نظام اور معاشی منصوبہ بندی

آپؐ کے وصال کے بعد جو لوگ جانشین اور اسلامی ریاست کے حکمران بنے وہ خلفا کہلائے اس خلافت اسلامی کے اولین 30 سالہ دور میں امت مسلمہ کے چار خلفا ہوئے جنہیں خلفائے راشدین کہا گیا۔ اس 30 سالہ دور خلافت کو خلافت راشدہ کا نام دیا گیا یعنی سیدھے راستے پر چلنے والی خلافت کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اسلامی ریاست کی انتظامیہ کو جن خطوط پر منظم کیا تھا خلفائے راشدین نے اپنے دور میں انہیں خطوط پر اس کو قائم رکھا یعنی خلافت علی منہاج النبوی اس دور میں اسلامی حکومت نے بین الاقوامی حیثیت اختیار کرلی اور اسلامی خلافت ایک عالمی طاقت بن گئی تھی۔ انتظام مملکت وسیاست کے اس 30 سالہ دور میں جو کارنامے سرانجام دیئے گئے ان کی بنیاد وہی تھی جو عہد رسالت میں رکھی گئی تھی مگر اس بنیاد پر عہد خلافت راشدہ میں جو انتظامی اور سیاسی نظام قائم ہوا اس میں دنیا کے منتظمین وسیاسی مدبرین اور حکمرانوں کے لئے ایک شاندار درس اور ایک مثالی نمونہ ہے۔ ذیل کی سطور میں خلافت راشدہ کے دور میں معاشی انتظامات اور معاشی تدابیر اور منصوبہ بندی کا جائزہ لیں گے۔

خلافت راشدہ کا مالیاتی نظام و معاشی منصوبہ بندی

رسول ﷺ کے وصال کے بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ مسلمانوں کے خلیفہ چنے گئے۔ آپؓ نے کل دو سال تین ماہ اور گیارہ دن حکمرانی کی۔ آپؓ نے اس مختصر دور میں عظیم کارنامے سرانجام دیئے۔ آپؓ نے رسول اللہ ﷺ کے انتقال کے بعد عرب میں ہونے والی بغاوتوں کا خاتمہ کیا۔ مسلمانوں میں اتفاق و اتحاد کی فضا کو قائم رکھا۔ اسلامی ریاست اور حکومت کو اس قدر مضبوط، محفوظ اور مستحکم کر دیا کہ مسلمانوں نے اس دور کی سب سے بڑی طاقتوں کے خلاف جہاد کر کے ان کے اکثر علاقوں کو فتح کر لیا۔ یوں صدیق اکبر نے اسلامی فتوحات کی بنیاد رکھ دی۔ چونکہ آپ کا اڑھائی سالہ مختصر دور حکومت کا بیشتر حصہ بغاوتوں اور ارتداد کے خاتمے اور مانعین زکوٰۃ کی سرکوبی اور جہاد فی سبیل اللہ میں گزرا۔ اس لیے انہوں نے معاشی ومالیاتی انتظامات میں کوئی خاص تبدیلی نہیں کی کیونکہ اس کی ضرورت ہی پیش نہیں آئی۔ عہد صدیقی میں اسلام کا نظام مالیات کم و بیش وہی تھا جو دور رسالت میں تھا۔ عہد نبوی اور عہد صدیقی میں بیت المال کا کوئی وجود نہ تھا۔ مختلف ذرائع سے جو رقم آتی تھی اسی وقت ایک ہی نشست میں تقسیم کر دی جاتی تھی وأنشأ عمر بيت المال، ولم يكن موجودًا في عهد النبي، ولا في عهد أبي بكر ۔ حضرت عمر نے بیت المال قائم کیا عہد نبوی اور عہد صدیقی میں اس کا وجود نہ تھا۔[239]

تقسیم دولت کی پالیسی: البتہ عطایا کی تقسیم میں جو پالیسی حضرت ابو بکر صدیق نے اختیار کی وہ یہ تھی کہ آپ نے سب لوگوں کو عطایا میں برابر کر دیا ان میں ایمان و تقویٰ حسب و نسب کا کوئی فرق روا نہ رکھا۔ لہٰذا جب آپ کی خلافت کا پہلا مال بحرین سے آیا تو پہلے آپ نے ہر اس شخص کو دیا جس سے رسول اللہ ﷺ نے وعدہ فرمایا تھا۔ پھر باقی دولت کو برابر تقسیم کر دیا اس پر اعتراض ہوا اور آپ سے بعض مسلمانوں نے کہا کہ اے رسول اللہ کے جانشین! آپ نے تقسیم و دولت میں سب کو برابر کر دیا حالانکہ بہت سے لوگ فضیلت رکھتے ہیں ان کو قدامت حاصل ہے اور ان کے اگلے کارنامے ہیں ایسے لوگوں کو ترجیح دینی چاہیئے۔ صدیق اکبر نے کہا تم نے جن اگلے کارناموں اور فضیلت کا ذکر کیا ہے میں ان سے بخوبی واقف ہوں ان چیزوں کا ثواب خدا کے ہاں ملے گا پھر آپ نے فرمایا

---

[239] طقوش، محمد سہیل، تاریخ الخلفاء الراشدین الفتوحات والإنجازات السیاسیة، دار النفائس، 2003 ج 1، ص 345

"وھذا معاش فالأسوۃ خیر من الأثرۃ [240]

"کہ یہ معاش کا معاملہ ہے اس میں ترجیح و امتیاز کی بجائے مساوات ہی بہتر ہے"۔

غرض حضرت ابو بکر صدیق کے پاس جب کبھی مال آتا تو لوگوں میں برابر برابر تقسیم کرتے تھے اور جب کبھی حضرت ابو بکر سے کہا گیا کہ آپ تقسیم و دولت میں لوگوں کے درمیان درجہ بندی کیجیے تو آپ فرماتے

":فضائلھم عند اللہ، فأما ھذا المعاش فالتسویۃ فیہ خیر [241]

"کہ ان کی بزرگیاں اللہ کے ہاں ہیں یہ معاش کا معاملہ ہے اس میں مساوات ہی بہتر ہے"۔

چونکہ حضرت ابو بکر صدیق کا مختصر دور خلافت امن و امان کے قیام، دین کے احیا اور باغیوں کی سرکوبی میں گزرا اس لیے آپ مالی و اقتصادی لحاظ سے کوئی خاص انتظام و انصرام اور کوئی پالیسی و منصوبہ اختیار نہ کر سکے سوائے اس کے کہ جب کسی ذرائع سے کوئی آمدن ہوئی اسے عوام میں تقسیم کر دیتے آپ کی خلافت کے زمانہ میں پہلی آمدن بحرین سے مال غنیمت تھا جس کو آپ نے لوگوں میں تقسیم کیا۔

فقسمھا بین الناس بالسویۃ عَلَی الصغیر و الکبیر, و الحر و المملوک, و الذکر و الأنثی. فخرج عَلَی سبعۃ دراھم وثلث لکل فلما کان العام المقبل جَاءَ مال کثیر ھو اکثر من ذلک, فقسمہ بین الناس فأصاب کل إنسان عشرین درھما. [242]

"کہ جب بحرین سے مال آیا تو آپ نے پہلے تو اس مال سے ان لوگوں کو دیا جن سے حضورؐ نے کوئی وعدہ فرمایا تھا اس کے بعد لوگوں میں برابر برابر سات درہم اور ایک تہائی درہم تقسیم کر دیتے اگلے سال اس سے زیادہ مال آیا تو آپ نے ہر آدمی کو 20 درہم عطا کئے"۔

اگرچہ ابو بکر صدیق کے دور حکومت میں کوئی ترقیاتی کام نہیں ہوئے لیکن آپ نے اپنی لاثانی فہم و فراست اور تدبر سے اسلامی ریاست کو مضبوط، مستحکم ناقابل تسخیر قوت بنا دیا۔

بیت المال کا قیام اگرچہ عہد صدیقی میں آیا مگر وہ صرف برائے نام بیت المال تھا اس کا کوئی عملی وجود نہ تھا جیسا کہ ابن سعد نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابو بکر نے ایک مکان بیت المال کے لیے خاص کر دیا تھا لیکن وہ ہمیشہ بند پڑا رہتا تھا اور اس میں کچھ داخل کرنے کی نوبت ہی نہ آئی تھی۔ چنانچہ۔

"فَلَمَّا تُوُفِّيَ أَبُو بَكْرٍ وَدُفِنَ دَعَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ الْأُمَنَاءَ، وَدَخَلَ بِهِمْ بَيْتَ مَالِ أَبِي بَكْرٍ وَمَعَهُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ وَعُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ وَغَيْرُهُمَا، فَفَتَحُوا بَيْتَ الْمَالِ فَلَمْ يَجِدُوا فِيهِ دِينَارًا وَلَا دِرْهَمًا"[243]

"حضرت ابو بکر صدیق کی وفات کے وقت بیت المال کا جائزہ لیا گیا تو صرف ایک درہم نکلا۔ حضرت عمر نے ۱۵ھ میں ایک مستقل خزانہ کی ضرورت محسوس کی اور مجلس شوری کی منظوری کے بعد مدینہ منورہ میں بڑا خزانہ قائم کیا جیسا کہ ابن خلدون نے لکھا ہے ۱۵ھ میں بحرین سے پورے سال کا خراج 5 لاکھ درہم آیا حضرت عمر نے اس کثیر رقم کی بابت مشورہ کیا

---

[240] ابو یوسف، کتاب الخراج، دار المعرفہ بیروت، ص 42

[241] ابی عبید قاسم بن سلام، کتاب الاموال، دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان 1986، ص 277

[242] ابو یوسف کتاب الخراج، دار المعرفہ بیروت لبنان، ص 42

[243] محمد بن سعد، الطبقات الکبری، ج 3، ص 213، دار صادر، بیروت،، 1968

وأوّل من وضع الدّيوان في الدّولة الإسلاميّة عمر رضي الله عنه يقال لسبب مال أتى به أبو هريرة رضي الله عنه من البحرين فاستكثروه وتعبوا في قسمه فسموا إلى إحصاء الأموال وضبط العطاء والحقوق فأشار خالد بن الوليد بالدّيوان وقال: «رأيت ملوك الشّام يدوّنون» فقبل منه عمر"[244] "دارالخلافہ کے علاوہ تمام صوبہ جات اور صدر مقامات میں بیت المال قائم کئے گئے اگرچہ وہاں کے اعلیٰ حکام کو ان کے متعلق ہر قسم کے اختیارات حاصل تھے لیکن بیت المال کا محکمہ بالکل الگ ہوتا تھا اور اس کے افسر جداگانہ ہوتے تھے۔ مثلاً اصفہان میں خالد بن حریث اور کوفہ میں عبداللہ بن مسعود خاص خزانہ کے افسر تھے۔" [245] جس طرح عوام کے خزانے کے تحفظ کے لیے ایک مالی نظام، خزانہ اور بیت المال کا ہونا ضروری ہے اسی طرح عوام کی فہرست اور اندراج بھی ضروری ہے اس لیے حضرت عمرؓ کو جس طرح بیت المال کی ضرورت کا ادراک ہوا اسی طرح انہوں نے عوام کا شمار واندراج بھی ضروری سمجھا چنانچہ جب مفتوحہ ممالک سے کثیر مال و دولت حاصل ہوا تو آپ نے صحابہ کے مشورہ سے عطایا اور وظائف کے سلسلہ میں مردم شماری کے رجسٹر مرتب کرائے اور حضرت عثمانؓ نے اس کی اہمیت بیان کرتے ہوئے یہاں تک فرمادیا

" أرى مالاً كثيراً يسع الناس، وإن لم يحصوا حتى تعرف من أخذ ممن لم يأخذ، خشيت أن ينتشر الأمر " [246]

"میں دیکھ رہا ہوں کہ مال اب اس قدر بہتات کے ساتھ حاصل ہو رہا ہے کہ لوگوں کے لیے وسعت کے ساتھ کفایت کر سکتا ہے اگر ان لوگوں کو شمار کر کے ان کی تعداد کا احاطہ نہ کیا گیا کہ حاصل کرنے والے اور مال نہ پانے کا علم نہ ہو سکا تو مجھے اندیشہ ہے کہ اس معاملہ میں انتشار پیدا نہ ہو جائے"۔

چنانچہ حضرت عمرؓ نے حضرت عثمانؓ کی اس رائے کو درست سمجھتے ہوئے ان کا قول عملاً اختیار کیا۔

وكتب الناس على قبائلهم وفرض لهم العطاء[247] "

"اور ان لوگوں کی قبائل وار فہرست بنائی اور ان کے روزینے مقرر کئے"۔

امام ابویوسف[248] روایت کرتے ہیں:

حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ عَلْقَمَةَ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْن عبد الرَّحْمَن ابْن عَوْفٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ: قَدِمْتُ من الْبَحْرين بخمسمائة أَلْفِ دِرْهَمٍ فَأَتَيْتُ عُمَرَ بْنَ الْخطاب رَضِي الله عَنْهُ مُمْسِيًا فَقُلْتُ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ اقْبِضْ هَذَا الْمَالَ. قَالَ: وَكَمْ هُوَ؟ قُلْتُ: خَمْسمِائَةِ أَلْفِ دِرْهَمٍ. قَالَ: وَتَدْرِي كَمْ خَمْسمِائَةِ أَلْفٍ؟ قَالَ قُلْتُ: نَعَمْ مِائَةُ أَلْفٍ، وَمِائَةُ أَلْفٍ خَمْسَ مَرَّاتٍ. قَالَ: أَنْتَ نَاعِسٌ، اذْهَبْ فَبِتِ اللَّيْلَةَ حَتَّى تُصْبِحَ، فَلَمَّا أَصْبَحْتُ أَتَيْتُهُ فَقُلْتُ: اقْبِضْ مِنِّي هَذَا الْمَالَ. قَالَ: وَكَمْ هُوَ؟ قُلْتُ: خَمْسمِائَةِ أَلْفِ دِرْهَمٍ. قَالَ: أَمِنْ طَيِبٍ هُوَ؟ قَالَ قُلْتُ: لَا أَعْلَمُ إِلا ذَاكَ، فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّهُ قَدْ جَاءَ

[244] ابن خلدون، عبدالرحمن بن محمد بن محمد، دیوان المبتدأ والخبر في تاريخ العرب والبر، ج 1، ص303، دار الفکر، بیروت 1988

[245] شبلی نعمانی علامہ، الفاروق، اسلامک سنٹر لاہور، 2005ء، ص232

[246] الطبری محمد بن جریر، تاریخ الرسل والملوک، دارالتراث بیروت، 1387ھ، ج4، ص209

[247] ایضاً

[248] حنفی دبستان کے عظیم فقیہہ 113ھ کو کوفہ میں پیدا ہوئے عالم کے پہلے چیف جسٹس کے عہدے پر فائض رہے 182ھ میں وفات پائی (اردو دائرہ المعاف دانش گاہ پنجاب 1980)

مَالٌ كَثِيرٌ فَإِنْ شِئْتُمْ أَنْ نَكِيلَ لَكُمْ كِلْنَا، وَإِنْ شِئْتُمْ أَنْ نَعُدَّ لَكُمْ عَدَدْنَا، وَإِنْ شِئْتُمْ أَنْ نَزِنَ لَكُمْ وَزَنَّا لَكُمْ. فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ دون للنَّاس دَوَاوِينَ يُعْطَوْنَ عَلَيْهَا. فَاشْتَهَى عُمَرُ ذَلِك ۔ [249]

"محمد بن عمرو بن علقمہ نے ابو سلمہ بن عبد الرحمن بن عوف سے انہوں نے ابو ہریرہ سے روایت کرتے ہوئے مجھ سے حدیث بیان کی۔ میں بحرین سے پانچ لاکھ درھم لے کر آیا شام کے وقت عمر بن الخطاب کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا! امیر المومنین یہ مال سنبھا لیے آپ نے فرمایا یہ ہے کتنا؟ میں نے کہا پانچ لاکھ درھم آپ بولے جانتے ہو کہ پانچ لاکھ کتنا ہوتا ہے؟ میں نے کہا سو ہزار، سو ہزار پانچ بار کہا آپ نے کہا تم غنودگی کے عالم میں ہو جاؤ رات گزار لو پھر صبح میرے پاس آنا۔ چنانچہ صبح ہوئی تو میں ان کے پاس گیا اور کہا کہ یہ مال مجھ سے لے لیجئے۔ آپ نے پوچھا وہ کتنا ہے؟ میں نے کہا پانچ لاکھ درھم۔ آپ نے پوچھا کہ یہ مال پاکیزہ طریقے سے حاصل ہوا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ میری معلومات کی حد تک تو ایسا ہی ہے۔ پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ "لوگو! ہمارے پاس بہت سا مال آیا ہے اب اگر تم چاہتے ہو کہ میں پیمانے سے ناپ کر تقسیم کروں اور اگر تم چاہتے ہو تو گن کر دوں چاہو تو شمارے سے بانٹ کر دوں اور اگر تمہاری خواہش ہو تو وزن کر کے دیا جائے تو ہم تم کو تول کر دیں گے"۔ اس پر حاضرین سے ایک آدمی بولا۔ امیر المونین لوگوں کی شمار کے لیے رجسٹر مرتب کئے جائیں تاکہ اس کے مطابق وظائف دیئے جائیں حضرت عمرؓ نے اس رائے کو پسند فرمایا"

پھر جب حضرت ابو موسیٰ اشعری مال لے کر حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے پوچھا کتنا مال ہے انہوں نے جواب دیا دس لاکھ۔ آپ نے کہا کہ جو کہہ رہے ہو اسے سمجھتے بھی ہو ابو موسیٰ اشعری بولے سو ہزار، سو ہزار، دس بار یہ کہہ کر بتایا"۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ نے کہا

" إن كنت صادقا ليأتين الراعي نصيبه من هذا المال وهو باليمن ودمه فِي وجهه" [250]

"اگر تم سچ کہہ رہے ہو تو اس مال میں سے اس چرواہے کو بھی اس کا حصہ ملے گا جو یمن میں ہو اور اس کا خون اس کے چہرے میں ہو (یعنی محنت اور سفر کی وجہ سے ان کا چہرہ تمتما رہا ہو"

سرکاری خزانے کا قیام اور لوگوں کا اعداد و شمار کسی بھی ملک کے لیے معاشی نظام میں ایک بنیادی اور لازمی عنصر ہے۔ بیت المال تو کسی ریاست میں ایک دل کی اہمیت رکھتا ہے۔ کہ جس طرح سے دل پھیپڑوں سے صاف خون حاصل کر کہ پورے جسم کو سپلائی کرتا ہے اس طرح بیت المال جائز ذرائع سے آمدن حاصل کر کے اس کو ریاست کے تمام افراد کو ان کا حق پہنچاتا ہے اور لوگوں کا شمار اس لیے بھی ضروری ہے کہ علم ہو سکے کہ اس خزانہ پر کن کن لوگوں کا حق ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو پھر اس معاشرے کا کوئی عنصر (فرد) مفلوج (محروم) ہو سکتا ہے۔ جس طرح اگر دل جسم کے کسی حصے یا عضو کو خون سپلائی نہ کر سکے تو وہ عضو یا حصہ ناکارہ اور مفلوج ہو جاتا ہے۔ تو حضرت عمرؓ نے بیت المال کے قیام کے ساتھ ہی لوگوں کے نام کا اندراج کرایا تاکہ کوئی فرد اپنے معاشی حقوق کو باآسانی حاصل کرنے سے محروم نہ رہ جائے اس لیے کہ بیت المال کی آمدن اور مصارف کے شعبہ جات بغیر منصوبہ بندی کے فعال نہیں ہو سکتے اسی طرح لوگوں کے اندراج اور شمار کے بغیر حکومت روزگار کی فراہمی اور کفالت عامہ کی عظیم ذمہ داری سے عہدہ برا نہیں ہو سکتی۔ گویا ریاست کی عوام کو ان کے بنیادی معاشی حقوق کی فراہمی میں جو منصوبہ بندی اختیار کی جاتی ہے اس میں لوگوں کا اندراج و شمار ایک بنیادی کڑی ہے چنانچہ حضرت عمرؓ نے اسے معاشی و اقتصادی منصوبہ بندی کی ضرورت کے تحت اختیار کیا۔ حضرت

---

[249] ابو یوسف، الخراج، المکتبہ الازھریہ، قاہرہ، ج1، ص56

[250] ابو یوسف: الخراج، المکتبہ الازھریہ للتراث، دار المعرفۃ بیروت لبنان ۱۳۰۲ھ الصفحہ 57

عثمان نے وہی طرز اور معاشی پالیسی اختیار کی جو حضرت عمر نے اختیار کی تھی عطایا اور تقسیم دولت میں حضرت عمر کی طرح سبقت اسلام کو اہمیت دیتے تھے۔[251] حضرت عثمان نے ایک مرتبہ ایک بزرگ سے پوچھا:

مَرَّ عَلَى عُثْمَانَ، فَقَالَ لَهُ: كَمْ مَعَكَ مِنْ عِيَالِكَ يَا شَيْخُ؟ فَقَالَ: إِنَّ مَعِي فَقَالَ: قَدْ فَرَضْنَا لَكَ كَذَا وَكَذَا وَذَكَرَ شَيْئًا لَا أَحْفَظُهُ وَلِعِيَالِكَ مِائَةً مِائَةً [252]

"ان کا گزر حضرت عثمان کی خدمت میں ہوا تو انہوں نے پوچھا بڑے میاں آپ کے ساتھ کتنے بال بچے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ میرے ساتھ (کنبہ) ہے اس پر حضرت عثمان نے کہا ہم نے تمہارے لئے اتنا وظیفہ مقرر کر دیا ہے۔(راوی کو یہ مقدار یاد نہیں رہی) اور تمہارے بال بچوں میں سے ہر ایک کے لیے سو سو درہم"۔

زکوٰۃ

زکوٰۃ کو اسلامی ریاست کے محاصل میں بنیادی حیثیت حاصل ہے ارکان اسلام میں نماز کے بعد اس کو اہمیت حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے

" فَإِنْ تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ فَخَلُّوا سَبِيلَهُمْ" [253]

ترجمہ پھر اگر وہ توبہ کر لیں اور نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے لگیں تو ان کی راہ چھوڑ دو

أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَشْهَدُوا أَنْ لاَ إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، وَيُقِيمُوا الصَّلاَةَ، وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ [254]

"مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے مقاتلہ کروں یہاں تک کہ وہ اس حقیقت کی گواہی دیں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں"

زکوٰۃ کی اسی اہمیت کو دلیل بناتے ہوئے خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیق نے مانعین زکوٰۃ کے خلاف جہاد کیا اور فرمایا

وَاللَّهِ لَأُقَاتِلَنَّ مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ الصَّلاَةِ وَالزَّكَاةِ، فَإِنَّ الزَّكَاةَ حَقُّ المَالِ، وَاللَّهِ لَوْ مَنَعُونِي عَنَاقًا كَانُوا يُؤَدُّونَهَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَاتَلْتُهُمْ عَلَى مَنْعِهَا " قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: «فَوَاللَّهِ مَا هُوَ إِلَّا أَنْ قَدْ شَرَحَ اللَّهُ صَدْرَ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، فَعَرَفْتُ أَنَّهُ الحَقُّ [255]

اللہ کی قسم میں اس سے ضرور جہاد کروں گا جس نے نماز اور زکوٰۃ میں فرق کیا، زکوٰۃ ایک مالی فریضہ ہے اللہ کی قسم اگر وہ مجھے ایک بھیڑ کا بچہ بھی دینا بند کر دیں گے جو وہ رسول اللہ ﷺ کو دیا کرتے تھے تو اس کی ادائیگی نہ کرنے پر ان سے قتال کروں گا اس پر حضرت عمر نے کہا کہ پس اللہ کی قسم اللہ نے ابو بکر کا سینہ کھول دیا یعنی زکوٰۃ کی اہمیت اور حقیقت کو بہت واضح طور پر انھیں سجھا دیا پس میں نے جان لیا کہ آپ ہدایت پر ہیں رسول اللہ ﷺ نے غلاموں اور گھوڑوں کی زکوٰۃ کے معاملہ میں امت سے درگزر کیا جیسا کہ آپ ﷺ کا فرمان ہے

---

[251] یوسف الدین، اسلام کے معاشی نظریے، الائیڈ بک کمپنی کراچی، ص 1542

[252] ابی عبید قاسم بن سلام، کتاب الاموال ص 303

[253] القرآن: التوبہ 9:5

[254] البخاري، محمد بن إسماعيل، صحيح البخاري باب وجوب الزكوه ج 1 ص 14 دار طوق النجاة

[255] البخاري، محمد بن إسماعيل، صحيح البخاري باب وجوب الزكوه ج 2 ص 105 دار طوق النجاة

عَفَوْنَا لَكُمْ عَنْ صَدَقَةِ الْخَيْلِ وَالرَّقِيقِ [256]

میں نے گھوڑوں اور غلاموں کی زکوٰہ تم کو معاف فرمائی ہے

البتہ عہد فاروقی میں کچھ وجوہات اور اسباب وحالات کے پیش نظر گھوڑوں کی زکوٰۃ وصول کی گئی نیز حضرت عمر نے ایسا صحابہ کرام کے مشورہ کے بعد کیا

عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ حَارِثَةَ بْنِ مُضَرِّبٍ، قَالَ: جَاءَ نَاسٌ مِنْ أَهْلِ الشَّامِ إِلَى عُمَرَ، فَقَالُوا: إِنَّا قَدْ أَصَبْنَا أَمْوَالًا: خَيْلًا وَرَقِيقًا، نُحِبُّ أَنْ تَكُونَ لَنَا فِيهَا زَكَاةٌ وَطَهُورٌ. فَقَالَ: مَا فَعَلَهُ صَاحِبَايَ فَأَفْعَلَهُ [ص:564]. فَاسْتَشَارَ أَصْحَابَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِيهِمْ عَلِيٌّ [257]

ابن اسحاق سے روایت ہے کہ شام والوں میں سے ایک شخص حضرت عمر کی خدمت میں حاضر ہوااور گھوڑوں اور غلاموں کی نسبت دریافت کیا ، آپ نے فرمایا کی میرے دوساتھیوں نے جو کچھ کیا ہے میں بھی وہی کچھ کروں گا، پھر آپ نے اصحاب رسول سے مشورہ کیااور ان کی رائے کے موجب گھوڑوں پر محصول عائد کیاان میں حضرت علی بھی شریک تھے ۔چنانچہ ابویوسف لکھتے ہیں کہ

فَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ: فِي الْخَيْلِ السَّائِمَةِ الصَّدَقَةُ دِينَارٌ فِي كُلِّ فَرَسٍ [258]

"امام ابوحنیفہ نے فرمایا کہ چرنے والے ہر گھوڑے پر ایک دینار صدقہ واجب ہے"۔

اس سے رسول کریم ﷺ کے فرمان کی عیاذ باللہ مخالفت نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ نے جس گھوڑے کی زکوٰۃ کو امت سے معاف کیاوہ سواری کے گھوڑے ہیں حضرت عمر نے بھی اسے برقرار رکھاالبتہ جو تجارت اور نسل کشی کی غرض سے پالے گئے گھوڑے آپ ﷺ کے اس حکم سے مستثنیٰ ہیں۔لہذاحضرت عمر کے عہد میں گھوڑوں کی مد میں ایک نئی آمدنی اسلامی ریاست کے خزانے کا حصہ بنی۔مگر حضرت علی نے عوامی سہولت کی خاطر گھوڑوں پر سے زکوٰۃ پھر سے موقوف کر دی۔اور انھوں نے ایسارسول اللہ ﷺ کے فرمان کو مد نظر رکھ کر کیاجیسا کہ آپ ﷺ کا فرمان ہے

" قَدْ عَفَوْتُ عَنْ صَدَقَةِ الخَيْلِ وَالرَّقِيقِ" [259]

"میں نے تمہارے لئے گھوڑوں اور غلام کے صدقہ سے درگزر کیاہے" ۔

عہد نبوی ﷺ میں بھی گھوڑے زکواۃ سے مستثنیٰ تھے۔مگر عہد فاروقی میں جب عام طور پر اس کی تجارت ہونے لگی تو اس پر زکوٰۃ مقرر کر دی گئی۔مگر حضرت علی نے عوامی سہولت اور فلاح کی غرض سے اسے پھر سے موقوف کر دیا۔اسی طرح آپ نے وہ اونٹ اور بیل جن سے محنت لی جاتی ہے ان پر سے زکواۃ کو ختم کر دیا۔

---

[256] کتاب الاموال،ج1، 562

[257] کتاب الاموال ج1ص563

[258] کتاب الخراج،ج1ص90

[259] الترمذی، الجامع السنن، ابواب الزکاۃ، باب، ماجاء فی الزکاۃ(شرکۃ مکتبۃ ومطبعۃ مصطفی البابی الحلبي- مصر الطبعۃ: الثانیۃ، 1395ھ - 1975)3:7

فَأَمَّا الإِبِلُ الْعَوَامِلُ وَ الْبَقَرُ الْعَوَامِلُ فَلَيْسَ فِيهَا صَدَقَةٌ لَمْ يَأْخُذْ مُعَاذٌ مِنْهَا شَيْئًا، وَهُوَ قَوْلُ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ [260]

" محنت کرنے والے اونٹ اور بیل پر صدقہ واجب نہیں ہو تا معاذؓ نے ان پر کچھ نہیں وصول کیا تھا اور یہی حضرت علی کی رائے بھی تھی"۔

حضرت علی کا وسائل کی آمدنی کو بیت المال کا حصہ بنانے میں اور محاصل کی وصولی کے بارے میں عمال کی تحقیق اور ان پر سختی اور عوام کی فلاح و بہبود کی غرض سے بعض محاصل کی چھوٹ یہ سب آپ کی معاشی پالیسی، حکمت عملی اور ایک قسم کی منصوبہ بندی کو ظاہر کرتے ہیں۔

غرض یہ کہ خلفائے راشدین نے اپنے عہد میں عوام کی معاشی فلاح اور ترقی کے لیے جو جو اقدام، تدابیر، حکمت عملی اور پالیسیاں اختیار کیں وہ سب ان کی معاشی منصوبہ بندیوں کو ظاہر کرتے ہیں۔

عہد نبوی ﷺ، عہد صدیقی اور عہد فاروقی میں اموال ظاہرہ و اموال باطنہ کی زکوٰۃ لوگ حکمرانوں کے حوالے کرتے تھے اور وہ حکمران اسے معینہ مصارف پر خرچ کرتے تھے مگر عہد عثمانی میں اموال ظاہرہ کی زکوٰۃ تو حکومت وصول کرتی مگر اموال باطنہ کی زکوٰۃ لوگ خود اپنے طور پر تقسیم کرتے۔ جیسا کہ ابن سیرین کے بیان سے واضح ہوتا ہے

"عَنِ ابْنِ سِيرِينَ، قَالَ: كَانَتِ الصَّدَقَةُ تُرْفَعُ – أَوْ قَالَ: تُدْفَعُ – إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَوْ مَنْ أَمَرَ بِهِ، وَإِلَى أَبِي بَكْرٍ، أَوْ مَنْ أَمَرَ بِهِ، وَإِلَى عُمَرَ، أَوْ مَنْ أَمَرَ بِهِ، وَإِلَى عُثْمَانَ، أَوْ مَنْ أَمَرَ بِهِ، فَلَمَّا قُتِلَ عُثْمَانُ اخْتَلَفُوا، فَكَانَ مِنْهُمْ مَنْ يَدْفَعُهَا إِلَيْهِمْ، وَمِنْهُمْ مَنْ يَقْسِمُهَا، وَكَانَ مِمَّنْ يَدْفَعُهَا إِلَيْهِمُ ابْنُ عُمَرَ[261]

"کہ زکوٰۃ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کی جاتی تھی یا پھر اسے دی جاتی تھی جسے رسول اللہ ﷺ مقرر فرماتے تھے آپ ﷺ کے بعد ابو بکر صدیق کو دی جاتی تھی یا اسے دی جاتی تھی جسے ابو بکر مامور کرتے ان کے بعد عمر کو دی جاتی تھی یا اسے دی جاتی تھی جسے وہ مامور کرتے پھر اس بارے میں حضرت عثمان کی شہادت کے بعد لوگوں میں اختلاف پیدا ہو گیا لوگوں میں سے کچھ تو اپنی زکوٰۃ حکام کو ہی دیتے رہے اور کچھ اپنے طور پر اسے تقسیم کرتے تھے اور جو حکام کو دیتے تھے ان میں ابن عمر بھی تھے"۔

اس کی مزید وضاحت جصاص کرتے ہیں

فَجَعَلَ لَهُمْ أَدَاءَهَا إِلَى الْمَسَاكِينِ، وَسَقَطَ مِنْ أَجْلِ ذَلِكَ حَقُّ الْإِمَامِ فِي أَخْذِهَا[262]

"حضرت عثمان نے لوگوں کو اختیار دے دیا کہ خود براہ راست مسکینوں کو زکوٰۃ دے دیا کریں اس وجہ سے امام کو جو حق اس مد کی وصولی سے تھا وہ ساقط ہو گیا"۔

زکوٰۃ کے نظام میں اس تبدیلی سے متعلق مناظر احسن گیلانی اپنی رائے کا اظہار ان الفاظ میں کیا

"اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جدید اسلامی نظام زندگی کی جو شادابی و تروتازگی عہد رسالت ﷺ اور عہد صحابہ میں تھی وہ بعد میں باقی نہ رہی۔ لیکن معاشی نظام کی پہلی اینٹ اللہ جانے کن اسباب کے تحت کہتے ہیں کہ حضرت عثمان ہی کے زمانے میں اپنی جگہ سے سرک گئی آپ نے "الصدقات کی اور تمام مدوں (یعنی مویشی کاشت کروڑ گیری) کی شکل میں جو وصولی ہوتی تھی ان کو تو باقی رکھا لیکن روپیہ اور اشرفی سونا چاندی کی شکل میں جو اندوختہ مسلمانوں کے پاس تھا اس کی زکوٰۃ بجائے حکومت کے پھر انفرادی طور پر دینے اجازت دے دی"۔ [263]

---

[260] ابو یوسف، الخراج، ص77

[261] "کتاب الاموال ص678

[262] الجصاص، أحمد بن علي، أحكام القرآن، ج3 ص198 دار الكتب العلمية بيروت–لبنان، 1994

[263] گیلانی مناظر احسن، اسلامی معاشیات، ص414، دار الاشاعت کراچی

اور یہ اصول بن گیا کہ اموال ظاہرہ کی زکوٰۃ حکومت وصول کرے گی جبکہ اموال باطنہ کی زکوٰۃ کی تقسیم میں عوام کو اجازت دے دی گئی کہ چاہے تو حکومت کو سپرد کردیں چاہے اپنے طور پر تقسیم کردیں۔ مگر قرآنی حکم " خذ من اموالھم صدقة " کے تحت حکومت کا یہ حق اب بھی باقی ہے کہ جب بھی اسلامی حکومت اور اسلامی نظام قائم ہوگا زکوٰۃ کا نظام اسلامی حکومت کے ہاتھ میں ہی رہے گا۔ کیونکہ زکوٰۃ حقیقت میں اسلامی ریاست کے بیت المال کا ایک بہت بڑا حصہ ہے۔

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:الزَّكَاةُ قَنْطَرَةُ الْإِسْلَامِ[264]

"زکوٰۃ اسلام کا خزانہ ہے"

بلکہ ایک مکمل بیت المال ہے اس مد سے معاشرے کی فلاح وبہبود کے تمام امور کو پورا کیا جاسکتا ہے نہ صرف یہ بلکہ اگر زکوٰۃ کا نظام اپنے صحیح معنوں میں فعال ہوجائے تو فلاح وبہبود کے امور نمٹانے کی غرض سے جو ٹیکس عائد کیے جاتے ہیں ان سے بھی عوام کو خلاصی مل جائے گی۔ کیونکہ زکوٰۃ ایک مکمل معاشی نظام ہے اور غربت وافلاس جیسے تمام معاشی مسائل کا واحد حل ہے۔

"اگر مسلمان آج کچھ نہ کریں صرف زکوٰۃ کا معاملہ ہی احکام قرانی کے مطابق کرلیں تو بغیر کسی تعامل کے دعویٰ کیا جاسکتا ہے کہ ان کی تمام اجتماعی مشکلات ومصائب کا کل حل خود بخود پیدا ہوجائے گا لیکن مصیبت یہ ہے کہ مسلمانوں نے یا تو احکام قرآنی کی تعمیل یک قلم ترک کردی ہے یا پھر عمل بھی کر رہے ہیں اس طرح کہ فی الحقیقت عمل نہیں کر رہے"[265]

اموالِ فئے

ابتدائے خلافت میں حضرت عمر مجوسیوں سے جزیہ نہیں لیتے تھے لیکن جب حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے شہادت دی کہ رسول اللہ ﷺ نے ہجر کے مجوسیوں سے جزیہ لیا تھا تو ان سے عمر نے بھی جزیہ لینا شروع کردی" حَتَّى شَهِدَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخَذَهَا مِنْ مَجُوسِ هَجَرَ"[266] چنانچہ

عَنِ ابْنِ شِهَابٍ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخَذَ الْجِزْيَةَ مِنْ مَجُوسِ هَجَرَ، وَأَنَّ عُمَرَ أَخَذَ الْجِزْيَةَ مِنْ مَجُوسِ فَارِسَ، وَأَنَّ عُثْمَانَ أَخَذَ الْجِزْيَةَ مِنَ الْبَرْبَرِ[267]

"کہ رسول اللہ ﷺ نے بحرین کے مجوسیوں سے حضرت عمر نے ایران کے مجوسیوں سے اور حضرت عثمان نے اہل بربر سے جزیہ لیا"

انھی نظائر کا مد نظر رکھ کر فقہا نے کہ ہر ایک غیر مسلم چاہے وہ اہل کتاب ہو یا نہ ہو جب وہ اسلامی حکومت کے زیر سایہ رہتا ہے اور اسلامی حکومت اسے جان، مال، عزت وآبرو، اور عبادت گاہوں کے تحفظ کی ذمہ داری دیتی ہے تو اس سے جزیہ لیا جائے گا۔

وَالْجِزْيَةُ وَاجِبَةٌ عَلَى جَمِيعِ أَهْلِ الذِّمَّةِ مِمَّنْ فِي السَّوَادِ وَغَيْرِهِمْ مِنْ أَهْلِ الْحِيرَةِ وَسَائِرِ الْبُلْدَانِ مِنَ الْيَهُودِ وَالنَّصَارَى وَالْمَجُوسِ وَالصَّابِئِينَ وَالسَّامِرَةِ[268]

"جزیہ سواد، حیرہ اور تمام علاقوں کے اہل ذمہ یہودی، عیسائی مجوسی اور صابی اور سامری لوگوں پر ادا کرنا لازم ہے"

---

[264] الطبراني سليمان بن أحمد المعجم الأوسط الباب من اسمه مقدام، ج8ص380 دار الحرمين ،القاهرة

[265] ابوالکلام آزاد مولانا، اسلام اور سوشلزم، ششماہی الاقتصاد، ص66 حکمت قران انسٹیٹیوٹ کراچی، مارچ2012

[266] البخاري، محمد بن إسماعيل أبوعبدالله، الجامع المسند الصحيح المختصر من أمور رسول الله صلى الله عليه وسلم وسننه وأيامه، ج4ص96، باب الجزية والموادعة دار طوق النجاة

[267] أبوعُبيد القاسم بن سلاّم بن عبد الله، كتاب الأموال دار الفكر. - بيروت. ج1ص40

[268] أبو يوسف، الخراج، ج1ص135 المكتبة الأزهرية للتراث

امام ابو یوسف مزید لکھتے ہیں کہ

" وَإِنَّمَا تَجبُ الْجِزْيَةَ عَلَى الرِّجَالِ مِنْهُمْ دُونَ النِّسَاءِ وَالصِّبْيَانِ: عَلَى الْمُوسِرِ ثَمَانِيَةٌ وَأَرْبَعُونَ دِرْهَمًا، وَعَلَى الْوَسَطِ أَرْبَعَةٌ وَعِشْرُونَ، وَعَلَى الْمُحْتَاجِ الْحَرَّاثِ الْعَامِلِ بِيَدِهِ اثْنَا عَشَرَ دِرْهَمًا يُؤْخَذُ ذَلِكَ مِنْهُمْ فِي كُلِّ سَنَةٍ[269]

" جزیہ صرف مردوں پر لازم ہے عورتوں اور بچوں پر نہیں اس کی شرحیں یہ ہیں خوشحال لوگوں پر اڑتالیس درہم متوسط حال لوگوں پر چوبیس درہم اور غریب کاشتکاروں اور محنت کاروں پر بارہ درہم، یہ رقم ان سے سال بہ سال لی جائے گی"۔

مگر یہ جزیہ کسی کی استطاعت اور قدرت سے زیادہ نہیں ہو گا جیسا کہ ابی عبید قاسم بن سلام لکھتے ہیں

"وَهَذَا عِنْدَنَا مَذْهَبُ الْجِزْيَةِ وَالْخَرَاجِ، إِنَّمَا هُمَا عَلَى قَدْرِ الطَّاقَةِ مِنْ أَهْلِ الذِّمَّةِ، بِلَا حِمْلٍ عَلَيْهِمْ، وَلَا إِضْرَارٍ بِفَيْءِ الْمُسْلِمِينَ، لَيْسَ فِيهِ حَدٌّ مُؤَقَّتٌ [270]

" کہ جزیہ اور خراج کے بارے میں ہمارا مسلک یہی ہے کہ جزیہ اور خراج ذمیوں کی طاقت اور برداشت کے مطابق عائد کیا جائے گا اس لیے کہ نہ تو ذمیوں پر بار ڈالا جائے گا اور نہ مسلمانوں کے فئے کا نقصان کیا جائے گا، جزیہ اور خراج کی کوئی مخصوص حد اور معین مقدار نہیں ہے"۔ خراج سے متعلق حضرت عمر نے وہی طریق اختیار کیا جو کسریٰ بن قباء نے اختیار کیا تھا

أَمَّا قَدْرُ الْخَرَاجِ الْمَضْرُوبِ فَيُعْتَبَرُ بِمَا تَحْتَمِلُهُ الْأَرْضُ، فَإِنَّ عُمَرَ –رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ– حِينَ وَضَعَ الْخَرَاجَ عَلَى سَوَادِ الْعِرَاقِ ضَرَبَ فِي بَعْضِ نَوَاحِيهِ عَلَى كُلِّ جَرِيبٍ1 قَفِيزًا وَدِرْهَمًا، وَجَرَى فِي ذَلِكَ عَلَى مَا اسْتَوْفَقَهُ مِنْ رَأْيِ كِسْرَى بْنِ قُبَاءَ، فَإِنَّهُ أَوَّلُ مَنْ مَسَّحَ السَّوَادَ وَوَضَعَ الْخَرَاجَ وَحَدَّدَ الْحُدُودَ وَوَضَعَ الدَّوَاوِينَ وَرَاعَى مَا تَحْتَمِلُهُ الْأَرْضُ مِنْ غَيْرِ حَيْفٍ بِمَالِكٍ، وَلَا إِجْحَافٍ بِزَارِعٍ[271]

"خراج کی مقدار زمین کی حیثیت پر ہے حضرت عمر نے عراق کے بعض حصوں پر فی جریب ایک قفیز اور ایک درہم مقرر کیا تھا آپ نے اس میں کسریٰ بن قباء کی رائے کو اختیار کیا سب سے پہلے اسی نے زمینوں کی پیمائش حد بندی اور دفاتر ایجاد کیے اور زمین سے متعلق تمام ایسے امور کا لحاظ کیا جن سے زمین دار اور کاشتکار دونوں کو نقصان نہ پہنچے"

اسلامی عہد میں مختلف پیداوار کی مختلف لگان کی شرحیں مقرر کی گئیں چنانچہ عثمان بن حنیف نے کافی جانچ پڑتال کے بعد حضرت عمر کے لیے لگان کی نئی شرحیں لکھ کر دیں جنھیں حضرت عمر نے منظور کر لیا

أَنَّ عُثْمَانَ بْنَ حُنَيْفٍ جَعَلَ عَلَى كُلِّ جَرِيبٍ مِنَ الْكَرْمِ عَشَرَةَ دَرَاهِمَ، وَعَلَى كُلِّ جَرِيبٍ مِنَ النَّخْلِ ثَمَانِيَةَ دَرَاهِمَ، وَعَلَى كُلِّ جَرِيبٍ مِنْ قَصَبِ السُّكَّرِ سِتَّةَ دَرَاهِمَ، وَعَلَى كُلِّ جَرِيبٍ مِنَ الرَّطْبَةِ خَمْسَةَ دَرَاهِمَ، وَعَلَى كُلِّ جَرِيبٍ مِنَ الْبُرِّ أَرْبَعَةَ دَرَاهِمَ، وَعَلَى كُلِّ جَرِيبٍ مِنَ الشَّعِيرِ دِرْهَمَيْنِ، فَكَانَ خَرَاجُ الْبُرِّ وَالشَّعِيرِ فِي هَذِهِ الرِّوَايَةِ مُخَالِفًا لِخَرَاجِهِمَا فِي الرِّوَايَةِ الْأُخْرَى، وَهَذَا لِاخْتِلَافِ النَّوَاحِي بِحَسَبِ مَا تَحْتَمِلُ) [272]

"عثمان بن حنیف نے زمین کی پیمائش کی اور کھجوروں کی ایک جریب پر دس درہم انگوروں کی ایک جریب پر چار درہم اور جو کی ایک جریب پر دو درہم خراج معین کر کے حضرت عمر کو لکھا تو انھوں نے منظوری دے دی"۔

---

[269] أبو يوسف، الخراج، ج 1 ص 135

[270] أبو عُبيد القاسم بن سلاّم، كتاب الأموال، ج 1، ص 50، دار الفكر، بيروت

[271] الماوردي، أبو الحسن علي بن محمد بن محمد بن حبيب، الأحكام السلطانية، ج 1، ص 229، دار الحديث، القاهرہ

[272] ایضاً ص 261

چنانچہ آج بھی ان نظائر کی روشنی میں اسلامی ریاست کے غیر مسلم شہریوں پر ان کی رضامندی اور ان کی برداشت اور قدرت کو مد نظر کر محاصل عائد کرنے چاہییں کیونکہ اسلامی ریاست کے غیر مسلم باشندوں کی حیثیت معاہد کی ہوتی ہے اس لیے ان کے معاہدوں کو مد نظر رکھ کر محاصل عائد کیے جائیں تا کہ نہ تو عوامی خزانے کا نقصان ہو اور نہ ہی ذمیوں پر غیر منصفانہ اور ظلم پر مبنی بوجھ ہو۔ چنانچہ ان کے بارے میں ایسی پالیسی اختیار کی جائے جو مفاد عامہ کی خاطر رائے عامہ پر مبنی ہو۔

عشور: اسلامی ریاست کی آمدنی کا ایک ذریعہ عشور بھی تھا عہد نبوی ﷺ اور عہد صدیقی میں کسی قسم کا کوئی درآمدی محصول نہیں لیا جاتا تھا لیکن عہد فاروقی میں جب اسلامی ریاست کی سرحدیں بڑھ کر روم و ایران کی سلطنتوں سے جا ملیں تو سیاسی اور معاشی تقاضوں کے پیش نظر حضرت عمر کو اپنی معاشی پالیسی میں بھی تبدیلی لانا پڑی کیونکہ جب مسلمان تاجر غیر مسلم ریاستوں میں اپنا مال لے کر جاتے تو ان سے یہ درآمدی محصول لیا جاتا تھا اس لیے حضرت عمر کو بھی تجارتی توازن کو قائم کرنے کی غرض سے یہ محصول عائد کرنا پڑا۔ امام ابو یوسف اس بارے میں لکھتے ہیں

كَتَبَ أَبُو مُوسَى الْأَشْعَرِيّ إِلَى عمرابْن الْخَطَّاب "أَنَّ تُجَّارًا مِنْ قِبَلِنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ يَأْتُونَ أَرْضَ الْحَرْبِ فَيَأْخُذُونَ مِنْهُمُ الْعُشْرَ"، قَالَ فَكَتَبَ إِلَيْهِ عُمَرُ: "خُذْ أَنْتَ مِنْهُمْ كَمَا يَأْخُذُونَ مِنْ تُجَّارِ الْمُسْلِمِينَ، وَخُذْ مِنْ أَهْلِ الذِّمَّةِ نصْفَ الْعُشْرِ، وَمِنَ الْمُسْلِمِينَ مِنْ كُلِّ أَرْبَعِينَ دِرْهَمًا، وَلَيْسَ فِيمَا دُونَ الْمِائَتَيْنِ شَيْءٌ؛ فَإِذَا كَانَتْ مِائَتَيْنِ فَفِيهَا خَمْسَة دَرَاهِم، ومازاد فَبِحِسَابِهِ

[273] کہ ابو موسیٰ الاشعری نے عمر ابن الخطاب کو لکھا کی ہمارے ملک کے مسلمان تاجر جب حربی علاقوں میں جاتے ہیں تو وہ لوگ ان سے دسواں حصہ وصول کرتے ہیں راوی کہتا ہے کہ عمر نے اس کے جواب میں انھیں لکھا کہ تم بھی ان سے اسی طرح وصول کرو جس طرح وہ مسلمان تاجروں سے وصول کرتے ہیں ذمیوں سے بیسواں حصہ لیا کرو اور مسلمانوں سے ہر چالیس درہم میں سے ایک درہم وصول کرو دو سو درہم سے کم پر کچھ نہ لو دو سو کا ہو تو اس میں سے پانچ درہم لو اس سے زیادہ ہو تو اسی حساب سے وصول کرو" اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ نئے دور کی ضرورت اور تقاضوں کے پیش نظر نئے محاصل عائد کیے جاسکتے ہیں کیونکہ

" إنَّ فِي المَالِ لَحَقًّا سِوَى الزَّكَاةِ[274]

"کہ مال میں زکوٰہ کے علاوہ بھی حق ہے"

نیز یہ کہ عالمی تقاضوں کے پیش نظر اپنی معاشی اور سیاسی پالیسی میں تبدیلی لائی جاسکتی ہے

نظام اراضی

زمین پیدائش دولت کے عوامل میں سے ایک بنیادی اور اہم عامل ہے۔ اسلام کے معاشی نظام میں بھی اسے عامل پیدائش کے طور پر ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

"وَلَقَدْ مَكَّنَّاكُمْ فِي الْأَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ [275]

"اور ہم نے زمین میں تمھارا ٹھکانا بنایا اور اس میں تمھارے لیے سامان معیشت پیدا کیے"

اس طرح رسول اللہ کا فرمان ہے

---

[273] ابو یوسف، الخراج، ج 1 ص 148"

[274] الترمذی، محمد بن عیسیٰ، السنن باب ماجاء ان فی المال حقا، ج 3 ص 39 شرکۃ مکتبۃ البابی الحلبی، مصر 1975

[275] القرآن: الاعراف 10:7

"اطْلُبُوا الرِّزْقَ فِي خَبَايَا الْأَرْضِ[276]

" کہ معاش (رزق) کو زمین کی پہنایوں میں تلاش کرو"

رسول اللہ نے نہ صرف امت کو زمین سے مستفید ہونے کی تلقین کی ہے بلکہ عملی طور پر آپؐ نے خود کاشتکاری بھی کی ہے

"وَازْدَرَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْجُرْفِ[277]

"کہ رسول اللہ نے خود مقام جرف میں کاشتکاری کی ہے"

ذیل کی سطور میں ہم حضرت عمرؓ کے نظام زمینداری کا جائزہ لیتے ہیں۔ زمین کی ملکیت کے بارے میں حضرت عمرؓ نے فرمایا

"قَالَ عمر لنا رِقَاب الأَرْض"[278]

"کہ زمین اصلاً ہماری ملکیت ہے"۔

عہد نبوی ﷺ اور عہد صدیقی میں جو اراضی تقسیم نہیں کی جاتی تھی اسے قومی خزانے کا حصہ قرار دیا جاتا تھا جب عراق اور شام فتح ہوئے فوج نے اصرار کیا کہ مفتوحہ مقامات فتح کے طور پر ان کی جاگیر ہیں ان کو عنایت کئے جائیں۔ حضرت بلالؓ اور حضرت زبیرؓ کو خصوصیت کے ساتھ اصرار تھا۔ حضرت عمرؓ نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ اگر ان زمینوں کا تم مجاہدین کو زمیندار بنا دیا جائے تو سرحدوں کے انتظامات شہروں اور ملکوں کے انتظامات، لشکروں کی ضروریات بعد میں آنے والے مسلمانوں کی حاجات اور دیگر غربا کی ضروریات کے لیے اس قدر کثیر آمدنی کہاں سے آئے گی مگر صحابہ کرام اس پر رضامند نہ ہوئے بلکہ ان کے مطالبات نے جب شدت اختیار کرلی تو آپ نے مجلس مشاورت قائم کی استدلال میں سورۃ الحشر کی آیات

" وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَاتَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ"[279]

" اور (ان کے لیے بھی) جو ان (مہاجرین) کے بعد آئے (اور) وہ دعا کرتے ہیں کہ اے پروردگار ہمیں اور ہمارے بھائیوں کے جو ہم سے پہلے ایمان لائے ہیں گناہ معاف فرمادے اور مومنوں کی طرف سے ہمارے دل میں کینہ (و حسد) نہ پیدا ہونے دے اے ہمارے پروردگار تو بڑا شفقت کرنے والا مہربان ہے"

پیش کرتے ہوئے فرمایا

"وقد رأيت أن أحبس الأرضين بعلوجها وأضع عليهم فيها الخراج وفي رقابهم الجزية يؤدونها فتكون فيئاً للمسلمين: المقاتلة والذرية ولمن يأتي من بعدهم[280]

---

[276] 113 احمد بن علی، المسند ابی یعلی، ج7، دارالمامون للتراث دمشق 1984، ج7، ص347

[277] السرخسی، محمد بن احمد، المبسوط، دارالمعرفہ بیروت 1993، ج، 23 ص2

[278] ابی عبید قاسم بن سلام، کتاب الاموال، دارالفکر، بیروت، ص 354

[279] القرآن: الحشر 10:59

[280] ابویوسف، الخراج ص36

"کہ میری رائے یہ ہے کہ زمینوں کو مع کاشتکاروں کے سرکاری ملکیت قرار دے دوں اور اس کے کاشتکاروں پر خراج عائد کردوں اور ان پر فی کس جزیہ مقرر کردوں جسے وہ ادا کرتے رہیں اس طرح یہ خراج اور جزیہ مسلمانوں کے لیے ایک مستقل فے کا کام دے گا جس کی آمدنی میں مسلمان فوجی، مسلمانوں کی اولاد اور آنے والی نسلیں حصہ دار ہوں گی)۔ صحابہ نے جب آپ کی تقریر سنی تو ایک زبان ہو کر اس کی تائید کی

"فقالوا جميعاً: الرأي رأيک فنعم ما قلت وما رأيت إن لم تشحن هذه الثغور وهذه المدن بالرجال وتجري عليهم ما يتقوّون به رجع أهل الكفر إلى مدنهم" [281]

"کہ آپ ہی کی رائے صحیح رائے ہے آپ نے جو فرمایا وہ خوب ہے اور جو رائے قائم کی وہ بہت موزوں ہے اگر ان شہروں اور سرحدوں میں افواج نہیں رکھی جائیں گی اور ان کے لیے بطور تنخواہ کچھ مقرر نہ کیا جائے گا تو اہل کفر اپنے شہروں پر پھر سے قابض ہو جائیں گے"

غرض حضرت عمر نے مفتوحہ اراضی کو مفاد عامہ کی غرض سے تقسیم نہیں کیا بلکہ اسے بیت المال کی ملک قرار دیا اور ان زمینوں کو کاشتکاروں کے پاس ہی رہنے دیا تاکہ کاشتکار ایک مقررہ لگان اسلامی حکومت کو ادا کریں۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ نے فرمایا

" قد بان لي الأمر، فمن رجل له جزالة، وعقل، يضع الأرض مواضعها، ويضع على العلوج ما يحتملون؟ فاجتمعوا على عثمان بن حنيف وقالوا: تبعثه إلى أهمّ من ذلک، فإنّ له بصراً وعقلاً وتجربةً فأسرع إليه عمر فولّاه مساحة أرض السّواد" [282]

"اب مجھ پر معاملہ واضح ہو گیا ہے اب یہ بتاؤ کہ کون ماہر اور دانشمند ہے جو ان زمینوں کا مناسب طور پر بندوبست کر دے اور کاشتکاروں پر ان کی برداشت کے مطابق خراج تجویز کرے لوگوں نے بالاتفاق عثمان بن حنیف کا نام پیش کیا اور کہا آپ ان کو اس کام کا ذمہ دار بنا کر روانہ کر سکتے ہیں کیونکہ یہ صاحب فہم اور تجربہ کار ہیں۔ حضرت عمرؓ نے بلا تاخیر ان کو علاقہ سواد کی پیمائش کے کام پر مقرر کر دیا"۔

مندرجہ بالا سطور سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت عمر نے دفاعی اخراجات مسلمان عوام الناس اور ان کی آئندہ نسلوں کی ضروریات اور حقوق کے تحفظ کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ تدابیر اور منصوبہ اختیار کیا کہ مفتوحہ علاقے مجاہدین اور افواج میں تقسیم کرنے کی اور ان کو مالک بنانے کی بجائے اسلامی حکومت کی ملکیت قرار دیا اور پچھلے قابضین کو بے دخل نہیں کیا گویا حضرت عمرؓ نے آئندہ پیش آنے والے دفاعی اخراجات اور عوام الناس کے معاشی حقوق کے تحفظ کی غرض سے یہ تدابیر اور منصوبہ اختیار کیا جو کہ معاشی منصوبہ بندی کی بہت بڑی نظیر اور دلیل ہے۔

حضرت عمر کے دور خلافت میں معاشی و زرعی پالیسی اجتماعی مفاد مبنی ہے کہ اگر حکومت نے کسی کو جاگیر عطا کی ہے تو اس غرض سے کہ کس سے کہاں تک اجتماعی فائدہ ہوا ہے اگر فی الواقع اس عطیہ جاگیر سے اجتماعی مفاد وابستہ ہوتا تو اس کی ملکیت برقرار رہتی ورنہ حکومت اس سے جاگیر لے کر کسی اور کے سپرد کر دیتی یا ملکیتی حقوق کو محدود کر دیتی تھی جیسا کہ حضرت بلالؓ بن حارث روایت کرتے ہیں۔

" انَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقْطَعَهُ الْعَقِيقَ أَجْمَعَ، قَالَ: فَلَمَّا كَانَ زَمَانُ عُمَرَ قَالَ لِبِلَالٍ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يُقْطِعْکَ لِتَحْجُرَهُ عَنِ النَّاسِ، إِنَّمَا أَقْطَعَکَ لِتَعْمَلَ، فَخُذْ مِنْهَا مَا قَدَرْتَ عَلَى عِمَارَتِهِ وَرُدَّ الْبَاقِيَ۔ [283]

[281] ابویوسف، الخراج، دارالمعرفۃ، بیروت لبنان، ص25

[282] ایضاً، ص26

[283] ایضاً، صفحہ،368

"کہ رسول اللہ نے پورا عقیق کا علاقہ انہیں جاگیر میں دے دیا تھا مگر حضرت عمر نے اپنے عہد خلافت میں بلال سے کہا یقین جانو کہ رسول اللہ نے تمہیں یہ علاقہ اس لیے نہیں دیا تھا کہ تم اسے لوگوں سے روک کر بیٹھ جاؤ۔ آپ نے یہ علاقہ اس لیے عطا فرمایا تھا کہ تم اسے آباد کرو لہذا اس علاقہ میں جس حصہ کی تم آباد کاری کر سکتے ہو لے لو اور باقی واپس کر دو "

پھر عمر نے ان کے زیر استعمال رقبہ چھوڑ کر باقی زمین مسلمانوں میں تقسیم کر دی حضرت عمر نے زمین کی آبادی اور زراعت کی ترقی کی خاطر یہ عام حکم دے رکھا تھا کہ تمام ممالک میں جہاں جہاں افتادہ زمینیں تھیں جو شخص ان کو آباد کرے اس کہ ملکیت ہو جائے گی۔ اور اکثر اپنے خطبات میں فرمایا کرتے تھے۔ يَا أَيُّهَا النَّاسُ، مَنْ أَحْيَا أَرْضًا مَيْتَةً فَهِيَ لَهُ[284] "اے لوگو جو کسی غیر آباد زمین کو آباد کر لے تو وہ زمین اسی کی ملکیت ہو جائے گی"۔

لیکن اگر کوئی شخص اس قسم کی زمین کو قبضے میں لائے اور اس کو تین برس کے اندر آباد نہ کیا تو زمین اس کے قبضے سے نکل جائے گی۔ جیسا کہ ابو عبید قاسم بن سلام نے لکھا ہے

:قَدْ جَاءَ تَوْقِيتُهُ فِي بَعْضِ الْحَدِيثِ عَنْ عُمَرَ أَنَّهُ جَعَلَهُ ثَلَاثَ سِنِينَ وَيَمْتَنِعُ غَيْرُهُ، مِنْ عِمَارَتِهَا لِمَكَانِهِ، فَيَكُونُ حُكْمُهَا إِلَى الْإِمَامِ[285]

" حضرت عمرؓ کی بعض روایات میں یہ زمانہ تین سال تک کا آیا ہے اور اس مدت میں اس مالک کے سوا کوئی دوسرا اس زمین کی آباد کاری سے باز رہے بعد ازاں وہ زمین امام کے فیصلے پر موقوف ہو جائے گی"۔

اس طرح حضرت عمرؓ نے مصلحت عامہ کی غرض سے حضرت تمیمؓ کی زیر ملکیت زمین جو کہ رسول اللہ نے انہیں عطا کی تھی اس کی ملکیت میں حد لگا دی

"قَالَ: لَيْسَ لَكَ أَنْ تَبِيعَ" [286]

"کہ تمہیں یہ حق حاصل نہیں کہ تم اس جاگیر کو فروخت کرو"۔

زراعت کی ترقی کا انحصار وسائل آبپاشی پر ہے اور یہ اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے کہ عوام کو زمینوں کی سیر ابی کے لیے وسائل اور ذرائع مہیا کرے جیسا کہ امام ابو یوسف نے لکھا ہے"

وَعَلَى الإِمَامِ كِرَى هَذَا النَّهَرِ الأَعْظَمِ الَّذِي لِعَامَّةِ الْمُسْلِمِينَ إِنِ احْتَاجَ إِلَى كِرَى، وَعَلَيْهِ أَنْ يُصْلِحَ مِسْنَاتِهِ إِنْ خِيفَ مِنْهُ [287]

"کہ امام کے لیے لازم ہے کہ ایسی بڑی بڑی نہریں جو تمام مسلمانوں کے مفاد کے لیے ہیں ان کی کھدائی کی ضرورت ہو تو اس کے ذمہ یہ واجب ہے کہ وہ اس بڑی نہر کے ناکوں کی اصلاح کرائے اگر ان سے کوئی خطرہ ہو"

---

[284] ایضاً، صفحہ، 112

[285] ایضاً، صفحہ، 367

[286] ایضاص 349

[287] کتاب الخراج، المکتبہ الازہریہ للتراث، ص 110

اس فلاحی کام کا آغاز حضرت عمرؓ کے دور حکومت میں ہوا جب نہریں کھودی گئیں اور بند تعمیر کئے گئے۔ اس طرح تالاب تیار کرانے، پانی کی تقسیم کرنے کے دہانے بنانے، نہروں کے شعبے نکالنے اس قسم کے کاموں کا ایک بڑا محکمہ قائم کیا[288] اس شعبے کے تحت درج ذیل نہریں حضرت عمر کے عہد میں کھدوائی گئیں۔

نہر ابی موسیٰ

یہ نہر حضرت عمرؓ نے بصرہ کے لوگوں کے مطالبات اور ضروریات کی غرض سے کھدوائی کہ لوگوں نے درخواست کی کہ ان کو پانی کی قلت کا سامنا ہے جس کی وجہ سے یہاں کی زمین بنجر اور شورستان ہے۔ لہٰذا آپ نے ابو موسیٰ اشعری کو نہر کھدوانے کا حکم دیا جو دریائے دجلہ سے 9 میل لمبائی میں کاٹ کر بصرہ میں پہنچائی گئی۔[289]

نہر امیر المؤمنین

یہ نہر بھی حضرت عمر نے مصر کی عوام کے مطالبے اور ان کی سفری اور تجارتی ضروریات کو مد نظر رکھتے ہوئے بنوائی چونکہ شام سے مصر تک خشکی کا راستہ دور دراز کا تھا۔ بروقت غلہ وغیرہ کے پہنچنے میں دیر ہو جاتی تھی چنانچہ آپ نے دقتوں کو مد نظر رکھ کر فسطاط سے بحر قلزم تک 69 میل لمبی نہر صرف چھ ماہ میں تیار کرا دی۔[290]

اس طرح کوفہ کی نہر سعد، نہر ثار، نہر دبیس، نہر ساورہ، نہر عمرو، نہر حرب اور اس قسم کی کئی نہریں حضرت عمر نے جاری کروائیں۔ حضرت عمر کی پالیسی اور منصوبہ بندی سے نہ صرف پانی کی قلت کو پورا کیا گیا بلکہ بہت سی افتادہ زمینیں بھی آباد ہو گئیں۔

تخفیف مال گزاری

لگان یا مال گزاری زرعی شعبہ کی کارکردگی کو بہت متاثر کرتی ہے اگر کاشتکار کو پیداوار کا بیشتر حصہ مال گزاری کی مد میں ادا کرنا پڑے تو نتیجتاً کاشتکار کی کارکردگی متاثر ہو گی۔ اور اگر کاشتکار سے اس پیداوار سے عادلانہ نظام اور تخفیف اور چھوٹ کے ساتھ اور اس کی استطاعت کے مطابق مالگزاری وصول کی جائے تو نتیجتاً زراعت کی ترقی کی راہیں کھلیں گی۔ حضرت عمر نے ایک مرتبہ حذیفہ ابن الیمان کو دجلہ کی اور حضرت عثمان بن حنیف کو فرات کے کنارے کی اراضی پر خراج وصول کرنے کے لیے روانہ فرمایا۔ جب ان دونوں حضرت نے واپس آکر خراج کی ایک بڑی مقدار حضرت عمر کو پیش کی تو آپ نے مشکوک انداز میں ان سے دریافت فرمایا

"كَيفَ وَضَعتُمَا عَلَى الأَرضِ, لَعَلَّكُمَا كَلَّفتُمَا أَهلَ عملكما مَا لَا يُطِيقُونَ؟ فَقَالَ حُذَيفَةُ: لَقَدْ تَرَكتُ فَضْلا. وَقَالَ عُثْمَانُ: لَقَدْ تَرَكتُ الضِّعْفَ. وَلَوْ شِئْتُ لأَخَذْتُهُ [291]

" کہ تم نے زمین پر خراج کس مقدار میں مقرر کیا؟ مجھے لگتا ہے کہ تم نے کاشتکاروں پر ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ ڈالا ہے ایک دوسری روایت کے مطابق آپ نے فرمایا شاید تم نے زمین کی حیثیت سے زیادہ خراج وصول کیا ہے یہ سن کر حضرت حذیفہ نے جواب دیا میں نے ان کے لیے

[288] شبلی نعمانی، الفاروق، اسلامک بک سنٹر لاہور، 2005ء، ص217

[289] ایضاً، ص234

[290] ایضاً، ص 235

[291] ابو یوسف، الخراج، ج1، ص 47

بہت زیادہ چھوڑا ہے اور حضرت عثمان بن حنیف نے عرض کیا میں ان کے پاس دو گنا چھوڑ آیا ہوں اور اگر میں چاہتا تو اس میں سے بھی وصول کر سکتا تھا"۔

حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ خراج کی پالیسی کے بارے میں ارشاد فرمایا

" فَلَمْ نُحَمِّلْهُمْ مَا لَا يَطِيقُونَ وَلَمْ نَأْخُذْهُمْ مِنَ الْخَرَاجِ إِلا بِمَاتحتمله أَرضهم[292] ۔

"کہ ہم نے ان پر ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالا اور نہ ہم نے ان کی زمینوں سے ان کی بساط سے زیادہ خراج لیا ہے"

حضرت عمر نے ایک فلاحی ریاست کے استحکام اور مفاد عامہ کی خاطر معاشی اور اقتصادی خوشحالی کے لیے جو اقدامات اور تدابیر اختیار کیں ان میں زرعی اقدامات سر فہرست ہیں۔ مملکت کے ہر حصے میں نہریں کھدائیں، جاگیر داری نظام کا خاتمہ کیا، لگان معتدل اور منصفانہ مقرر کیا اور جو محاصل اور خراج عوام اور کاشتکاروں کے لیے وبال جان بنے ہوئے تھے ان سب کو منسوخ کر دیا اس طرح کفالت عامہ کی غرض سے عوام الناس کے لیے روزینوں کا مقرر کرنا غنائم اور فے کی اراضی کا مفاد عامہ کی غرض سے ریاستی ملکیت قرار دینا وغیرہ جیسے آپ کی بہترین معاشی منصوبہ بندی کا واضح ثبوت ہیں۔ حضرت عثمان غنی کے سرکاری خطوط سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے لوگوں کو جاگیریں اور زمینیں دینے کے لیے ایک اعلیٰ اور دانش مندانہ معیار بنا رکھا تھا کہ جس قدر عوام بہتر طور پر کاشت کر سکیں اور زیادہ سے زیادہ پیداوار حاصل کر سکیں وہی جاگیر اور زمین لینے کے حقدار قرار دیئے جاتے تھے۔ اسی طرح اصلاح اراضی اور جاگیر داری کے خاتمے کے غرض سے حضرت عثمان نے حضرت عمر کی پالیسی اختیار کی جس طرح حضرت عمر نے حضرت بلال کو آنحضرت کی عطا کردہ زمین میں سے ان کے قابل استعمال اراضی چھوڑ کر باقی واپس لے کر مسلمانوں میں تقسیم کر دی تھی۔ حضرت عثمان نے بھی طائف کے ایک تاجر کے بیٹے عثمان بن ابو العاص ثقفی جو بحرین اور یمامہ کے گورنر رہے تھے ان کو حضرت عثمان نے ایک دستاویز دی اس میں حضرت عثمان نے انہیں دوٹوک الفاظ میں لکھا تھا کہ ضرورت سے زیادہ اراضی اپنے پاس بے کار رکھنے کی ضرورت نہیں اگر تم یا تمہارا کوئی بھائی اس اراضی کو درست کر لیں اور سنبھال لیں تو ٹھیک ہے ورنہ جو حصہ اراضی تم درست نہ کر سکے تو امیر المومنین کو حق حاصل ہو گا کہ وہ یہ اراضی کسی ایسے شخص کو دے دیں جو اس کو درست کر سکے۔[293]

حضرت عثمان نے رفاہ عامہ کی غرض سے کئی اقدامات کئے سڑکیں، پل اور مسافر خانے تعمیر کرائے کوفہ میں مہمان خانہ کی اشد ضرورت محسوس ہوئی تو عقیل اور ابن ہبار کے مکانات خرید کر ایک عظیم الشان مہمان خانہ بنوا دیا۔ خیبر کی وادی کے جانب سے سیلابی ریلے آکر مدینہ کی آبادی کو نقصان پہنچاتے تھے آپ نے مدینہ سے کچھ فاصلے پر بند تعمیر کروایا جسے مہروز بند کہا گیا اور پھر ایک نہر کھدوا کر سیلاب کا رخ مدینہ سے مستقل طور پر موڑ دیا گیا تھا۔ یہ کارنامہ ایک بڑا فلاحی منصوبہ شمار کیا جاتا ہے[294].

آپ نے بعض عمال کو صرف اس بنا پر معزول کر دیا کہ ان کی وجہ سے عوامی خزانے کا نقصان ہوتا تھا۔ حضرت عمرو بن العاص کو جن وجوہات کی بنا پر معزول کیا ان میں ایک وجہ یہ بھی تھی وہ نئی نہروں کے جاری ہونے کے باوجود مصر کے مالیات میں اضافہ نہ کر سکے۔ سعد بن ابی وقاص جو کہ کوفہ کے گورنر تھے انہوں نے بیت المال سے ایک خطیر رقم لی لیکن وقت پر ادا نہ کر سکے تو انہیں معزول کر دیا۔ ابو موسیٰ شعری کو

---

[292] ایضاً، ص98

[293] محمد علی چراغ، حضرت عثمان غنی، ص105

[294] ندوی، معین الدین، خلفائے راشدین، ادارہ، اسلامیات، لاہور، ص، 228۔

بھی اس بنا پر معزول کر دیا کہ وہ رعایا کو خوش نہ رکھ سکے۔[295] سیدنا عثمان عوام کی ضروریات پوری کرنے کی غرض سے کئی قسم کے اقدامات کئے کھیتی باڑی، کنویں اور چشمے جاری کروائے۔ لوگوں کی سہولت اور آسائش کے لیے آپ نے مختلف قسم کی سرائیں اور چوکیاں بنوائیں۔

فَحَفَرَ بِئْرًا بِالْمَدِينَةِ شُرْبًا لِلْمُسْلِمِينَ [296]

"مدینہ میں مسلمانوں کے لیے کنویں کھدوائے"

فاتخذ عُثْمَان للأضياف منازل [297]

"مسافروں کے لیے سرائیں اور مہمان خانے بنوائے"۔

سیدنا عثمان نے مہمانوں کے لیے کئی مہمان خانے بنوائے ان کے زمانہ میں اتنا خوشحالی ہو گئی کہ لوگ حضرت عثمان کے عہد کو حضرت عمرؓ کے عہد پر فوقیت دینے لگے۔ سیدنا عمر نے اپنے عہد میں جو روزینے عطا فرمائے تھے سیدنا عثمان نے اپنے دور خلافت میں ان روزینوں میں فی کس سو درہم کا اضافہ کیا۔ اوَّلُ خَلِيفَةٍ زَادَ النَّاسَ فِي أُعْطِيَاتِهِمْ مِائَةً عُثْمَانُ[298] (سیدنا عثمان وہ پہلے خلیفہ ہیں جنہوں نے لوگوں کے وظائف اور روزینوں میں سو درہم فی کس اضافہ کیا) سیدنا عثمان کے زمانہ میں خرا ج، فے اور غنیمت کا مال مملکت کے مختلف گوشوں سے سمٹ کر بیت المال میں اس قدر آیا کہ خیر وبرکت کی فراوانی ہو گئی آپ نے اسے رفاہ عامہ میں خرچ کر کے لوگوں کی خوشحالی میں مزید اضافہ کیا۔

مايَأْتِي عَلَى النَّاسِ يَوْمٌ إِلَّا وَهُمْ يَقْتَسِمُونَ فِيهِ خَيْرًا [299] "لوگوں پر ہر روز سیم اور رزق ومال تقسیم ہوتا رہتا"۔ مال کی اس بہتات کی وجہ سے سیدنا عثمانؓ کے رفاہ عامہ کے کارناموں کی بدولت مدینہ منورہ کی ریاست ایک مثالی فلاحی ریاست بن گئی اور ملک کے ہر صوبے میں ترقی اور خوشحالی کی فضا قائم ہو گئی۔ یہ سب حضرت عثمان غنی کی معاشی حکمت عملی اور منصوبہ بندی ہی کے باعث ممکن ہوا۔

حضرت علی نے بیت المال کے حوالے سے عمال پر اسراف اور بدعنوانیوں کی وجہ سے سختی سے بازپرس فرماتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ حضرت کعب بن مالک کو ہدایت کی۔" وَاخْرُجْ فِي طَائِفَةٍ مِنْ أَصْحَابِکَ حَتَّى تَمُرَّ بِأَرْضِ السَّوَادِ كَوْرَةً كَوْرَةً فَتَسْأَلَهُمْ عَنْ عُمَّالِهِمْ، وَتَنْظُرَ فِي سِيرَتِهِمْ"[300]

"کہ تم اپنے ساتھیوں کا ایک گروہ لے کر روانہ ہو جاؤ اور عراق کے ضلع ضلع میں پھر کر عمال کی تحقیقات کرو اور ان کی روش پر غائر نظر ڈالو"۔

آپ سے پہلے جنگلات سے کوئی مالی فائدہ نہیں لیا جاتا تھا آپ نے بیت المال کی آمدن میں اضافہ کی غرض سے جنگلات کو شامل کیا جیسا کہ برس کے جنگلات پر چار ہزار درہم لگان مقرر کیا۔ جیسا کہ امام ابو یوسف لکھتے ہیں"

---

[295] ایضاً، ص 226

[296] طبری، محمد بن جریر، تاریخ الرسل والملوک، بیروت، ج،4، ص282

[297] ایضاً، ص273

[298] ایضاً ص245

[299] ابو الفداء، اسماعیل بن عمر، البدایہ والنہایہ، دار احیاء التراث العربی 1988، ص239

[300] ابو یوسف، الخراج، ص 131

وَقَدْ بَلَغَنَا عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّهُ وَضَعَ عَلَى أَجَمَةِ بُرْسٍ أَرْبَعَ آلافِ دِرْهَمٍ، وَكَتَبَ لَهُمْ كِتَابًا فِي قِطْعَةِ أَدَمٍ [301]

"کہ ہمیں علی بن ابی طالبؓ کے بارے میں معلوم ہوا ہے کہ آپ نے برس کے جنگل کا معاوضہ چار ہزار درہم مقرر کیا تھااور ٹھیکہ داروں کو ایک تحریر چمڑے کے ٹکڑے پر لکھ کر دے دی تھی"۔

اگر چہ آپ محاصل کی وصولی کرنے میں نہایت سخت تھے مگر یہ سختی بے جا اور ناروا نہ تھی بلکہ رعایا اور عوام کی فلاح و بہبود کے پیش نظر ہوئی تھی۔ کیونکہ اسلام کے مالیاتی نظام میں بہت لچک پائی جاتی ہے، عوامی بہبود اور فلاح کی غرض سے زکوٰۃ کے علاوہ بھی حکومت مزید محاصل عائد کر سکتی ہے تاہم یہ ضروری ہے کہ ان محاصل کو ترقیاتی مقاصد اور عوامی فلاح و بہبود کی غرض سے عائد کیا جائے نہ کہ حکومتی طبقہ کی عیاشیوں اور مفادات کو پورا کرنے کی غرض سے عائد کیا جائے ایسا کرنا ظلم میں شمار ہوا اور محاصل کے عائد کرنے کی اجازت بھی تب ہو گی جب عوامی فلاح و بہبود اور مفادات عامہ کی ضروریات کو زکوٰہ و عشر کی مد سے پورا نہ کیا جا سکے اگر چہ زکوٰہ عشر اسلامی نظام مالیات کی اساس و بنیاد ہیں اور اگر انھیں موئثر اور صحیح معنوں میں فعال بنایا جائے تو نہ صرف عوامی فلاح و بہبود، رفاہ عامہ اور کفالت عامہ کے مقاصد کو پورا کیا جا سکتا ہے بلکہ اس مد سے غربت کا بھی خاتمہ ممکن بنایا جا سکتا ہے مگر بدقسمتی سے دور حاضر میں زکوٰۃ و عشر کا نظام موئثر اور فعال نہیں ہے چنانچہ اس مد کا پانچ فیصد بھی بیت المال میں جمع نہیں ہو پاتا جس کے باعث حکومت کو مالیاتی مقاصد کو پورا کرنے کی غرض سے خسارے کا بجٹ منظور کرنا پڑتا ہے یا پھر ناجائز و ناروا اور ظالمانہ ٹیکسوں کا بوجھ عوام ڈالنا پڑتا ہے۔ لہذا ضرورت اس امر کی ہے کہ عشر اور زکوٰۃ کے نظام کو موئثر اور فعال بنایا جائے تاکہ عوام اس کی برکتوں سے فیض یاب ہو سکے۔ نیز یہ کہ اسلام چاہتا ہے کہ معاشی وسائل و ذرائع اور دولت گردش میں رہیں۔ زکوٰۃ و عشر کے نظام کا ایک بڑا مقصد بھی یہی ہے۔ تاہم اسلام کے مالیاتی نظام میں نہ تو اس بات کی گنجائش ہے کہ معاشی وسائل اور دولت کو بے جا اور فضول خرچی کیا جائے اور نہ ہی اسلام اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ بخل اور کنجوسی سے کام لیا جائے کہ جائز ضروریات پر بھی خرچ نہ کیا جا سکے اس کے برعکس اسلام چاہتا ہے کہ وسائل اور دولت کے استعمال میں راہ اعتدال کو کیا جائے۔ اور ایسا حکمت، تدبیر اور منصوبہ بندی سے ممکن ہے اور اس منصوبہ بندی کے عمل میں اسلامی نظام معیشت کی منصوبہ بندی کے اصولوں، طریقوں اور ذرائع کو اختیار کیا جائے کیونکہ اسلامی معاشی منصوبہ بندی معاصر نظامہائے معیشت کی منصوبہ بندی کے نقائص، کمزوریوں، نقصانات اور خامیوں سے کلیتاً مبرا اور محفوظ ہے۔

[301] ابو یوسف، الخراج، دارالمعرفۃ للطباعۃ والنشر بیروت لبنان 1302ء ص88

فصل چہارم

اسلامی معاشی منصوبہ بندی کے مقاصد اور طریق کار

جیسا کہ ہم نے واضح کیا ہے معاشی منصوبہ بندی، دنیا کے تمام معاشی نظاموں میں کسی نہ کسی شکل اور حالت میں موجود ہے بلکہ اب ہر معاشی نظام کا جزو لاینفک بن چکی ہے۔ ذیل کی سطور میں ہم اس بات کا جائزہ لیں گے کہ دنیا کے مختلف نظامہائے معیشت میں اختیار کی جانے والی منصوبہ بندی کے مقاصد کیا ہیں کیونکہ کسی بھی نظام معیشت کا مقصد ملک اور ریاست کے افراد اور شہریوں کے لئے ان بنیادی ضروریات زندگی کے حصول کو ممکن بنانا ہے کہ کوئی شہری بنیادی ضروریات زندگی کے حصول سے محروم نہ رہے یا کسی بھی شہری کو ان ضروریات کی تسکین میں مشکلات کا سامنا نہ کرنا پڑے بلکہ بآسانی ان تک رسائی ممکن ہو۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ بنیادی ضروریات زندگی کیا ہیں؟ تخلیق آدم کے بعد اس کی بنیادی ضروریات کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

إِنَّ لَکَ أَلَّا تَجُوعَ فِيهَا وَلَا تَعْرَىٰ وَأَنَّکَ لَا تَظْمَأُ فِيهَا وَلَا تَضْحَىٰ ۔[302]

"یہاں تم کو یہ (آسائشیں) حاصل ہے کہ نہ بھوکے رہوگے نہ ننگے ،اور یہ کہ نہ پیاسے رہو اور نہ دھوپ کھاؤ" ۔۔ اور رسول اللہ ﷺ نے ان بنیادی حقوق کی وضاحت ان الفاظ سے فرمائی ہے :۔

لَيْسَ لِابْنِ آدَمَ حَقٌّ فِي سِوَى هَذِهِ الْخِصَالِ، بَيْتٌ يَسْكُنُهُ وَثَوْبٌ يُوَارِي عَوْرَتَهُ وَجِلْفُ الْخُبْزِ وَالْمَاءِ ۔[303]

"ابن آدم کا یہ بنیادی حق ہے کہ اس کے لیے ایک گھر ہو جس میں وہ رہ سکے، کپڑا ہو جس سے وہ اپنے جسم کو ڈھانپ سکے اور کھانے کے لیے روٹی ہو پینے کے لیے پانی ہو"۔ درج بالا قرآنی آیات اور حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ انسانی زندگی کی بقا کے لیے خوراک، لباس اور رہائش بنیادی ضروریات ہیں، لہٰذا اس مقصد کے لیے ریاست کو ایسا انتظام کرنا پڑے گا کہ کوئی فرد بھوکا، پیاسا، ننگا اور بے ٹھکانا نہ رہے۔

نبی ﷺ نے فرمایا :۔

مَا مِنْ عَبْدٍ اسْتَرْعَاهُ اللَّهُ رَعِيَّةً، فَلَمْ يَحُطْهَا بِنَصِيحَةٍ، إِلَّا لَمْ يَجِدْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ ۔[304]

"جس بندہ کو خدا نے کسی رعایا کا حکمران بنایا اور اس نے اس کے ساتھ پوری خیر خواہی نہ برتی وہ جنت کی خوشبو بھی نہ پا سکے گا"

کیونکہ شریعت نے اسلامی ریاست کے حکمران کو تمام شہریوں کے لیے ولی قرار دیا ہے۔ جیسا کہ ارشاد نبوی ہے۔

فَإِنَّ السُّلْطَانَ وَلِيُّ مَنْ لَا وَلِيَّ لَهُ۔[305]

"یعنی جس کا کوئی سرپرست نہیں اس کی سرپرست حکومت ہے"

یہ سرپرستی عمومی ہے جس میں بنیادی ضروریات کی فراہمی کے انتظامات بھی شامل ہیں۔

---

[302] القرآن: طٰہٰ ۲۰: ۱۱۸، ۱۱۹

[303] الترمذی، محمد بن عیسی، کتاب الزہدٰ، 4: 571 حدیث نمبر 2443

[304] البخاری، محمد بن اسماعیل، کتاب الاحکام، باب الحور العین و صفتھن 9: 64 حدیث نمبر 7150

[305] ابو بکر بن ابی شیبہ، المصنف فی الاحادیث والاثار کتاب الرد علی ابی حنیفہ، باب مساء الۃ النکاح (مکتبہ الرشید، الریاض 1409ھ) حدیث نمبر 36117

حضرت عمر فاروقؓ کے دور حکومت میں ۱۸ھ کو ایک مرتبہ سخت قحط پڑ گیا اسی قحط کی وجہ سے اس سال کا نام بھی عام الرمادہ پڑ گیا اس قحط کے موقع پر عمر فاروق نے جس احساس ذمہ داری کا مظاہرہ کیا کہ آج کسی بھی فلاحی رساست کے دعویدار حکمران ایسی مثال پیش کرنے سے قاصر ہیں کیونکہ آپ نے اتنا اچھا انتظام کیا کہ بعد میں آنے والے حکمرانوں کے لیے ایک نمونہ اور مثال قائم کر گئے۔ آپ شخصی طور پر ان انتظامات کی نگرانی کرتے تھے اور اسقدر کام کرنے کی وجہ سے آپ کی حالت یہ ہو گئی کہ لوگ پکار اٹھے۔:

"لو لم یرفع الله المحل عام الرّمادة لظننا أن عمر یموت همّاً بأمر المسلمین ۔[306]

"یعنی اگر اللہ عام الرمادہ میں قحط دور نہ کرتا تو ہمیں خدشہ تھا کہ عمر مسلمانوں کے اس مسئلہ کی فکر کرتے کرتے مر جائیں گے"

یہ خصوصیت ہے اسلامی نظام معیشت کی کہ ریاست کے افراد کی بنیادی ضروریات کی فراہمی کے انتظامات میں حکمران اپنی جان توڑ کوشش اور تدابیر اختیار کرتے ہیں ان کو اپنی صحت وآرام کی پرواہ نہیں ہوتی ان کا مقصدِ زندگی صرف عوام کی ضروریات کو پورا کرنا رہ جاتا ہے۔ کفالت عامہ کی اس ذمہ داری کا احساس اس قدر تھا کہ حضرت عمر کہا کرتے تھے کہ اگر کوئی جانور بھی بھوک سے مر گیا تو مجھے ڈر ہے کہ اللہ کے ہاں مجھے اس کے لیے جواب دینا ہو گا۔ جیسا کہ ان کا مشہور قول ہے

" لو مات جمل في عملي ضیاعاً خشیت أن یسألني الله عنه ۔[307]

" کہ اگر ساحل فرات پر کوئی اونٹ بے سہارا مر جائے تو مجھے ڈر ہے کہ اللہ مجھ سے اس کے بارے میں جواب طلب کرے گا"

اسی طرح ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ معاشرے کے افراد کو علاج وصحت کی سہولتیں فراہم کرنے کا انتظام کرے حضرت عمر کہا کرتے تھے۔

"لو ترکت عنز أجرباء علی جانب ساقیة لم تدهن لخشیت أن أسئل عنها في القیامة ۔[308]

" کہ اگر کسی نہر کے کنارے کوئی خارشی بکری اس حال میں چھوڑ دی جائے کہ اس کے علاج کے لیے مالش نہ کی جاسکے تو مجھے ڈر ہے کہ قیامت کے دن اللہ مجھ سے اس کی بابت سوال کرے گا"۔

جس ریاست میں جانوروں کے علاج کے لیے حکمران اس قدر فکر مند ہوں انسانوں کے علاج وصحت کی سہولتوں کی فراہمی کے لیے انتظامات کو تو بدرجہ اولیٰ اہمیت حاصل ہے۔ لہٰذا مریضوں کے ہسپتال ڈسپنسریاں متعلقہ امراض کے سپشلسٹ ڈاکٹرز جیسے متعلقہ شعبہ جات، سٹاف کی تعیناتی وغیرہ اسلامی ریاست کی ذمہ داری میں شامل ہیں اس پر لازم ہے کہ وہ ایسے انتظامات کرے ریاست کے افراد علاج وصحت کی سہولتوں سے محروم نہ رہیں۔

اسلام میں تعلیم کو بھی بنیادی اہمیت حاصل ہے کیونکہ تعلیم ایسا شعبہ ہے جس پر عوام کے معاش اور معاد کا انحصار ہے اسلام میں تعلیم کی اہمیت کا اندازہ اس سے بھی ہوتا ہے کہ پہلی وحی کا آغاز اقرأ سے ہوا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں ہر فرد کے لیے تعلیم وتربیت حاصل

---

[306] ابن سعد، الطبقات الکبری،، دار صادر، بیروت، ج،3، ص314

[307] ابن سعد، طبقات الکبری، دار الکتب العلمیہ بیروت، ج۳، ص ۲۳۲

[308] غزالی، التبر المسبوک فی نصیحۃ الملوک، دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان، 1988ء ج1، ص17

کرنا فرض ہے اس لیے اسلامی ریاست اس امر کی پابند ہے کہ وہ شہریوں کے لیے تعلیم کے حصول کے لیے سہولتیں فراہم کرے کیونکہ رسول اللہ ؐ کا ارشاد ہے۔

"طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم "۔[309]

"کہ علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے "[310]

رسول اللہ نے تمام عمر اشاعت علم پر توجہ دی صفہ کی درس گاہ کا قیام غزوہ بدر کے قیدیوں کا فدیہ مسلمانوں کے بچوں کو تعلیم دینا مقرر کرنا صحابہ کو حصول علم کے لیے مختلف علاقوں کو بھیجنا ہی سب تحصیل علم کی اہم مثالیں ہیں۔ حضرت عمر نے بھی تعلیم دینے کے لیے افراد کو مامور کیا تھا۔

عَنِ الْوَضِينِ بْنِ عَطَاءٍ قَالَ : ثَلاَثَةُ مُعَلِّمُونَ كَانُوا بِالْمَدِينَةِ يُعَلِّمُونَ الصِّبْيَانَ وَكَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَرْزُقُ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ خَمْسَةَ عَشَرَ دِرْهَمًا كُلَّ شَهْرٍ "۔[311]

"وضین بن عطا سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ مدینہ میں تین آدمی تھے جو بچوں کو تعلیم دیا کرتے تھے اور عمر بن خطاب ان میں سے ہر ایک کو پندرہ درھم ماہانہ دیا کرتے تھے "۔

لہذا غذا لباس، رہائش، علاج اور تعلیم کی فراہمی کو یقینی بنانے کے لیے انتظامات کرنا اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے۔ لہذا ان ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے جو اقدامات بھی اختیار کئے جائیں گے وہ منصوبہ بندی ہی کہلائیں گے۔ دوسرے باب کی فصل اول میں قرآن و سنت کی تعلیمات کی روشنی میں معاشی منصوبہ بندی کا جائزہ لیا جس سے واضح ہوا کہ رزق کی تلاش، وسائل معیشت کی تلاش، حرام سے اجتناب فضول خرچ اور بخل سے اجتناب ذرائع کا بہتر استعمال اور متبادل استعمال سرمایہ کاری (سرمایہ کی بڑھوتری کی تدابیر) ورثا کے لیے بہتر مستقبل اہل گھرانہ کے لیے سال بھر کے لیے راشن کا ذخیرہ وانتظام مردم شماری ان سب مسائل کے لیے ہم نے دیکھا کہ یہ سب منصوبہ بندی کے بغیر ممکن نہیں۔ رسول اللہ نے خود ریاست کے حکمران اور ذمہ دار کی حیثیت سے افراد کی معاشی کفالت کے لیے کئی اقدامات کئے بلکہ آپ ؐ نے ان کو اولین ترجیحات میں شامل کیا جیسا کہ مواخات کا رشتہ قائم کرنا۔ اسی طرح میثاق مدینہ اگرچہ ایک ریاستی سیاسی منصوبہ بندی اور حکمت عملی تھی مگر اس کے معاشی اثرات سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا اسی طرح آپ ؐ کی مدینہ آمد کے بعد مردم شماری کا انعقاد دراصل معاشی کفالت کے اقدامات کرنا ہی تھا۔ اسی طرح مدینہ میں ایک مارکیٹ کا قیام گویا یہ سب اقدامات رفاعہ عامہ اور کفالت عامہ جیسی ریاستی ذمہ داری کی معاشی منصوبہ بندی کے تقاضوں کو عیاں کرتے ہیں۔

خلفائے راشدین کے دور میں بھی رفاہ عامہ اور کفالت عامہ کے لیے کئی طرح کے اقدامات کئے گئے۔ بیت المال کا قیام کا مقصد ہی عوام کی معاشی ضرورتوں کو پورا کرنے کے اقدامات تھے۔ اندراج اور شمار کے مختلف دفاتر اور رجسٹر بنائے گئے، شہریوں کے لیے پانی کی فراہمی اور زرعی ترقی کے لیے مختلف علاقوں کے لیے انہار کا جاری کرنا وغیرہ۔ شام و سواد کے علاقوں کی زمینوں کو ریاستی اور قومی ملکیت قرار دینا یہ وہ اقدام تھے جو رفاہ عامہ اور مفاد عامہ کی غرض سے کئے گئے۔ ذیل میں اس کی مزید مثالیں درج کی جاتی ہیں۔ حضرت عمر نے بازار سے متعلق معاملات

---

[309] ابن ماجہ، السنن، افتتاح الکتاب فی الایمان وفضائل صحابہ والعلم، باب فضل العلماء والحث، ا: ۸۱ رقم:224

[310] محقق البانی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے

[311] أبو بكر بن أبي شيبة، عبد الله بن محمد، الكتاب المصنف في الأحاديث والآثار (مكتبة الرشد، الرياض1409) 4:341 حديث نمبر 20835

کی دیکھ بھال کے لیے عبد اللہ نامی ایک صحابی کو بازار کا افسر مقرر فرمایا تھا۔ اسی طرح بازاروں کے جھگڑوں کے نمٹانے اور فیصلہ کرنے کے لیے ایک اور سرکاری افسر مقرر تھے اہواز کے بازار پر حضرت عمر نے حضرت سمرہ بن جندب کو مقرر فرمایا تھا۔ حضرت عمر نے شفا بنت عبد اللہ کو بھی بازار کے بعض معاملات کا نگران مقرر کیا تھا۔[312] اگر بازار میں قیمتوں کا نظام غیر معتدل اور بگڑ جاتا تو حضرت عمر فوراً اس کا محاکمہ کرتے ایک دن حضرت عمر بازار سے گزر رہے تھے تو حاطب بن بلتعہ کو دیکھا کہ منقٰی بیچ رہے ہیں جن کا نرخ بازار کے نرخ سے مختلف تھا حضرت نے ان سے کہا "**اما ان تزید فی السعر، و اما ان ترفع من سوقنا**[313]" کہ یا تو بازار کے موافق نرخ بڑھا دو یا ہمارے بازار سے اپنا سامان اٹھالے جاؤ اسی طرح حضرت علی نے گرانی کی خاطر غلہ کا احتکار کرنے والے شخص کے غلہ کو جلوادیا " **و اما تحریق علی المحتکر** "[314]

حضرت عمر بیوہ عورتوں کے معاش اور ضروریات کا از حد خیال رکھتے تھے فرمایا

"**.انا و اللہ لئن بقیت لارامل اھل العراق لادعنھم لا یفتقرون الی امیر بعدی۔**[315]

"کہ اگر میں زندہ رہا تو کوئی بیوہ اپنے گزران کے لیے کسی کی محتاج نہ رہے گی۔

لہٰذا اسلامی تعلیمات کی رو سے حکومت پر فرض ہے کہ وہ عوام کی بنیادی ضروریات، خوراک، لباس، رہائش تعلیم اور علاج وغیرہ کو پورا کرے اور یہ سب معاشی منصوبہ بندی سے ممکن ہے۔ پس ثابت ہوا کہ اسلامی معاشی منصوبہ بندی کے مقاصد میں اولین مقصد عوام کی بنیادی ضروریات کی فراہمی کو یقینی بنانا ہے

معاشی ترقی

کفالت عامہ اور رفاہ عامہ کے علاوہ معاشی تعمیر و ترقی کا حصول بھی ایک ریاستی و حکومتی ذمہ داری اور اجتماعی فریضہ ہے۔

ذیل میں میں پہلے ہم اس بات کا جائزہ لیتے ہیں کہ معاشی ترقی سے کیا مراد ہے؟ معاشی ترقی کسے کہتے ہیں؟

1. “Economic Development refers to economic growth accompanied by changes in output distribution and economic structure.These changes may include an improvement in the material well-being of poorer half of the population,a decline In agriculture’s share of GNP and corresponding increase in the GNP share of industry and services; an increase in the education and skills of the labor force;and substanial technical advances originating with in the country.”[316]

---

[312] عبد الرؤف: ایام خلافت راشدہ، لاہور صفحہ 246

[313] مالک بن انس، الموطا، کتاب البیوع فی التجارات والسلم، باب الحکرۃ والتربص (مؤسسۃ زاید بن سلطان، ابوظبی) 942:4 حدیث نمبر 2399

[314] الشوکانی، نیل الاوطار، دار الحدیث، مصر 1993ء ج4، ص149

[315] ابو یوسف، کتاب الخراج، المکتبہ الازہریہ الجز1، صفحہ 47

[316] *E Wayne Nafziger,Economic Development, 4th edition,Cambridge University Press2006,p15*

پیدوار کی تقسیم اور معیشت کی ساخت میں تبدیلیوں کے ساتھ معیشت میں اضافہ معاشی ترقی ہے۔ان تبدیلیوں میں آبادی کے غریب ترافراد جو کہ آبادی کا تقریباًنصف بنتے ہیں کی مادی فلاح؛خام قومی پیداوار میں زراعت کے حصہ میں کمی اسی طرح خام قومی پیداوار میں صنعت و خدمات کے حصہ کا اضافہ؛تعلیم اور محنت وافرادی قوت کی مہارتوں میں اضافہ؛اور ملک کی واضح فنی ترقی شامل ہے۔

2. “Development can be considered as process of improvement with respect to set of values or when comparing the relative levels of development of different countries as a coparative study of being with respect to such values.The value in question relate to desired conditions in society”[317]

3. Development is usually interpreted as a process of maximizing economic growth.[318]

4. “Economic Development” is a process whereby an economy’s real national Income as well as per capita income Increases over a long period of time”[319]

5. **“**Economic Development may be defined as a sustained secular improvement in well being which may be considered to be reflected in an increasing flow of goods and services”.[320]

:1 اقتصادی ترقی ایسا عمل ہے جو سست اور کم اوسط آمدنی والے معاشرے کو ایسے معاشرے میں بدل دیتا ہے جس کی آمدنی میں زیادہ یا کم مقدار میں بتدریج اضافہ ہوتا ہے کیونکہ پوراسرمایا ٹیکنالوجی کا مجسم ہوتا ہے"

:2 ترقی کا عمل بہتری کا ایسا طریقہ کار ہے جو بہتری کی اقدار قائم کرتا ہے یا ایسی ہی اقدار کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے متعلقہ ترقی کی سطح کا موازنہ دوسرے ممالک سے کرنا۔اقدار سے مراد مطلوبہ حالت کو معاشرے سے ہم آہنگ کرنا ہے۔

:3 ترقی کی وضاحت عام طور پر اس طرح کی جاتی ہے کہ یہ معاشی ترقی کو زیاد سے زیادہ کرنے کا عمل ہے۔

:4 معاشی ترقی ایسا عمل ہے جس کی وجہ سے کسی بھی معیشت کی قومی آمدنی اور اسی طرح فی کس آمدنی میں ایک طویل عرصے کے لیے اضافہ ہوتا ہے۔

:5 اقتصادی ترقی کو اچھی طرح سیکولر اصطلاحات کے طور پر بیان کیا جاسکتا ہے جس میں بہتری کی عکاسی اشیا اور خدمات کے اضافے کو سمجھا جاتا ہے۔

---

[317] Ratnakar Gedam, *Development Planning origin and Growth*,60
[318] Ibid
[319] Meir and Baldwin www.newagepublishers.com/sampledafter/ 000186.pdf
[320] Richard W. Richardson: Ibid

ماہرین کے درج بالا تعریفات سے واضح ہوتا ہے کہ حقیقی قومی آمدنی میں اضافہ کو اقتصادی ترقی کہا جاتا ہے بعض کے نزدیک معاشی ترقی کے لئے فی کس آمدنی میں اضافی ضروری ہے لہٰذا معاشی ترقی ایسا عمل ہے جس کے نتیجے میں مجموعی قومی پیداوار اور فی کس آمدنی میں اضافہ ایک ایسا ہے جو ایک طویل اور لمبے عرصے میں ہوتا ہے۔

اب ہم دور حاضر کے مسلم ماہرین معاشیات کی معاشری ترقی سے متعلق آراء کا جائزہ لیتے ہیں۔

"Economic Development means increase in the per capita income at a given period of time."[321]

"اقتصادی ترقی دیے گئے مخصوص عرصے میں فی کس آمدنی میں اضافہ کو کہتے ہیں" لیکن اگر فی کسی آمدنی کے ساتھ ساتھ ملک کی حقیقی قومی آمدنی جو پیداوار میں اضافہ کی وجہ سے ہو تو معاشی ترقی ہو گی لیکن اگر زری آمدنی میں اضافہ ہو اور پیدوار یا حقیقی قومی آمدنی میں اضافہ نہ ہو تو پھر معاشی ترقی نہ ہو گی۔

لہٰذا معاشی ترقی کے لئے فی کس آمدنی میں اضافہ کے ساتھ ملکی مجموعی قومی آمدنی اور پیداوار میں بھی اضافہ ضروری ہے گویا معاشی ترقی کے لئے فی کس آمدنی اور حقیقی قومی آمدنی میں اضافہ ایسے ہی ناگزیر ہے جیسے کہ گاڑی کے دو پہیے۔ کوئی ایک ناقص ہو جائے تو معیشت کی گاڑی آگے نہیں بڑھ سکے گی بلکہ رک جانے سے مزید خسارہ ہو گا۔

"Economic Development means a balanced and sustained improvement in the well being of the totality of man over a period of time."[322]

"معاشی ترقی ایک مخصوص عرصے میں انسان کی مجموعی فلاح و بہبود میں متوازن اور مستحکم بڑھوتری کا نام ہے"

"Islamic Development is a comprehensive multifaceted process involving all aspects of life for the individuals and the community and aims at the fulfillment of God's purpose for man".[323]

"اسلام میں ترقی ایک جامع اور مختلف حصوں پر مشتمل ایک عمل کا نام ہے جس میں انفرادی اور اجتماعی زندگی کے تمام پہلو شامل ہیں اس عمل کا مقصد انسان کے لیے خدا کے مقصد کی تکمیل ہے"

یعنی خدا کی ہدایت اور رہنمائی کے مطابق انفرادی اور اجتماعی فلاح و بہبود کی ترقی عملی طور پہ مقصود ہے لہذا اسلام میں معاشی ترقی سے مراد ایسی ترقی جس میں نہ صرف حقیقی قومی آمدنی اور فی کس آمدنی اضافہ بلکہ ان کے ساتھ ساتھ اس ملک کے باشندوں کی مادی و روحانی، دنیوی اور اخروی زندگی بہتر ہو۔ عزت نفس، آزادی عمل اور دینی فعالیت میں اضافہ ہو۔ کیونکہ:

"Development thus means,moral spiritual and material development of the individual and society leading to maximum socio economic welfare and the ultimate good of mankind"[324]

---

321 M.A Mannan *Islamic Ecnomics* (Shah Muhammad Ashraf Publishers, Lahore, 1991) 338
322 M.A Mannan, *Economic Development*, (International Islamic University, Islamabad,1996) 3
323 Ibid,25
324 Hussain, Muhammad, Development Planning in an Islamic State (Royal Book Company Karach1987),49

"اس طرح ترقی کا مطلب افرادی اور اجتماعی اخلاقی، روحانی، اور مادی ترقی ہے جس سے زیادہ سے زیادہ سماجی معاشی فلاح اور انسانیت کی حتمی بہتری کا حصول ممکن ہو سکے"

دنیا کی زندگی میں فلاح کا حصول معاشی ترقی کے ساتھ منسلک ہے۔ بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ دین چھوڑنے سے دنیا نہیں جاتی مگر دنیا چھوڑنے سے دین بھی چلا جاتا ہے اس لئے اسلام نے اپنے پیروکاروں کو معاشی جدوجہد سے غربت اور جہالت کے خاتمے اور معاشی ترقی کے حصول کے لئے بہت زور دیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے

" كَادَ الْفَقْرُ أَنْ يَكُونَ كُفْرًا ۔[325]

"کہ فقر اور غربت انسان کو کافر بنا دیتی ہے"۔

لہٰذا جس طرح کفالت عامہ ریاست اور حکومت کی ذمہ داری ہے اسی طرح معاشی ترقی اور تعمیر بھی اس کا اہم فریضہ ہے۔ کیونکہ آج کے دور میں کسی بھی ریاست کی بقا اس کا استحکام اس کی معاشی ترقی میں مضمر ہے آج وہی قوم غالب اور طاقتور ہے جو معاشی لحاظ سے مضبوط اور مستحکم ہے کیونکہ کسی بھی ملک کی معاشی تعمیر و ترقی اس ملک کی دفاعی قوت کی بنیاد اور اس کے سیاسی استحکام کی لازمی شرط ہے غربت افلاس کے خاتمے اور کفالت عامہ جیسے لازمی امور سے عہدہ برا ہونے کے لئے معاشی ترقی ناگزیر ہے۔ لہٰذا عہد حاضر میں اسلامی ریاست اپنی تہذیبی شناخت اور انفرادیت بھی اس وقت برقرار رکھ سکتی ہے جب وہ معاشی لحاظ سے غیر مسلم اور ترقی یافتہ ممالک سے بے نیاز ہو جائے دوسروں کی دست نگری سے آزاد ہو لہٰذا آج ہر مسلم ریاست کے لئے لازم ہے کہ وہ خود کو معاشی تعمیر و ترقی سے ہمکنار کرے۔ رسول اللہ ﷺ رعایا کی خوشحالی کے لئے دعا فرمایا کرتے تھے

"اللهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي ثَمَرِنَا، وَبَارِكْ لَنَا فِي مَدِينَتِنَا، وَبَارِكْ لَنَا فِي صَاعِنَا، وَبَارِكْ لَنَا فِي مُدِّنَا"۔[326]

"اے اللہ ہمیں زمین کے پھلوں سے رزق عطا فرما اور ہمارے مد اور صاع میں برکت دے"۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

"أَنْشَأَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيهَا ۔[327]

"یعنی اللہ وہ ذات ہے جس نے تمہیں اس زمین سے پیدا کیا اور تم کو اس میں بسایا"

امام جصاص اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ

" الدَّلَالَةُ عَلَى وُجُوبِ عِمَارَةِ الْأَرْضِ لِلزِّرَاعَةِ وَالْغِرَاسِ وَالْأَبْنِيَةِ"۔[328]

---

[325] سلیمان بن احمد، الدعاء للطبرانی، دار الکتب العلمیہ بیروت، ج 1، ص 319

[326] مسلم بن الحجاج، المسند الصحیح، کتاب الحج، باب فضل المدینہ، 2:1000، حدیث نمبر 473

[327] القران: ہود: 61:11

[328] الجصاص، احکام القرآن، ، دار احیاء التراث العربی، ج 4، ص ۳۷۸

یعنی اللہ نے تمہیں ایسی چیزوں کے ساتھ زمین کو آباد کرنے کا حکم دیا جن کی تمہیں ضرورت تھی اس میں یہ دلالت موجود ہے کہ زمین کو زراعت کے لیے پودے اور درخت لگانے کے لیے نیز مکانات کی تعمیر کے لیے تیار کرنا اور چیزوں کے ذریعے اسے آباد کرنا واجب ہے۔

رسول اللہ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا:

مَنْ بَاعَ عَقَارًا كَانَ قَمِنًا أَنْ لَا يُبَارَكَ لَهُ، إِلَّا أَنْ يَجْعَلَهُ فِي مِثْلِهِ أَوْ غَيْرِهِ ۔[329]

یعنی "جو شخص بھی کوئی جائیداد پراپرٹی یا کوئی اثاثہ بیچتا ہے تو اس میں کوئی برکت نہیں جب تک کہ اس سے اس چیز جیسی کوئی اور چیز نہ بنالے"۔[330]

یعنی انسان کو چاہیے کہ وہ جائیداد اور پراپرٹی کی اثاثہ جاتی حیثیت کو قائم رکھے اور اس سے مزید استفادہ کرتا رہے اسے ختم نہ کرے اگر کسی وجہ سے فروخت کردے تو اس جیسا کاروبار، بزنس، پراپرٹی، جائیداد اور اثاثہ قائم کرے اسے ضائع اور ختم نہ کرے تاکہ اس میں اللہ کی برکت سے اضافہ اور بڑھوتری ہوتی رہے جہاں انفرادی طور پر ہر شخص کی ذمہ داری ہے کہ اپنے ملکیتی اثاثہ جات مثبت اور پیداواری مقاصد کے لیے استعمال میں لائے تاکہ ملکی معیشت کی ترقی کے لیے اپنا کردار ادا کرے وہاں حکومت کا بھی فرض ہے کہ وہ وسائل اور اثاثہ جات کو پوری ذمہ داری سے پیداواری اور ترقی کے مقاصد کے لیے استعمال میں لائے اور ملکی معیشت کی ترقی کے لیے اقدامات کرے۔

علامہ ماوردی خلیفہ کے فرائض بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ تیسرا فرض اور ذمہ داری جو امام اور خلیفہ حکمران کی ہے کہ وہ:

حِمَايَةُ الْبَيْضَةِ وَالذَّبُّ عَنِ الْحَرِيمِ؛ لِيَتَصَرَّفَ النَّاسُ فِي الْمَعَايِشِ، وَيَنْتَشِرُوا فِي الْأَسْفَارِ آمِنِينَ مِنْ تَغْرِيرٍ بِنَفْسٍ أَوْ مَالٍ ۔[331]

"کہ خلیفہ اور امام کی ذمہ داری ہے کہ وہ ملکی حفاظت سالمیت کے لیے اقدامات کرے کہ تمام لوگ اطمینان سے اپنی زندگی کے کاروبار میں مصروف ہوں اور بغیر جان ومال کے خوف کے اور کاروبار اور معاشی سرگرمیوں کے لیے سفر کرسکیں"۔

چنانچہ ذرائع نقل وحمل اور ذرائع مواصلات منڈیوں کا قیام اور ان تک رسائی کو لوگوں کو سہولیات بہم پہنچانا حکومت کی ذمہ داریوں میں شامل ہے۔اور اگر افراد کوئی ترقیاتی اور پیداآور جدوجہد کریں تو اسلامی ریاست ان کی حوصلہ افزائی کرے اور ان کے ساتھ تعاون کرے۔نافع بن حارث نے بصرہ کے قریب شط العرب کے ایک میدان میں گھوڑے پالنے اور ان کی نسل کشی کا کام شروع کیا تھا انہوں نے ان گھوڑوں کے لیے چارے کی کاشت شروع کی وہ زمین چونکہ ریاست کی ملکیت تھی اس لیے انہوں نے حضرت عمر سے درخواست کی وہ زمین ان کو عطا کردی جائے آپ نے ان کی یہ درخواست منظور کرلی اور اس علاقے کے گورنر کو خط لکھا:

"بسم اللهِ الرَّحْمَنِ الرحيم من عَبْدِ اللهِ عُمَرَ أمير الْمُؤْمِنِين إِلَى المغيرة بْن شعبة، سلام عليك فإني أَحْمَدُ إليك الله الذي لا إله إلا هو، أما بعد فإن أَبَا عَبْدِ اللهِ ذكر أنه زرع بالبصرة في إمارة ابن غزوان وافتلى أولاد الخيل حين لم يفتلها أحد من أهل البصرة، وأنه نعم ما أرى فأعنه عَلَى زرعه وعلى خيله، فإني قَدْ أذنت له أن يزرع، وآته أرضه الَّتِي زرع إلا أن تكون أرضا عليها الجزية من أرض الأعاجم أو يصرف إليها ماء أرض عليها الجزية، ولا تعرض له الا بخير، والسلام عليك ورحمة الله" ۔[332]

---

[329] احمد بن حنبل، المسند، باب حدیث سعید بن حریث، 25 :166 حدیث نمبر 15842

[330] شعیب الارنوط کے مطابق یہ حدیث اپنے شواہد کے لحاظ سے حسن ہے مگر اس میں اسماعیل بن ابراہیم بن مہاجر کی سند ضعیف ہے جبکہ باقی رجال ثقات ہیں

[331] الماوردی علی بن محمد، الاحکام السلطانیہ، دارالحدیث قاہرہ، ج 1، ص 40

[332] بلاذری، فتوح البلدان، بیروت ۱۹۸۸، ص 342

:بسمہ اللہ الرحمن الرحیم۔ خدا کے بندے امیر المومنین کی طرف سے مغیرہ بن شعبہ کے نام، تم پر سلامتی ہو، میں تمھارے سامنے اللہ کی حمد بیان کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں اس کے بعد واضح ہو کہ ابو عبد اللہ نے بتایا ہے کہ اس نے ابن غزوان کے دور امارت میں بصرہ کے علاقے میں کاشت کی اور نسل کشی کے گھوڑے پالے جبکہ بصرہ کے کسی دوسرے شخص نے یہ کام نہیں کیا تھا۔ اس نے بہت اچھا کام سوچا۔ لہٰذا تم اس کی کاشت اور گھوڑے پالنے میں اس کی مدد کرو کیونکہ میں نے اس کو کاشت کرنے کی اجازت دے دی ہے اور اسے اس کی وہ زمین دے دو جس پر اس نے کاشت کی ہے الا یہ کہ وہ عجمی باشندوں کی زمین میں سے کوئی زمین ہو جس پر خراج عائد ہو یا اس کی سینچائی کے لیے کسی ایسی ہی زمین سے پانی لایا جاتا ہو۔ اس کے ساتھ بہتر سلوک کرنا۔ والسلام علیک ورحمۃ اللہ"۔

گویا یہ حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ لوگوں کے کاروبار میں تعاون کرے انھیں سہولیات بہم پہنچائے اور انھیں تحفظ فراہم کرے۔ حضرت عمر لوگوں کو ان سب اقدامات کے ساتھ سرمایہ کاری اور ترقیاتی کاموں کی ترغیب بھی دیتے تھے آپ لوگوں کو مشورہ دیتے تھے کہ جو مال فوری ضروریات سے فاضل ہو اسے نفع اور کاروبار میں لگائیں تاکہ وہ آئندہ مستقل آمدنی کا ذریعہ بنے:

"فَلَوْ أَنَّهُ إِذَا خَرَجَ عَطَاءُ أَحَدِ هَؤُلَاءِ ابْتَاعَ مِنْهُ غَنَمًا فَجَعَلَهَا بِسَوَادِهِمْ فَإِذَا خَرَجَ عَطَاؤُهُ ثَانِيَةً ابْتَاعَ الرَّأْسَ وَالرَّأْسَيْنِ فَجَعَلَهُ فِيهَا فَإِنْ بَقِيَ أَحَدٌ مِنْ وَلَدِهِ كَانَ لَهُمْ شَيْءٌ قَدِ اعْتَقَدُوهُ" ۔[333]

"کیا ہی اچھا ہو تا کہ اگر لوگ ایسا کرتے کہ جب کسی کو وظیفہ ملے تو ایک دو غلام خرید کر ان کو بھی کام پر لگا دیں اگر ان کی اولاد میں سے کوئی باقی رہا تو ان کے لیے یہ ایک طرح کا قابل اعتماد سہارا ہو گا"

گویا انسان کو چاہئے کہ سب کچھ خرچ نہ کر دے بلکہ کچھ بچا کر کاروبار کرے اور جب کاروبار وسیع ہو جائے تو اس پر ملازم رکھے تاکہ لوگوں کو روزگار بھی ملے اور اس کاروبار کرنے والے کا کاروبار مزید پھیلے یوں انفرادی سطح سے مجموعی اور ملکی روزگار اور معیشت میں بہتری اور ترقی ہو گی۔ لہٰذا ریاست کی اہم معاشی ذمہ داریوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ ریاست کو معاشی لحاظ سے ترقی یافتہ بنانے کے اقدامات کرے نیز اسے ایسے فیصلے ترجیحاتی بنیادوں پر کرنے چاہئیں کہ ملک معاشی طور پر ترقی سے ہمکنار ہو سکے اور یہ اسلامی معاشی منصوبہ بندی کے مقاصد میں سے ایک اہم مقصد ہے۔ کیونکہ جس طرح کفالت عامہ کی ذمہ داری حکومت پر فرض ہے اس طرح معاشی ترقی کے حصول کے لیے اقدامات کرنا بھی فرض ہے کیونکہ معاشی ترقی سے پورے معاشرے کا معاشی تحفظ، قیام وبقاء، استحکام اور جملہ دنیاوی مصالح وابستہ ہیں۔ کیونکہ ایک فقہی اصول ہے

"مالم یتم الواجب الا بہ فھو واجب[334]

"کہ جس چیز پر کسی واجب کا دارومدار ہو وہ بھی واجب ہوتی ہے"۔

---

[333] ایضاً

[334] الزرقا احمد بن الشیخ، شرح القواعد الفقہیہ، دمشق، 1989ء ج 1، ص 486

امن وامان اور دفاع

ملکی دفاعی صلاحیت کا حصول بھی ریاستی کی ذمہ داریوں میں سے ہے۔ حکومت کو چاہیے کہ وہ ریاست میں امن وامان قیام کو یقینی بنائے شہریوں کی زندگی کو اندرونی وبیرونی خطرات سے تحفظ فراہم کرے۔ اور شریعت اسلامی کے مقاصد میں انسانی جان ومال کا تحفظ بھی شامل ہے اس لیے کہ اگر انسانی جان محفوظ نہ ہو تو پھر شریعت اور اس کے احکامات بے بنیاد ہیں کیونکہ اگر جان یعنی زندگی نہیں تو شریعت پر عمل کون کرے گا۔ اور پھر مال جس پر انسان کی دنیاوی زندگی کا انحصار ہے نہ ہو تو انسانی زندگی کا گزرنا مشکل بلکہ ناممکن ہو جاتا ہے۔

"أَمْوَالَكُمُ الَّتِي جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ قِيَامًا ۔[335]

"مال جسے خدا نے تمھارے لیے سبب معیشت بنایا ہے"۔

لہٰذا شریعت پر عمل کرنے کے لیے زندگی کا ہونا ضروری ہے اور زندگی کے قیام وبقا کے لیے مال ودولت کا ہونا ضروری ہے کیونکہ مال سے زندگی کا تحفظ ممکن ہے۔ اس لیے حکم ہے

"فَقَدِّمْ مَالَکَ دُونَ نَفْسِکَ"۔[336]

"اپنے مال سے زندگی کا دفاع کرو"

اور جان ومال کے تحفظ کے لیے دفاعی نظام کا ہونا ضروری ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "

وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ ۔[337]

"اور جہاں تک ہو سکے (فوج کی جمعیت کے) زور سے اور گھوڑوں کے تیار رکھنے سے ان کے (مقابلے کے لیے) مستعد رہو"۔

لہٰذا اندرونی اور بیرونی دشمنوں سے دفاع کے لیے ضروری ہے کہ ہمہ وقت دفاعی قوت کے لحاظ سے تیار رہنا چاہئے۔ اور یہ ریاست کی ذمہ داری ہے کہ شہریوں کے جان ومال کے تحفظ کو یقینی بنائے۔ امام ماوردی[338] نے حاکم اور خلیفہ کے فرائض میں لکھا ہے کہ:

تَحْصِينُ الثُّغُورِ بِالْعُدَّةِ الْمَانِعَةِ وَالْقُوَّةِ الدَّافِعَةِ حَتَّى لَا تَظْفَرَ الْأَعْدَاءُ بِغِرَّةٍ يَنْتَهِكُونَ فِيهَا مُحَرَّمًا, أَوْ يَسْفِكُونَ فِيهَا لِمُسْلِمٍ أَوْ مُعَاهِدٍ دَمًا ۔[339]

"یعنی امام کے لیے لازم ہے کہ وہ سرحدوں کی پوری طرح حفاظت کرے کہ دشمن کو اس میں اچانک دراندازی کا موقع نہ رہے تاکہ مسلمانوں اور ذمیوں کی جانیں محفوظ رہیں "۔

کیونکہ مضبوط دفاعی نظام میں حالات سازگار ہوتے ہیں، معیشت ترقی کرتی ہے اور روزگار کے وسیع مواقع پیدا ہوتے ہیں نتیجتاً عوام خوشحال ہوتی ہے نیز اس معاشی ترقی سے لوگ اپنے دین اور مذہبی اقدار کو مضبوط کرتے ہیں اس لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

---

[335] القرآن: النسا5:4

[336] ابوبکر بن ابی عاصم احمد بن عمرو بن بن الضحاک بن مخلد الشیبانی، الاحاد والمثانی، (دار الرایۃ، الریاض 1991) ج4، ص294 حدیث نمبر 2315

[337] القرآن: الانفال ۸:۶۰

[338] ابوالحسن علی بن محمد دبستان شافعی کے عظیم مجتہد، مفسر اور عالم سیاسیات 364ھ میں بصرہ میں پیدا ہوئے اور 450ھ میں بغداد میں وفات پائی۔

[339] الماوردی، الاحکام السلطانیہ: ص40

"اجْعَلْ مَالَکَ جُنَّةً دُونَ دِینَکَ ۔[340]

"کہ اپنے مال کو اپنے دین کے لیے ڈھال بناؤ"۔

گویا دفاعی نظام، مستحکم معیشت اور مذہبی اقدار باہم مربوط ہیں اور ایک دوسرے کے لیے جزو لازم ہیں۔لہذا مضبوط ملکی دفاع اور امن و امان کا قیام بھی اسلامی معاشی منصوبہ بندی کا ایک مقصد ہے۔دین اسلام نے حصول علم اور اشاعت علم پر جس قدر زور و اہمیت دی ہے وہ دنیا کے کسی اور مذہب میں نہیں ملتی۔اسلام نے حصول علم کو ایک مذہبی فریضہ قرار دیا ہے۔جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے

" طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ ۔[341]

"کہ علم کی طلب ہر مسلمان پر فرض ہے"۔

اسلام کے سوا دنیا کا کوئی مذہب اور تمدن ایسا نہیں جس نے تمام انسانوں کے لیے تعلیم کو ایک بنیادی ضرورت قرار دیا ہو۔تاریخ انسانیت میں یہ انفرادیت صرف اسلام ہی کو حاصل ہے کہ وہ سراپا علم بن کر آیا ہے اور دینا میں ایک تعلیمی انقلاب برپا کر دیا شریعت محمدی ﷺ کا آغاز جس وحی سے ہوا وہ علم ہی سے متعلق ہے۔

اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ۔[342]

"(اے محمد) اپنے پروردگار کا نام لے کر پڑھو جس نے (عالم کو) پیدا کیا۔جس نے انسان کو خون کی پھٹکی سے بنایا۔پڑھو اور تمھارا رب بڑا کریم ہے جس نے قلم کے ذریعے علم سکھایا اور انسان کو وہ باتیں سکھائیں جس کا اس کو علم نہ تھا"

گویا رسالت محمدی کی پہلی وحی نہ صرف علم کی ضرورت و اہمیت کو واضح کرتی ہے بلکہ علم کی بنیادی مہارتیں پڑھنے اور لکھنے سے متعلق واضح اشارات موجود ہیں۔تعلیم ہی کی وجہ سے فرد کو زندگی کے اعلیٰ مقاصد کا ادراک ہوتا ہے۔اور زندگی کی سب سے بڑی کامیابی یعنی خدا کی رضا حاصل ہوتی ہے کیونکہ

" اِنَّمَا یَخْشَی اللہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمَاءُ" [343]

"خدا سے اس کے بندوں میں سے وہی ڈرتے ہیں جو صاحب علم ہیں"

علم کی اہمیت واضح کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے استفسار کا انداز اختیار کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے۔

" قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ۔[344]

" کہو بھلا جو علم رکھتے ہیں اور جو نہیں رکھتے دونوں برابر ہو سکتے ہیں "

---

[340] ابو بکر بن ابی شیبہ عبد اللہ بن محمد الکتاب المصنف فی الاحادیث والآثار، کتاب البیوع والاقضیہ، باب الرجل یصانع عن نفسہ، 4: 447 حدیث نمبر 21992

[341] ابن ماجہ، السنن ،کتاب التجارات، باب فضل العلماء والحث 4: 81 حدیث نمبر 224

[342] القرآن: العلق 96: ۵-۱

[343] القرآن: الفاطر ۳۵:۲۸

[344] القرآن: الزمر ۳۹:۹

چنانچہ ارشاد ہے

"يَرْفَعِ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ"[345]

" کہ اللہ تعالیٰ تم میں سے ان کے درجات بلند کرتا ہے جو ایمان رکھتے ہیں اور جنھیں علم دیا گیا ہے "

ہجرت مدینہ کے بعد آپؐ نے مسلمانوں کی تعلیمی ضرورت کے پیش نظر صفہ نامی اقامتی درس گاہ مسجد نبوی سے ملحقہ بنائی۔[346] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تعلیم بھی مذہبی فرائض کی طرح ایک فرض ہے کیونکہ تعلیم نہ صرف فرد کو قومی اقدار وروایات سے آگاہ کر کے معاشرے کا مفید رکن بناتی ہے بلکہ اسے مختلف پیشوں کی تربیت دے کر روز گار کے قابل بناتی ہے اس طرح تعلیم مرد کی معاشی ضروریات کی تکمیل میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ کیونکہ تعلیم کا ایک کا مقصد ملک کو افرادی قوت فراہم کرنا بھی ہے۔ تعلیم یافتہ لوگ ملک کی معاشی ترقی میں اہم کردار ادا کرتے ہیں اس لیے جن ممالک کی شرح خواندگی بلند ہے وہ آج ترقی یافتہ کہلاتے ہیں اور کم خواندگی والے ممالک معاشی لحاظ سے بھی پسماندہ ہیں۔ اس لیے دور حاضر میں تعلیم کی اہمیت کے پیش نظر اسے معاشی سرمایہ کاری کا درجہ بھی حاصل ہے۔

“A man’s ability to compete successfully in the world and to improve his living standered depends upon economic productivity which is largely related with education. The value of education like the value of all forms of investment than financial, education is vital segment of the full life. In analyzing the economic value of education, it is useful to see education as industry’’.[347]

"انسان کی دنیا میں کامیابی اور بہتر معیار زندگی بہتر معاشی پیداواری صلاحیت پر منحصر ہے اور یہ صلاحیت اس کی تعلیمی استعداد اور قابلیت سے پروان چڑھتی ہے ہے۔ تعلیم کی اہمیت ایسے ہی ہے جیسے ہمہ قسمی سرمایاکاری کی ہے۔ تعلیمی سرمایاکاری اور معاشی تعلیم مکمل زندگی کا ایک لازمی اور اہم جزو ہے تعلیم کی معاشی اہمیت کے تجزیے کے لیے مفید ہو گا کہ تعلیم کو ایک صنعت کے طور پر دیکھا جائے"۔

آج کا دور سائنس اور ٹیکنالوجی کا دور ہے ہر شعبہ زندگی کا انحصار علم اور سائنس پر ہے ٹیکنالوجی نہ صرف ملکی دفاع کے لیے ایک موثر ہتھیار ہے بلکہ معاشی ترقی کے لیے ایک لازمی ذریعہ اور معاشی وسائل میں سے ایک لازمی اور بنیادی وسیلہ اور source ہے۔ آج سائنس و ٹیکنالوجی کے بغیر نہ تو دفاع ممکن ہے اور نہ معاشی ترقی کا حصول ممکن ہے۔ آج مسلمانوں کو اپنی بقا، قدر ومنزلت اپنے مذہب کی ترویج تبلیغ اور اشاعت اور اپنے کھوئے ہوئے مقام عروج کے حصول کے لیے جس جہاد کی ضرورت ہے وہ صرف سائنس اور ٹیکنالوجی کا علم ہے۔ مسلمہ امہ کی پسماندگی کو دور کرنے کے لیے ضروری ہے کہ سائنس ٹیکنالوجی کے لیے ایک معاشی منصوبہ بندی اختیار کی جائے خصوصی بجٹ مختص کیا جائے تحقیق کے ادارے قائم کئے جائیں معیار تعلیم کو عالمی معیار کے مطابق بنایا جائے۔ مسلمہ امہ نے پہلے بھی عروج علم کی بنیاد پر حاصل کیا تھا۔ اور آج بھی مسلم امہ پستی، ذلت سے رہائی حاصل کر کے بام عروج کو پہنچ سکتی ہے بشرطیکہ وہ اپنے معیار تعلیم بہتر کرے، جدید علوم سے اپنے افراد کو

[345] المجادلہ 11:58

[346] شبلی، نعمانی، سیرت النبی، ادارہ اسلامیات، لاہور 2002ء، ج1، ص194

[347] Joel E Davits and smuel Ball, *Psychology of education Process* (New York, Mc Graw Hill Company 1970

مسلح وآراستہ کرے جس کے لیے ایک خاص قسم کی منصوبہ بندی کی ضرورت ہے خصوصی بجٹ کی ضرورت ہے۔ریاست تعلیم کو عوام کی بنیادی ضرورت سمجھے اور اسے اولین ترجیحات میں شامل کرے۔

تقسیم دولت کے تفاوت کو کم کرنا: انسانوں کی استعداد کار، ذہنی صلاحیتوں، جسمانی قوتوں اور توانائیوں میں ان کے مزاج وطبائع میں فرق ہوتا ہے اسی لیے لوگوں کی آمدنیوں منافع جات اجرتوں میں بھی فرق ہوتا ہے کیونکہ یہ خالق کائنات کی مرضی ومنشا ہے۔

نَحۡنُ قَسَمۡنَا بَيۡنَهُمۡ مَعِيشَتَهُمۡ فِي الۡحَيَاةِ الدُّنۡيَا وَرَفَعۡنَا بَعۡضَهُمۡ فَوۡقَ بَعۡضٍ دَرَجَاتٍ لِيَتَّخِذَ بَعۡضُهُمۡ بَعۡضًا سُخۡرِيًّا ۔[348]

"ہم نے ان میں ان کی معیشت کو دنیا کی زندگی میں تقسیم کر دیا اور ایک دوسرے پر درجے بلند کیے تاکہ ایک دوسرے سے خدمت لے " لہٰذا وسائل رزق ومعیشت کا سب کے لیے یکساں ہونا ممکن نہیں البتہ یہ ضروری ہے کہ اگرچہ وسائل سب کے لیے مساوی نہ ہوں مگر یہ وسائل سب کے لیے ہوں یعنی اسلام یہ چاہتا ہے کہ یہ تفاوت درجات اس قدر نہ ہو کہ انسانیت دو طبقوں میں اس طرح تقسیم ہو جائے کہ ایک ظالم اور دوسرا مظلوم ہو ایک کی ترقی دوسرے کے لیے فقر وافلاس بن جائے اسلامی نظام معیشت ایسے مصنوعی تفاوت کو ختم کرتا ہے۔اس لیے اللہ تعالیٰ کا حکم ہے:۔

"كَيۡ لَا يَكُونَ دُولَةً بَيۡنَ الۡأَغۡنِيَاءِ مِنۡكُمۡ"[349]

"تاکہ جو دولتمند ہیں انہی کے ہاتھوں میں نہ پھرتا رہے"۔

یعنی وسائل معیشت پر صرف مالداروں کا ہی قبضہ نہ رہے ان تک رسائی سب کو حاصل ہو کوئی بھی فرد وسائل تک رسائی کے ذرائع سے محروم نہ رہے۔اس لیے کہ اسلام درجات معیشت کی بجائے حق معیشت میں مساوات کا قائل ہے۔کہ سب کو وسائل رزق ومعیشت تک رسائی کے مواقع یکساں اور مساوی طور پر میسر ہوں ہر کوئی اپنی صلاحیت واستعداد سے ان سے استفادہ کرنے کا حق رکھتا ہے۔اس لیے اسلامی ریاست کے لئے لازم ہے وہ دولت اور وسائل معیشت کی عادلانہ تقسیم کے لیے اقدامات کرے اور ایسے اسباب عوامل جو بے جا اور مصنوعی تفاوت کا سبب بنتے ہیں ان کو ختم کرے۔جس کا بہترین حل یہ ہے کہ دولت کو گردش میں رہنا چاہیے۔کہیں یہ اس کا ارتکاز نہ ہو۔اس مقصد کے لیے زکوٰۃ عشر، صدقات بہترین اور موثر ذرائع ہیں۔کہ دولت کا بہاؤ امرا سے فقرا کے طرف ہو جائے گا اور یوں ان کے درمیان تفاوت کی مصنوعی خلیج کم پڑ جائے گی۔اس لیے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ

وَفِي أَمۡوَالِهِمۡ حَقٌّ لِلسَّائِلِ وَالۡمَحۡرُومِ[350]

"اور ان کے مالوں میں مانگنے والوں اور نہ مانگنے والوں دونوں کا حق ہوتا ہے"

اور اگر یہ صدقات خیرات عشر وزکوٰۃ بھی اس معاشی تفاوت کو کم کرنے میں ناکافی ہوں تو حکومت کو حق حاصل ہے کہ وہ امرا اور مالداروں پر مزید محاصل عائد کرکے اس تفاوت کو کم کرے اور دولت کی تقسیم کو عادلانہ اور منصفانہ بنائے اس لیے نبی ﷺ نے فرمایا:

---

[348]القرآن:الزخرف 32:43

[349]القرآن:الحشر 7:59

[350]القران:الذاریات:19:51

"إن في المال حقا سوى الزكاة"۔[351]

"ان کے مالوں میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی حق ہے"۔

قرآن وسنت اور خلفائے راشدین کے نظائر سے واضح ہوتا ہے کہ اسلامی حکومت کی معاشی منصوبہ بندی کا ایک اہم مقصد یہ بھی ہے کہ معاشرے میں تقسیمِ دولت اور وسائل معیشت میں جو فرق اور تفاوت ہے وہ کم سے کم اور عادلانہ اور مضفانہ ہو کسی طبقہ انسانی کا استحصال نہ ہو۔ حضرت ابو بکر صدیق نے عطایا کی جو پالیسی اختیار کی اس میں سب لوگوں کو برابر کر دیا ان میں سے ایمان تقویٰ حسب ونسب کا کوئی فرق روانہ رکھا جب اس پر اعتراض ہوا تو آپ نے فرمایا

"وهذا معاش فالاسوة فيه خير من الاشره"[352]

"کہ یہ معاش کا معاملہ ہے اس میں ترجیح وامتیاز کی بجائے مساوات ہی بہتر ہے"

غرض دولت ووسائل وعطایا کی تقسیم میں آپ مساوات کی پالیسی پر عمل پیرا رہے اور جب کبھی اعتراض ہوتا تو فرماتے

"فضائلهم عند الله فاما هذا المعاش فالستوية فيه خير"[353]

"کہ ان کے فضائل اللہ کے ہاں ہیں یہ معاش کا معاملہ ہے اس میں مساوات اور برابری بہتر ہے"

اسی طرح حضرت عمر کے دور خلافت میں عراق وشام کے علاقے فتح ہوئے تو حضرت عمر نے ان علاقوں کی زمینوں کو مجاہدین میں بطور جاگیر تقسیم نہیں کیا اگرچہ اس معاملہ میں بڑے بڑے صحابہ کی مخالفت نے بہت زور پکڑا مگر حضرت عمر کے دلائل اور فہم وفراست کے سامنے یہ مخالفت دم توڑ گئی آپ نے ان زمینوں کو سارے مسلمانوں کی ملکیت قرار دینے کا فیصلہ کیا آپ نے فرمایا

. قدرائيت ان اجس الارصنيت بعلوبها واضع عليهم فيها الخراج وفي رقابهم الجزية لو دونها فتكون فاللمسلمين۔[354]

"کہ میری رائے یہ ہے زمینوں کو مع کاشتکاروں کے سرکاری ملکیت قرار دوں اور اس کے کاشتکاروں پر خراج عائد کر دوں اور ان پر فی کس جزیہ مقرر کر دوں جسے وہ ادا کرتے رہیں اس طرح یہ خراج مسلمانوں کے لیے ایک مستقل فے کا کام دے گا جس کی آمدنی میں مسلمانوں کی اولاد اور آنے والی نسلیں حصہ دار ہوں گی"۔

جب یہ رائے لوگوں نے سنی تو یک زباں ہو کر اس کی تائید کی۔" قالو جميعا الراى رايک فنعم ماقلت ومارائت۔[355]"کہ آپ ہی کی رائے درست ہے آپ نے جو فرمایا خوب فرمایا اور جو رائے قائم کی وہ بہت موزوں ہے "۔ اس سے ایک تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آپ اپنی معاشی پالیسی میں نہ صرف موجودہ دور کے لوگوں کا خیال رکھا بلکہ آئندہ آنے والی نسلوں کے بہتر مستقبل کو بھی مد نظر رکھا دوسرا یہ کہ آپ کے اس اقدام سے وسائل معیشت (زمین) چند لوگوں میں مرتکز ہونے کی بجائے سب لوگوں کے لیے ملکیت قرار دیئے گئے اور اس کے فوائد وثمرات سے نہ

---

[351] الترمذی، محمد بن عیسیٰ، سنن الترمذی، کتاب الزکاۃ باب ان فی المال حقا سوی الزکاۃ (شرکۃ مکتبۃ ومطبعۃ مصطفی البابی الحلبی – مصر 1975) 3:39 حدیث 660

[352] ابی عبید قاسم بن سلام، کتاب الاموال دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۹۸۶، ص 277

[353] ابو یوسف کتاب الخراج المکتبہ الازھریہ للتراث، ص 36

[354] ایضاً

[355] ایضاً

صرف موجودہ لوگ مستفید ہوئے بلکہ آئندہ زمانے میں آنے والے لوگ بھی مستفید ہوئے۔لہذا حکومت پر لازم ہے کہ وہ امیر غریب مالدار اور نادار کے درمیان وسیع خلیج اور تفاوت کو کم سے کم کرنے کے لیے اموال فاضلہ میں سے لے کر غربا اور مفلس اور ناداروں کو عطا کرے۔ان کے لیے ایسے اقدامات کرے جس سے یہ دونوں طبقات ایک دوسرے کے قریب تر ہو جائیں۔جیسا کہ عمر کا ارادہ تھا۔عن ابی وائل قال قال عمر بن الخطاب ﷺ لو استقبلت من امری مااستدبرت لا خذت فضول اموال الاغنیا فقسمتھا علی فقراء لمھاجرین[356]" ابو وائل سے مروی ہے کہ عمر بن الخطابؓ نے فرمایا کہ جو امور میں پہلے طے کر چکا اگر انہیں مجھے آئندہ بھی طے کرنے کا موقع ملتا تو میں مالداروں سے ان کے فاضل دولت لے کر اسے فقرائے مہاجرین میں تقسیم کر دیتا"۔پس ثابت ہوا کہ معاشی واقتصادی تفاوت کو کم از کم رکھنا اور دولت اور وسائل معیشتت کی عادلانہ تقسیم حکومت کی معاشی منصوبہ بندی اور پالیسی کا ایک اہم مقصد ہے۔

روزگار کی فراہمی

بے روزگاری کا مسئلہ بھی ایک عالمگیر مسئلہ ہے دنیا کا ہر ملک اس سے متاثر ہے۔اس کی وجہ سے قومیں پست ہمت وپست ذہن ہو جاتی ہیں۔غربت اور بے روزگاری کی وجہ سے قومیں غیر اقوام کی غلام بن جاتی ہیں ان میں سے جذبہ حریت ختم ہو جاتا ہے اسلام اسے نہ صرف شرف انسانی کے منافی قرار دیتا ہے بلکہ اسے کفر میں داخل ہونے کا سبب قرار دیا ہے۔

کاد الفقر ان یکون کفراً۔[357]

"کہ بے روزگاری افلاس اور غربت کفر کی شکل اختیار کر لیتی ہے"۔

اس لیے رسول اللہ نے ہجرت مدینہ کے فوراً بعد جو اقدامات کیے ان میں ایک مفلسی اور مفلوک الحالی کے انسداد کے لیے اقدام بھی اٹھایا۔اور نہایت خوش اسلوبی سے بے روزگاری کے مسائل کا حل نکالا کہ انصار ومہاجرین میں رشتہ مواخات قائم کر دیا فرمایا۔

"تاخوا فی اللہ اخوین اخوین۔[358]

"کہ اللہ کی رضا کی خاطر آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ "۔

اس طرح آپ نے اپنی حکمت اور معاشی بصیرت سے معاشی بحالی اور کفالت کا انتظام کر دیا جس کی مثال پیش کرنے سے دنیا آج بھی قاصر ہے۔جہاں رسول اللہ نے مفلسی اور غربت کے خاتمے کے لیے روزگار کی فراہمی کے طریقے بتائے وہاں آپؐ نے لوگوں کو کام اور مختلف پیشے اختیار کرنے کی ترغیب بھی دی ہے۔

ایک مرتبہ جب ایک شخص آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور صدقہ کے لیے سوال کیا تو آپؐ نے اسے صدقہ دینے کی بجائے اس کی چادر اور پیالہ منگوا کر دو درھم میں نیلام کر دیا اور اس رقم سے اسے کلہاڑی خریدنے کا حکم دیا جب وہ کلہاڑا خرید لایا تو آپؐ نے اس کے کلہاڑے میں دستہ لگایا اور اسے حکم دیا کہ جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر فروخت کرے اور اسے حکم دیا کہ پندرہ دن بعد حاضر ہو جب وہ پندرہ دن بعد حاضر ہوا تو اس کے پاس دس درھم تھے اس پر آپؐ نے فرمایا

---

[356] الطبری محمد بن جریر، التاریخ، الرسل والملوک، دارالتراث، بیروت، ج1، ص217

[357] سلمان بن احمد، الدعا الطبرانی، باب الدعا للفقر والسقم، دارالکتب العلمیہ بیروت ص319

[358] ابن ہشام، سیرۃ النبویہ، مطبعہ مصطفی البابی الحلبی ج1، ص505

" هَذَا خَيْرٌ لَکَ مِنْ أَنْ تَجِيءَ الْمَسْأَلَةُ نُكْتَةً فِي وَجْهِكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۔[359]

"کہ یہ کام تیرے لیے بہتر ہے اس سے کہ بھیک مانگو اور روز قیامت تو اپنے چہرے پر داغ لے کر حاضر ہو"[360]

اس طرح اس شخص کو آپ نے صدقہ خیرات پر گزر بسر کرنے کی بجائے محنت کرنے کی ترغیب دی۔ اس لیے آپ ﷺ نے فرمایا:

لَأَنْ يَأْخُذَ أَحَدُكُمْ حَبْلَهُ، فَيَأْتِيَ بِحُزْمَةِ الحَطَبِ عَلَى ظَهْرِهِ، فَيَبِيعَهَا، فَيَكُفَّ اللَّهُ بِهَا وَجْهَهُ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَسْأَلَ النَّاسَ أَعْطَوْهُ أَوْ مَنَعُوهُ ۔[361]

"کہ تم میں سے کسی شخص کا رسی لے کر جانا اور پھر لکڑیوں کا گٹھا پیٹھ پر لاد کر بیچنا اور اس طرح اپنے چہرے کو (یعنی عزت نفس) بچانا اس سے بہتر ہے کہ وہ لوگوں سے سوال کرے اور چاہے تو وہ اسے کچھ دے دیں اور چاہے تو خالی ہاتھ لوٹا دیں"۔

لہذا اسلامی حکومت کا فرض ہے کہ وہ ایسی معاشی پالیسی اختیار کرے اور ایسی منصوبہ بندی کرے کہ ایک طرف وہ اپنے تعلیمی و تربیتی منصوبوں سے لوگوں میں محنت اور کام کی عظمت کا احساس پیدا کرے تا کہ ہنر مند اور فنی تربیت یافتہ افرادی قوت میسر ہو سکے دوسری طرف معاشی منصوبہ بندی اور پالیسیوں سے کامل روزگار کے معیار کو حاصل کرے۔ انسانی وسائل سے بھرپور استفادہ کرے ملک کا کوئی فرد جو کسی کام اور فن کی صلاحیت اور اہلیت رکھتا ہو بے کار نہ رہے۔ اور روزگار کے زیادہ سے زیادہ مواقع پیدا کرے کیونکہ روزگار کی فراہمی بھی اسلامی معاشی منصوبہ بندی کا ایک مقصد ہے۔

وسائل کا بہتر اور بھرپور استعمال

کسی بھی ملک کی خوشحالی اور معاشی ترقی کا انحصار اس کے معاشی وسائل پر بھی ہوتا ہے۔ ان وسائل میں قدرتی وسائل جیسے معدنیات جنگل، دریا، پہاڑ اور انسانی وسائل جس میں محنت اور انسانی صلاحیت قابلیت اہلیت اور ہنر مندی شامل ہیں۔ جس سے زراعت، صنعت اور تجارت فروغ پاتے ہیں۔ جو کہ کسی بھی معیشت کی بنیادی ستون ہیں۔

جیسا کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی لکھتے ہیں:

"و اصول المکاحسب الذرع دالدعی و التقاط الاموال المباحۃ من البر و البحر من المعدن و النبات و الحیون و الصناعات من تجارۃ و حداد و حیاکۃ و غیرھا مماھو جعل الجواھر الطبیعہ بحیث بتاتی منھا الارتفاق المطلوب"۔[362]

"زراعت جانوروں کی پرورش، معدنیات، نباتات اور حیوانات کا خشکی اور تری سے حاصل کیا جانا، نجاری، لوہاری پارجہ بافی وغیرہ کی صنعتیں یہ اور اس قسم کی وہ تمام چیزیں جن کے طبعی جوہر سے انتفاع مطلوب حاصل ہو سکے اصول معاشیات کہلاتی ہیں"۔

جس طرح ذاتی وسائل کو پیدا آور کاروبار میں لگانے سے ذاتی ملکیت اور سرمایہ میں اضافہ ہوتا ہے اس طرح قومی وسائل کو پیدا آور کاموں میں لگانے سے قومی دولت اور وسائل میں بھی اضافہ ہوتا ہے اور ملک میں خوشحالی اور معاشی ترقی ہوتی ہے، جو کہ ایک اسلامی ریاست کا مقصود ہے خود رسول اللہ ﷺ صحابہ کو عملی تعلیم دیتے تھے کہ عطیات قدرت سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کیا جائے چنانچہ روایت ہے۔

---

[359] ابوداؤد، سلیمان بن اشعث، السنن کتاب الزکاۃ باب ما تجوز فیہ المسالہ (مکتبۃ العصریۃ صیدا، بیروت) 120:2 حدیث نمبر 1641

[360] الضیاء المقدسی نے اس حدیث کو المختارہ میں صحیح قرار دیا ہے

[361] البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الزکاۃ، باب الاستعفاف عن المسالۃ ۲ : ۱۲۳ حدیث نمبر ۱۴۷۱

[362] ولی اللہ، شاہ احمد بن عبد الرحیم، حجۃ اللہ البالغہ، باب فن المعاملات،، بیروت، 2005، ج 1، ص 91

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: تُصُدِّقَ عَلَى مَوْلَاةٍ لِمَيْمُونَةَ بِشَاةٍ فَمَاتَتْ فَمَرَّ بِهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: هَلَّا أَخَذْتُمْ إِهَابَهَا فَدَبَغْتُمُوهُ فَانْتَفَعْتُمْ بِهِ؟ فَقَالُوا: إِنَّهَا مَيْتَةٌ فَقَالَ: «إِنَّمَا حَرُمَ أَكْلُهَا» ۔[363]

"کہ رسول اللہ نے ایک مردہ بکری دیکھی تو جو حضرت میمونہ کی کسی لونڈی کو صدقہ میں دی گئی تھی نبی اکرمؐ نے فرمایا کہ تم اس کی کھال سے فائدہ کیوں نہیں اٹھاتے لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ وہ تو مردہ ہے آپؐ نے فرمایا کہ حرام تو اس کا کھانا ہے" یعنی اگر حلال جانور ذبح نہ کیا جاسکا ہو اور کسی وجہ سے مر جائے تو اس حلال مردہ جانور کا صرف گوشت کھانا حرام ہے مگر اس کے چمڑے، بالوں وغیرہ سے استفادہ کیا جاسکتا ہے ان سے استفادہ کرنا، انھیں استعمال میں لانا حرام نہیں بلکہ نبی ﷺ نے انھیں ضائع کرنے سے منع کیا ہے اور استعمال میں لانے کا حکم دیا ہے۔ اس طرح وسائل اور ذرائع سے جس طرح فرد کے لیے استفادہ کرنا ضروری اسی طرح ریاست پر لازم ہے کہ وہ بھی وسائل سے بھرپور استفادہ کرے اور ان کو ضائع ہونے سے بچانے کے اقدامات بھی کرے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے"

وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمُ الَّتِي جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ قِيَامًا۔[364]

"اور بے عقلوں کو ان کا مال جسے خدا نے تم لوگوں کے لیے سبب معیشت بنایا ہے مت دو"

اس لیے روایت ہے کہ

"نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ إِضَاعَةِ المَالِ ۔[365]

"کہ نبی ﷺ نے مال ضائع کرنے سے منع فرمایا ہے"

کیونکہ نااہل بے سمجھ لوگ مال اور وسائل معیشت کو غلط استعمال کرکے برباد اور ضائع کردیں گے شریعت محمدی کے فقہانے جو مقاصد شریعت بتائے ہیں ان میں سے ایک مقصد تحفظ مال ہے گویا وسائل معیشت کا تحفظ اسلامی شریعت کا ایک اہم مقصد ہے اور اس کے تحفظ میں اپنی جان دینا شہادت کے درجے پر فائز ہونے کے مترادف ہے اس لیے رسول اللہ نے فرمایا کہ "من قتل دون ماله فهو شهيد"[366]

" کہ جو اپنے مال کے تحفظ میں مارا گیا وہ شہید ہے"۔

اس طرح وسائل کا مناسب استعمال بھی ضروری ہے اگر مال کسی نااہل کے قبضہ میں ہے تو حکومت پر لازم ہے کہ وہ مال اس سے لے کر مناسب استعمال میں لائے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت بلال بن حارث المزنی (یہ وہ بلال نہیں ہیں جو موذن رسول ہیں) کو رسول اللہ نے پورا عقیق کا علاقہ انہیں جاگیر میں دیا تھا مگر جب عمر نے دیکھا کہ بلال اس رقبہ کا مناسب استعمال کرنے کی اہلیت نہیں رکھتے ہیں تو ان سے کہا کہ بلال دیکھو کہ رسول اللہ نے تمہیں یہ علاقہ اس لیے نہیں دیا تھا کہ تم اسے لوگوں سے روک کر بیٹھ جاؤ آپ نے یہ علاقہ تمھیں اس لیے دیا تھا کہ تم اسے آباد کرو لہذا اب تم جتنا اسے آباد کرسکتے ہو رکھ لو باقی واپس کردو پھر حضرت عمر نے ان کے زیر استعمال رقبہ چھوڑ کر باقی زمین مسلمانوں میں تقسیم کردی:

---

[363] مسلم امام، الصحیح، کتاب الحیض، باب طہارۃ جلود المیتۃ، 1:276 حدیث نمبر 100

[364] القرآن: النساء۴:۵

[365] البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الزکاۃ، باب ما ینھی عن اضاعۃ المال، 2:112

[366] البخاری، الصحیح، کتاب المظالم والغضب، باب من قتل دون مالہ، 3:136 حدیث نمبر 2480

ان رسول اللہ اقطعة العقیق اجمع تال فلما کان زمان عمر قال البلال: ان رسول اللہ لم یقطعک لتحجرہ عن الناس انما اقطعک لتجعمل فخذ منہا ماقدرت علی عمارتہ ورد الباقی۔[367]

"رسول اللہ ﷺ نے تمھیں یہ جاگیر اس لیے نہیں دی تھی کہ تم اسے لوگوں سے روک کر رکھ لو بلکہ اس لیے دی تھی کہ تم اس میں کام کرو لہٰذا اب اس قدر اپنے پاس رکھ لو جس میں کام کرنے کی تم میں سکت ہو اور باقی واپس کر دو"

اسی طرح حضرت عمر لوگوں کو مال اور وسائل میں اضافہ کرنے کے لیے سرمایہ کاری اور کاروبار کا مشورہ دیتے تھے:

" فلو انہ اذا اخرج عطاء احد ھو لاءِ ابتاع منہ غنما فجعلھا بسوادھم فاذا اخرج عتادہ ثانیة ابتاع الداس و الداسین فجعلہ فیھا فان بقی احدمن ولدہ کان لھم شئی قداعتقدوہ۔[368]

"کہ کیا ہی اچھا ہو تا اگر لوگ ایسا کرتے کہ جب کسی کو وظیفہ ملے تو اس سے کچھ بھیڑ بکریاں خرید کر اپنے علاقہ میں چھوڑ دے پھر جب دوسرے سال کا وظیفہ ملے تو ایک یا دو ملازم خرید کر ان کو کام پر لگا دے اگر ان کی اولاد میں سے کوئی باقی رہا تو اس طرح اس کے لیے ایک قابل اعتماد سہارا مل جائے گا"

کیونکہ سرمایہ کی بقا اور تحفظ اسی طرح ممکن ہے کہ اس سے مزید کاروبار میں لگایا جائے ورنہ صرف ہوتے ہوتے یہ وسائل اور ذرائع ختم اور ناکارہ ہو جاتے ہیں۔لہٰذا اسلامی معاشی منصوبہ بندی کا ایک مقصد وسائل کا بہتر اور مناسب استعمال اور تحفظ بھی ہے۔اس طرح یہ اسلامی حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ وسائل معیشت کے تحفظ کے لیے بہتر، مناسب اور بھرپور پیدا آوری استعمال کے لیے اقدامات کرے اور پالیسیاں اور منصوبہ بندی اختیار کرے۔

اس ضمن میں علامہ سیوہاروی لکھتے ہیں

" معاشی نظام کے بہتر اور صالح ہونے کے لیے ضروری ہے کہ اس میں وسائل معیشت کو نہ تو فاسد اور خراب ہونے دیا جائے کہ ان کے فساد وضیاع سے معاشی نظام کی جڑیں کھوکھلی ہوتی ہیں اور نہ ان کی ترقی و وسعت کا وہ پیمانہ اختیار کیا جائے کہ جس سے عام رفاہیت اور خوشحالی کی بجائے ایک خاص طبقہ کی مجرمانہ ترقی کو مدد ملے کہ اس سے نہ صرف معاشی نظام میں ابتری پیدا ہوتی ہے بلکہ تمدن واخلاق، معیشت و معاشرت اور روحانیت تمام تر شعبہ ہائے زندگی کے فساد کا سبب بن جاتی ہے"۔[369]

درج بالا تحقیقی دلائل سے واضح ہوتا ہے کہ:۔

پہلی بات تو یہ ہے منصوبہ بندی، منصوبہ سازی اور معاشی منصوبہ بندی کا تصور اسلام کی دین ہے کیونکہ اس کا اولین ماخذ اور منبع اسلام ہے نہ کہ اشتراکیت اور سرمایہ دارانہ نظام ہائے معیشت کیونکہ سرمایہ دارانہ نظام معیشت اور نظام اشتراکیت اٹھارویں صدی عیسوی میں پیدا ہوئے ہیں جبکہ اسلام میں اس منصوبہ بندی کی تاریخ حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے سے ملتی ہے جس کا تکمیلی تصور اور نمونہ کا تصور رسول اللہ ﷺ نے پیش کیا۔

---

[367] ابو عبید قاسم بن سلام، کتاب الاموال، دارالفکر بیروت، ص368

[368] البلاذری احمد بن یحییٰ، فتوح البلدان، دار و مکتبہ الہلال بیروت ص435

[369] سیوہاروی، حفظ الرحمان، اسلام کا اقتصادی نظام مکتبہ رحمانیہ لاہور صفحہ 164

منصوبہ بندی میں منصوبہ بندی کے مقاصد اور وقت کی تعین بہت اہمیت کے حامل دو عناصر ہیں۔

"Every Plan is a program of action which has two major elements a goal and a method".[370]

"ہر منصوبہ کسی عمل کا ایک پروگرام ہے جس کے دو بڑے عنصر مقصد اور طریقہ ہیں" اسی طرح Agrawal اور Kundan لکھتے ہیں:

"These goals and means must also relate to a period of time and to a geographical area".[371]

"یہ مقاصد اور طریقہء کار ایک عرصہء وقت اور جغرافیائی خطے سے منسلک ہوتے ہیں"

لہٰذا منصوبہ بندی مقاصد اور مقرر وقت کے بغیر بے معنی ہے کائنات کی تخلیق کے بارے میں اسلامی تصور میں ان دونوں باتوں کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَذَا بَاطِلًا۔[372]

"اے پروردیگار تونے اس (مخلوق) کو بے مقصد نہیں پیدا کیا"

یعنی یہ نظام کائنات سراسر حکیمانہ ہے اور تدبیر پر مبنی ہے۔ اسی طرح تخلیق انسانیت سے متعلق ارشاد ہے

" أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ ۔[373]

"کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ ہم نے تم کو بے فائدہ پیدا کیا ہے اور یہ کہ تم ہمارے طرف لوٹ کر نہیں آؤ گے"۔

گویا یہ کائنات اور اس میں موجود کوئی بھی چیز بے مقصد نہیں بنائی گئی اس کی تخلیق کا ایک مقصد ہے۔ اور پھر اس کائنات کی تخلیق کا مقصد ایک خاص وقت تک کے لئے ہے اس وقت کے بعد یہ کائنات ختم ہو جائے گی اس طرح اس کائنات میں موجود ہر چیز کی تخلیق کا مقصد ایک خاص مقررہ وقت تک کے لئے ہے۔

" اللَّهُ الَّذِي رَفَعَ السَّمَاوَاتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوَى عَلَى الْعَرْشِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَجْرِي لِأَجَلٍ مُسَمًّى يُدَبِّرُ الْأَمْرَ يُفَصِّلُ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ بِلِقَاءِ رَبِّكُمْ تُوقِنُونَ ۔[374]

"خدا وہی تو ہے جس نے ستونوں کے بغیر آسمان جیسا کہ تم دیکھتے ہو (اتنے) اونچے بنائے پھر عرش پر جا ٹھہرا اور سورج اور چاند کو کام میں لگا دیا۔ ہر ایک، ایک میعاد معین تک گردش کر رہا ہے وہی (دنیا کے) کاموں کا انتظام کرتا ہے (اسطرح) وہ اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان کرتا ہے کہ تم اپنے پروردگار کے روبرو جانے کا یقین کرو"۔

سورج چاند کی گردش کے معین وقت سے مراد یہ ہے کہ اس کائنات کا نظام ایک معین اور مقرار وقت تک کے لئے ہے۔ اس آیت میں ایک لفظ تدبیر استعمال ہوا ہے جو کہ لفظ منصوبہ کا ہم معنی ہے۔[375]

---

[370] Lewis Lorwin, Time for Planning, 1945, P.5
[371] Agrawal and Kundan Lal, *Economic Planning* P.12

[372] القرآن: آل عمران ۳: ۱۹۱

[373] القرآن: المؤمنون ۲۳: ۱۱۵

[374] القرآن: الرعد ۱۳: ۲

[375] فتح پوری فرحان، ڈاکٹر، رافع اللغات، الفیصل ناشران وتاجران کتب، لاہور

گویا یہ کائنات ایک منصوبہ بندیPlanning کے تحت وجود میں آئی ہے۔ دوسرے لفظوں میں اسلامی نقطہ نظر سے اس کائنات کاوجود ایک منصوبہ بندیPlanning کے تحت وجود میں آیا ہے۔ گویا کام کی تدبیر اور منصوبہ بندی خالصتاً واصلاً اسلامی ہے جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد ہے "یُدَبِّرُ الْأَمْرَ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ "[376]

"وہی آسمان سے زمین تک (کے) ہر کام کا انتظام کرتا ہے"

لہٰذا اسلام تصور کے مطابق یہ کائنات ایک منصوبہ بندی کے تحت وجود میں آتی ہے اور اس کائنات کا نظام ایک منصوبہ بندی کے تحت چل رہا ہے اور اس کی تدبیر اور منصوبہ بندی کرنے والی مدبر ذات اللہ تعالیٰ کی ہے۔

اسی طرح معاشی منصوبہ بندی کا تصور بھی سب سے پہلے اسلام نے پیش کیا ہے جیسا کہ تقسیم رزق کے بارے میں اللہ نے جو حکمت اور تدبیر اختیار کی ہے وہ دراصل ایک منصوبہ بندی ہی ہے۔

"إِنَّ رَبَّکَ یَبۡسُطُ الرِّزۡقَ لِمَنۡ یَشَاءُ وَیَقۡدِرُ إِنَّهُ کَانَ بِعِبَادِهِ خَبِیرًا بَصِیرًا ۔[377]

"بے شک تمھارا پروردگار جس کی روزی چاہتا ہے فراخ کر دیتا ہے اور (جس کی روزی چاہتا ہے) تنگ کر دیتا ہے وہ اپنے بندوں سے خبردار ہے اور (ان کو) دیکھ رہا ہے"

دوسری جگہ ارشاد ہے " لَهُ مَقَالِیدُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرۡضِ یَبۡسُطُ الرِّزۡقَ لِمَنۡ یَشَاءُ وَیَقۡدِرُ إِنَّهُ بِکُلِّ شَیۡءٍ عَلِیمٌ ۔[378]

"آسمانوں اور زمین کی کنجیاں اسی کے ہاتھ میں ہیں وہ جس کے لیے چاہتا ہے رزق فراخ کر دیتا ہے اور (جس کے لیے چاہتا ہے) تنگ کر دیتا ہے بے شک وہ ہر چیز واقف ہے"۔

ان آیت سے جہاں یہ ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے باقاعدہ ایک حکمت تدبیر اور منصوبہ بندی سے بندوں کو رزق دیتا ہے کیونکہ اسے علم ہے وہ اپنے بندوں کے بارے میں علم رکھتا ہے کہ کتنے انسان ہیں کتنی اس کی مخلوق ہے اور کس کو کتنا اور کب اور کتنا دینا ہے کیونکہ وہ اپنی مخلوق سے متعلق باخبر ہے انہیں دیکھتا ہے اور اسے ہر چیز کا بخوبی علم ہے۔

یہاں یہ بھی واضح ہوتا ہے چونکہ اسلامی نقطہ نظر میں اسلامی حکومت اپنی ریاست کے افراد کی سرپرست اور ولی ہوتی ہے اس لئے اسے علم ہونا چاہیے کہ اس کی ریاست میں کتنے افراد بستے ہیں کہاں کہاں رہتے ہیں ان کو کب، کیا اور کس کو کتنا چاہیے اور اس کے لیے اسے باقاعدہ ایک معاشی تدبیر اور منصوبہ بندی اختیار کرنا ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے رزق کی اس طرح تقسیم کی حکمت ان الفاظ میں بیان کی

"نَحۡنُ قَسَمۡنَا بَیۡنَهُمۡ مَعِیشَتَهُمۡ فِی الۡحَیَاةِ الدُّنۡیَا وَرَفَعۡنَا بَعۡضَهُمۡ فَوۡقَ بَعۡضٍ دَرَجَاتٍ لِیَتَّخِذَ بَعۡضُهُمۡ بَعۡضًا سُخۡرِیًّا[379]

"ہم نے ان میں ان کی معیشت کو دنیا کی زندگی میں تقسیم کر دیا اور ایک دوسرے پر درجے بلند کیے تاکہ ایک دوسرے سے خدمت لے"۔

---

[376] القرآن: السجدہ ۳۲ : ۵

[377] القرآن: الاسراء ۱۷: ۳۰

[378] القرآن: الشوریٰ ۴۲: ۱۲

[379] القرآن: الزخرف: 32:43

اس آیت سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ حکومت کو ایک منصوبہ بندی کے تحت افرادی قوت تیار کرنا ہوں گی کہ افراد کی باہمی ضرورتیں پوری ہوتی رہیں مثلاً حکومت کو پہلے یہ جاننا ہو گا کہ ریاست میں کتنے ڈاکٹر کی ضرورت ہو گی۔ کتنے انجینئرز درکار ہوں گے اور مختلف اداروں کو کتنے اور کس قدر ماہر تربیت یافتہ اور تعلیم یافتہ افراد کی ضرورت ہو گی کتنے ملٹری کے افراد درکار ہوں گے کتنے نظم ونسق اور قانون کے نفاذ اور حفاظت کے لئے لوگ چاہیے ہوں گے۔ کتنے سول آفیسر ز ضرورت ہوں گے اور کتنے فنی تعلیمی ادارے مذہبی تعلیم اور معاشرتی و سائنسی تعلیم یافتہ افراد کی ضرورت ہو گی تا کہ ریاست میں موجود افراد ایک دوسرے سے کام لے کر اپنی ضرورتوں کو پورا کر سکیں اور یہ سب ایک منصوبہ بندی سے ہی ممکن ہو گا اور اس کا تصور اسلام نے چودہ سو سال پہلے انسانیت کو دے دیا۔

جیسا کہ رسول اللہؐ نے ہجرت مدینہ کے بعد جن کاموں کو اولین حیثیت سے اختیار کیا ان میں ایک کام رشتہ مواخاۃ کا قائم کرنا بھی ہے۔ اس رشتہ سے جہاں کئی معاشرتی اور مذہبی مسائل کا حل تھا اس میں جو بات سب سے اہم ہے وہ یہ کہ ایک ریاست کے سربراہ کو چاہیے کہ وہ ریاست کے دستیاب ذرائع کو استعمال کرتے ہوئے ریاست کے افراد کی معاشی کفالت اور بنیادی ضروریات کو پورا کرنے کا بندوبست کرے۔ چنانچہ آپ ﷺ کے پاس سر دست دستیاب ذرائع یہی تھے کہ جو وسائل انصار کی ملکیت میں ہیں مہاجرین کو ایک خاص عرصہ کے لئے ان میں شریک بنا دیا جائے چنانچہ جب مہاجرین کی مالی حالت بہتر ہو گئی تو اللہ نے فرمایا کہ

" وَأُولُو الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ۔[380]

"اور رشتہ دار خدا کے حکم کی رو سے ایک دوسرے کے زیادہ حق دار ہیں"

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے معاشی منصوبہ بندی کو اولین اور قابل ترجیح کاموں میں شامل کیا اور اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اسلامی ریاست کی منصوبہ بندی مرتکز نوعیت کی ہوتی ہے۔ اس کے مطابق تمام افراد کو مرکزی ادارے کی ہدایت کے مطابق عمل کرنا ہوتا ہے اور حکومت کے اس منصوبہ بندی کے عمل میں مقاصد کے حصول کے لیے عوامی معاونت کا ہونا ضروری ہے۔

جیسا کہ خلفائے راشدین کے اقدامات میں صحابہ کرام نے عملی طور ان کی معاونت کی۔ حضرت ابو بکر صدیق کا مانعین زکوۃ کے خلاف جہاد اور حضرت عمر کا علاقہ سواد کی اراضی کا مجاہدین میں تقسیم نہ کرنا تا کہ مستقبل کے لوگ معاشی بنیادی ضرورتوں سے محروم نہ رہ جائیں اور ان کے تحدید ملکیت جیسے اقدامات دراصل ایک معاشی منصوبہ بندی ہی تھی۔

چنانچہ معاشی منصوبہ بندی اشتراکیت کی اختراع نہیں بلکہ ابتدائے اسلام سے ہی اسلام کے معاشی نظام میں اسے ایک بنیادی اور اولین حکمت عملی کی حیثیت حاصل ہے۔ اور یہ معاشی منصوبہ بندی ہدایاتی طرز کی ہوتی ہے جو کہ مرکزی حکومت کی طرف سے احکامات اور ہدایات دی جاتی ہیں اور عوام نے اس اختیار کرنا ہوتا ہے۔

دوسرا اہم فرق جو کہ اسلامی معاشی منصوبہ بندی کو دیگر نظام ہائے معیشت کی منصوبہ بندی سے ممتاز کرتا ہے۔ وہ اسلام کا تصور ملکیت ہے انسان کی زندگی کی انفرادی اور اجتماعی دو حیثیتیں ہیں۔ اسلام ان دو حیثیتوں میں اعتدال اور توازن قائم رکھنا چاہتا ہے اسلامی تعلیمات نے ان

[380] القرآن: الانفال 8:75

دونوں حیثیتوں کو باہم مربوط کرر کھا ہے۔ بعض اشیاء فرد کی ملکیت میں اور بعض اشیاء کو اجتماعی ملکیت قرار دیا گیا ہے مگر ساتھ ہی انفرادی حقوق ملکیت کے استعمال پر اجتماع کو اور اجتماعی مالکانہ تصرفات پر افراد کو نگران و محاسب مقرر کیا گیا ہے"۔[381]

اشتراکیت اور سرمایہ دارانہ نظام معیشت کی دو مخالف انتہاؤں کے برعکس اسلام نے انفرادیت اور اجتماعیت کو باہم اس طرح مربوط کر دیا ہے کہ یہ دونوں ایک دوسرے کے لئے لازم و ملزم بن گئے ہیں۔

اشتراکیت نے فرد کو ہمہ قسمی وسائل معیشت اور عوامل پیدائش سے محروم کر کے اسے ریاست کا کارندہ و غلام اور ملازم بنا کر رکھ دیا ہے۔ دوسری طرف سرمایہ دارانہ نظام معیشت میں فرد کو اس قدر آزادی دی گئی ہے کہ وہ بے مہار ہو کر اس قدر طاقت ور ہو گیا کہ حکومت بے بس ہو کر رہ گئی۔

"اگر حکومت کوئی ایسا عملی اقدام کرنا چاہتی ہے جس کی وجہ سے عوام کی فلاح و بہبود کے لئے دولت مندوں کو کوئی مالی قربانی کرنا پڑے تو سرمایہ دار طبقہ اپنے پورے اثر و رسوخ کے ساتھ حکومت کی اس پالیسی کو بدلنے کی کوشش کرتا ہے۔ اور اگر اس کوشش میں اسے ناکامی ہوتی ہے تو قوانین حکومت کے عملی نفاذ میں اتنی دشواریاں پیدا کرتا ہے کہ اس کی پالیسی کا مقصد فوت ہو جاتا ہے"۔[382]

اسلام فرد کی انفرادیت اور آزادی کی اہمیت کا احترام کرتا ہے اس کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ اسلامی نقطہ نظر سے اصل اہمیت فرد کی ہے نہ کہ جماعت یا قوم یا معاشرے کی۔ فرد جماعت کے لئے نہیں ہے بلکہ جماعت فرد کے لئے ہے۔ خدا کے سامنے جماعت یا قوم یا معاشرہ اپنی مجموعی حیثیت میں جواب دہ نہیں ہے بلکہ ایک ایک شخص فرداً فرداً اپنی ذاتی حیثیت میں ذمہ دار اور جواب دہ ہے۔[383]

اگر فرد کی اس حیثیت کو تسلیم نہ کیا جائے تو نہ صرف اسلام کے معاشی قوانین بے کار ہو کر رہ جائیں گے بلکہ اسلام کا وہ نقطہ نظر جس میں زکوٰۃ، صدقات، میراث، انفاق فی سبیل اللہ اسی طرح حد سرقہ، غصب و رہزنی سے متعلقہ احکام بے معنی اور بے مقصد ہو جائیں گے۔

[381]صدیقی، نجات اللہ، اسلام کا نظریہ ملکیت، ، لاہور ج1، ص86

[382]صدیقی، مظہر الدین، اسلام کا معاشی نظریہ، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، 2015، ص32

[383]مودودی ابوالاعلیٰ سید، اسلام اور جدید معاشی نظریات، اسلامک پبلی کیشنز لاہور، ص، 93

" وَ لَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمُ الَّتِي جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ قِيَامًا۔[384]

"اور بے عقلوں کو ان کا مال جسے خدا نے تم لوگوں کے لیے سبب معیشت بنایا ہے مت دو"

اسی طرح یتیم کے ولی اور کفالت کرنے والوں کو حکم دیا کہ جب یتیم بچے بالغ ہو جائیں تو ان کے اموال ان کے حوالے کر دو

"وَ آتُوا الْيَتَامَى أَمْوَالَهُمْ "[385]

"اور یتیموں کا مال (جو تمھاری تحویل میں ہو) ان کے حوالے کر دو"

مال کی انفرادی ملکیت سے متعلق حکم ہے

"وَ لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ "[386]

"اور ایک دوسرے کا مال نہ حق نہ کھاؤ"

گویا کسی کو اجازت نہیں کہ مالک کی مرضی کے بغیر اس کا مال لینا کسی بھی طریقے سے جائز نہیں۔ اس طرح زکوۃ صدقات سے متعلق حکم دیا گیا کہ اپنے ہی مالوں سے ان کو ادا کرو۔

" وَ آتُوهُمْ مِنْ مَالِ اللَّهِ الَّذِي آتَاكُمْ۔[387]

"اور خدا نے جو مال تم کو بخشا ہے اس میں سے ان کو بھی دے دو"۔

اور نبی ﷺ کو بھی حکم ہوا ان کے اموال سے صدقہ لیجیے

" خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً۔[388]

"ان کے مال میں سے زکوۃ قبول کر لو"

گویا یہ اموال افراد کی ملکیت ہیں اہل الامر کو حکم ہے کہ ان کے اموال سے زکوۃ صدقات لے کر مستحقین زکوۃ و صدقات کو دیں کیونکہ ان کے مالوں میں ان کا حق ہے۔ درج بالا آیات قرآنی انفرادی ملکیت پر دلالت کرتی ہیں۔ ذیل میں احادیث مبارکہ سے انفرادی ملکیت کا جائزہ لیتے ہیں

" وَفِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ۔[389]

"اور ان کے مالوں میں مانگنے والوں اور نہ مانگنے والوں کا بھی حق ہوتا ہے"۔

---

[384] القرآن: النساء۴: ۵

[385] القرآن: النساء۴: ۶

[386] القرآن: البقرہ۲: ۱۸۸

[387] القران: النور33:24

[388] القران: التوبہ103:9

[389] القران: الذرایت۱۹:۵۱

انفرادی ملکیت سے متعلقہ احادیث مبارکہ ذیل میں درج کی جاتی ہیں:

"كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ، دَمُهُ، وَمَالُهُ، وَعِرْضُهُ۔[390]

"کہ ہر مسلمان کا خون، مال اور عزت دوسرے مسلمان پر حرام ہے

" من قتل دون ماله فهو شهيد۔[391]"

"کہ جو اپنے مال کی حفاظت کرتے ہوئے جان دے دے تو وہ شہید ہے"

چنانچہ اگر کوئی بغیر اجازت کے اور کسی بھی ناجائز طریقے سے کسی دوسرے کے مال میں کسی بھی طرح کا تصرف کرتا ہے تو ایسا کرنا گناہ اور ظلم ہو گا۔ قرآن و حدیث میں اس طرح کے کئی احکامات ہیں جو کہ انفرادی ملکیت پر دلالت کرتے ہیں۔ اگر انفرادی ملکیت کی نفی کر دی جائے تو یہ تعلیمات بے معنی ہو کر رہ جاتی ہیں۔ لہذا قرآن و سنت کی رو سے افراد کو اشیاء صرف اور ذرائع پیدائش کو ملکیت میں رکھنے کا حق حاصل ہے البتہ ملکیت کا حصول اور اس پر تصرف ان حدود کے اندر رہتے ہوئے اور ان شرائط کی پابندی کرتے ہوئے ہونا چاہئے جو اسلام نے متعین کر دیئے ہیں۔ لہذا فرد کو جو حق ملکیت حاصل ہے وہ لامحدود اور مطلق نہیں بلکہ حدود و قیود کا پابند ہے۔ مقصود یہ ہے کہ اس سے کسی اور فرد یا معاشرہ کا نقصان نہ ہو

" وَكُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا۔[392]

"اور کھاؤ اور پیو اور بے جا نہ اڑاؤ"

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيرًا۔[393]

"اور فضول خرچی سے مال نہ اڑاؤ"

لہذا اسراف و تبذیر کی ممانعت سے ظاہر ہوتا ہے کہ افراد کو اپنے اموال کو بے جا خرچ کرنے اور اموال کو ضائع کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں ہے۔ گویا شریعت نے اسراف و تبذیر اور بخل کی ممانعت سے افراد پر مال کے خرچ کرنے کے اختیارات اور حق ملکیت کو محدود کر دیا ہے۔ اور یہ تحدید احادیث نبوی ﷺ سے بھی ثابت ہے:

كُلُوا وَاشْرَبُوا وَالبَسُوا وَتَصَدَّقُوا، فِي غَيْرِ إِسْرَافٍ وَلاَ مَخِيلَةٍ ۔[394]

"کھاؤ، پیو، صدقہ کرو اور پہنو مگر اسراف اور تکبر نہ کرو "اس طرح ہر خواہش کو پورا کرنا بھی اسراف ہے کیونکہ

[390] المسلم: الجامع الصحیح، کتاب البر والصلہ والآداب، باب تحریم ظلم المسلم، 1986:4 حدیث نمبر 12564

[391] محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب المظالم والغصب، باب من قتل دون مالہ 136:3 حدیث نمبر 2480

[392] القران: الاعراف 31:7

[393] القران: بنی اسرائیل 26:17

[394] البخاری: الصحیح کتاب اللباس باب من جر ازارہ من غیر خیلاء، دار طوق النجاۃ، ج7، ص 140

" إِنَّ اللَّهَ كَرِهَ لَكُمْ ثَلاَثًا: قِيلَ وَقَالَ، وَإِضَاعَةَ المَالِ، وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ "[395]

"آپ نے فرمایا کہ خدا کی ناپسندیدہ چیزوں میں مال کا ضائع کرنا اور کثرت سوال بھی ہیں"۔

1) اس طرح بعض اوقات ریاست خود انفرادی ملکیت میں مداخلت کرتی ہے چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ حکومت بعض اوقات کسی سے عطا کردہ مراعات اور سہولیات واپس لے لیتی ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے ابیض بن حمال کو جو جاگیر عطا کی تھی وہ اجتماعی مفاد کی غرض سے واپس لے لی۔

۲) کبھی ریاست انفرادی ملکیت کے اختیارات کو محدود کر دیتی ہے جیسا کہ حضرت عمر نے تمیم داری کو رسول اللہ کی عطا کردہ جاگیر پر پابندی عائد کی آپ اسے فروخت نہیں کرسکتے اسی طرح مال کی اضاعت، تبذیر واسراف اور مالکانہ تصرفات کے لیے رشد کا ہونا دراصل انفرادی ملکیت میں تحدید کی مثالیں ہیں۔

۳) حکومت تسعیر کی پالیسی اختیار کرسکتی ہے جیسا کہ ابن تیمیہ نے لکھا ہے ۔وأما إذا كانت حاجة الناس لا تندفع إلا بالتسعير العادل سعر عليهم تسعير عدل، لا وكس، ولا شطط"جب عوام الناس کی ضرورت قیمتوں کے منصفانہ تعین کے بغیر پوری نہ ہوسکتی ہوں تو ان کے لیے ایسی قیمتیں مقرر کر دی جائیں جو عدل پر مبنی ہوں۔ بغیر کمی یا زیادتی کے۔[396]

۴) کفالت عامہ کی غرض سے حکومت زکوۃ وعشر کے علاوہ مزید محاصل عائد کرسکتی ہے اس بارے میں آپ ﷺ کا فرمان ہے:

إِنَّ فِي المَالِ لَحَقًّا سِوَى الزَّكَاةِ۔[397]

"کہ مال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی حق ہے"۔

مگر حکومت کی انفرادی ملکیت میں اس مداخلت کی غرض اور مقصد صرف افراد ہی کے مفادات اور مصالح کی خاطر ہوتی ہے کیونکہ افراد اپنے ذاتی مفادات اور خواہشات وجذبات سے مغلوب ہو کر یا کم علمی کی بناپر اپنے حقوق ملکیت کا غلط استعمال کر کے نہ صرف اپنے بلکہ اجتماعی مفادات کو نقصان پہنچائیں گے۔ حکومت صرف عوام کے مفادات کے پیش نظر ہی ان کی انفرادی ملکیت میں مداخلت کر کے پابندیاں عائد کر دیتی ہے تاکہ اجتماعی ملکیت افراد کے مفادات اور مصالح کے تحفظ اور تکمیل کا ذریعہ بنے کیونکہ حکومت وریاست کا حتمی مقصد افراد کی خدمت اور انہی کی فلاح وبہبود ہے لہذا۔"اسلام نہ تو مطلق انفرادی ملکیت کا قائل ہے جو اجتماعی تقاضوں سے ٹکراتی ہو اور نہ وہ ایسی اجتماعیت کی تعلیم دیتا ہے جو انفرادیت کا گلا گھونٹ دے۔ افراد اور اجتماع دونوں کو مالکانہ حقوق دیئے گئے ہیں۔ انفرادی مالکانہ حقوق پر ریاست کو اور ریاست کے نظم پر افراد کو نگران مقرر کیا ہے شریعت اسلامی نے فی الجملہ ایک ایسی اجتماعیت کا تصور پیش کیا ہے جس میں افراد کی انفرادیت پوری طرح محفوظ رہے۔[398] اور اس تصور ملکیت سے اسلام کے علاوہ تمام معاصر نظامہائے معیشت عاری وخالی ہیں بلکہ ایسا تصور پیش کرنا اسلام کے علاوہ دیگر نظامہائے معیشت کے تصور میں ناممکن اور محال ہے۔ مولانا مودودی لکھتے ہیں:

---

[395] البخاری، الصحیح، کتاب الزکاۃ، باب قول اللہ تعالیٰ یسالون، 2:124 حدیث نمبر 1477

[396] ابن تیمیہ: الحسبہ فی الاسلام، (دار الکتب العلمیۃ) ج 1، ص 42

[397] الترمذی: الجامع المسند، کتاب الزکاۃ باب ماجاء فی المال حق سوی الزکاۃ، 3:39 حدیث نمبر: 659

[398] صدیقی نجات اللہ، اسلام کا نظریہ ملکیت، اسلامک پبلی کیشنز، لاہور، ج 2، ص، 282

"اسلام بے قید معیشت کو آزاد معیشت ''میں تبدیل کر دیتا ہے۔اور اس آزادی کو اسی طرح چند حدود کا پابند بناتا ہے جس طرح تمدن ومعاشرت کے تمام دوسرے شعبوں میں انسانی آزادی کو محدود کیا گیا ہے۔اس کے ساتھ وہ ایسے تمام دروازے بند کر دیتا ہے جن سے آزاد معیشت میں فاسد ومفسد نظام سرمایہ داری کی خصوصیات اور اثرات ونتائج پیدا ہونے کا امکان ہو۔[399]

اسلام اور دیگر نظامہائے معیشت کا ایک اور بڑا اور اہم فرق یہ ہے کہ اسلام کے معاشی منصوبہ بندی کے مقاصد میں ایک مقصد یہ بھی ہے کہ معاشی وسائل کی اس طرح تخصیص کی جائے کہ کہ مادی اور روحانی دونوں کی یکساں طور پر ترقی کا حصول ممکن ہو سکے۔ جبکہ دیگر نظامہائے معیشت کی منصوبہ بندی کا مقصد صرف مادی طور پر ترقی کرنا ہے۔کیونکہ

اسلام میں معاشی اقدار کو اخلاقی اقدار سے الگ رکھنے کے بجائے دونوں کو ایک دوسرے کے ساتھ ہم آہنگ کیا گیا ہے اور معیشت کے مسائل کو مجرد معاشی نقطہ نظر سے حل کرنے کی بجائے اس مجموعی نظام حیات کے تناسب میں رکھ کر حل کیا گیا ہے۔ جس کی عمارت اسلام نے کلیتہ خدا پرستانہ تصور کائنات وفلسفہ اخلاق پر استوار رکھی ہے۔[400]

انسان کو اللہ تعالیٰ نے اشرف المخلوقات بنایا ہے اور اسے اور اسے بہت سی اعلیٰ صلاحیتوں سے بھی نوازا ہے ان صلاحیتوں کی وجہ سے انسان وسائل کا استعمال اس طرح کرتا ہے کہ دینوی اور اخروی زندگی میں کامیاب ہو سکے اس لیے جب خرچ کرتا ہے تو اس جذبے کے ساتھ:

إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللَّهِ لَا نُرِيدُ مِنكُمْ جَزَاءً وَلَا شُكُورًا (9) إِنَّا نَخَافُ مِن رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوسًا قَمْطَرِيرًا **(10)** ۔[401]

(اور کہتے ہیں کہ)''ہم تم کو خالص خدا کے لیے کھلاتے ہیں، نہ تم سے عوض گزاری کے خواستگار ہیں نہ شکر گزاری کے (طلب گار) ہمیں تو اپنے رب سے اُس دن کے عذاب کا خوف لاحق ہے جو سخت مصیبت کا انتہائی طویل دن ہو گا"۔

اس احساس اور جذبے کو اخلاص کہتے ہیں کیونکہ مقصود عزت شہرت نہیں بلکہ رضائے الہیٰ اور خوشنودئ خداوندی ہے اور یہی جذبہ تذکیہ نفس کہلاتا ہے اور یہ صرف اسلامی نظام معیشت کا حصہ ہے دیگر نظامہائے معیشت میں ایسا تصور نہیں پایا جاتا ہے ان کے پیش نظر معاشی ترقی سے مراد صرف اور صرف مادی ترقی کا حصول ہے مگر اسلامی نظام معیشت میں ترقی کا تصور تزکیہ سے وابستہ ہے،اس لیے اسلام میں معاشی ترقی کے ساتھ ساتھ اخلاقی روحانی اقدار کی ترقی بھی ضروری ہے۔

“The concept of development in Islam is to be derived from its concept of tazkiyah as it addresses itself to the concept of human development in all its dimensions and is concerned with growth and expansion towards perfection through purification of attitudes and relationships and the result of tazkiyah ultimately is flah-prosperity in this word and hereafter”.[402]

---

[399]مودودی، اسلام اور جدید معاشی تصورات، اسلامک پبلی کیشنز، لاہور ص98

[400]مودودی ابوالاعلیٰ ، معاشیات اسلام، اسلامک پبلی کیشنزلاہور، ص95

[401]القران: الدھر ۷۶:۱۰،۹

[402] Muhammad Hussain, Ch. *Development Planning in an Islamic State* (Royal Book Company Karachi)129

اسلام میں ترقی کا جو تصور ہے وہ اس کے تزکیہ کے تصور سے اخذ کیا گیا ہے کیونکہ وہ خود بیان کرتا ہے کی انسان کی ہمہ قسمی ترقی جس کا تعلق بڑھوتری، اور رویوں، تعلقات، معاملات کے تزکیہ کے ذریعے تکمیل کی طرف بڑھنے کا عمل ہے اور اس تزکیہ کا حتمی نتیجہ فلاح- دنیا اور آخرت کی خوش حالی اور کامیابی ہے" قرآن پاک میں روحانی اور مادی ترقی کے اس حسین امتزاج کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے:

وَ ابْتَغِ فِيمَا آتَاکَ اللّٰہُ الدَّارَ الْآخِرَۃَ وَلَا تَنْسَ نَصِيبَکَ مِنَ الدُّنْيَا وَ أَحْسِنْ کَمَا أَحْسَنَ اللّٰہُ إِلَيْکَ وَ لَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْأَرْضِ۔[403]

" اور جو مال تم کو خدا نے عطا فرمایا ہے اس سے آخرت کی بھلائی طلب کیجیے اور دنیا سے اپنا حصہ نہ بھلایئے اور جیسی خدا نے تم سے بھلائی کی ہے ویسی تم لوگوں سے بھلائی کرو اور ملک میں طالب فساد نہ بنو"

اسلامی ریاست میں چونکہ نجی شعبہ اور سرکاری ایک ساتھ اسلامی مالیاتی پالیسی کی ہدایت اور تعلیمات پر عمل کرتے ہیں چنانچہ ان دونوں کو ہدایت کی جاتی ہے کہ وہ اپنے معاشی وسائل کو اپنے پیداواری دائرہء کار میں اس طرح مخصوص کریں کہ اسلامی معاشرہ روحانی مادی دونوں حیثیتوں سے ترقی کرے۔ لہذا یہ خصوصیت صرف اسلام کو حاصل ہے کہ اس کی معاشی منصوبہ بندی کا ایک مقصد دنیا اور آخرت دونوں کی باہم مربوط ترقی بھی ہے۔

اسلام میں معاشی منصوبہ بندی پر عمل درآمد کا طریقہ کار

اسلامی معاشی نظام میں منصوبہ بندی کے لئے راغبانہ اور تحکمانہ دونوں طریقے اختیار کئے جاتے ہیں۔

"Economic planning in Islam is nothing but a synthesis of planning by inducement and planning by direction".[404]

اسلامی معاشی منصوبہ بندی، ترغیبانہ منصوبہ بندی اور تحکمانہ منصوبہ بندی کا اشتراک ہے" اس لئے منصوبہ بندی کے عمل درآمد میں بھی دونوں طریق استعمال کئے جاتے ہیں ترغیب سے اور مراعات دے کر بھی اور احکامات دے کر بھی اس کا انحصار منصوبے کے مقاصد کی اہمیت اور ضرورت کو پیش نظر رکھ کر متعلقہ طریق کو اختیار کیا جاتا ہے۔

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مہاجرین کی آباد کاری کے لئے رشتہ مواخات کیا تھا یہ معاشی لحاظ سے بہت وسعتوں کا حامل تھا" یہ معاہدہ محض زبانی نہیں بلکہ تحریری تھا اور یہ اتنا اختیاری بھی نہیں تھا جیسا کہ عام طور پر خیال کیا جاتا ہے اس کے پس پردہ ترغیب و تحریض سے زیادہ تحکم کا عنصر نمایاں تھا۔ یعنی اسے قبول کرنا یا اس سے انحراف کرنا انصار و مہاجرین کی مرضی پر موقوف نہیں تھا کیونکہ ایک اخی کا دوسرے اخی کی جملہ ضروریات کا خیال رکھنا از روئے معاہدہ فرض تھا جو ریاست کی طرف سے عائد تھا"۔[405]

اس طرح آپ ﷺ نے مارکیٹ کے نظام کے تحفظ اور بہتری کے لئے مارکیٹ سے باہر جاکر لوگوں سے مال لینے پر پابندی عائد کردی اور حکم دیا کہ مال جب تک اپنے بکنے کی جگہ پر نہ پہنچ جائے اسے راستہ میں جاکر نہ خریدیں کیونکہ اس طرح منڈی میں مال لانے والوں کو منڈی کے حالات سے لاعلمی کی بنا پر خسارے کا سامنا کرنا پڑتا اور انہیں ان کے مال کی صحیح اور جائز قیمت نہ ملتی تھی۔

---

[403] القران: القصص ۲۸:۷۷

[404] M.A Mannan *Islamic* Economics, 348

[405] اسلم، محمد، ملک، رسول ﷺ کی زرعی منصوبہ بندی، راولپنڈی 1986، ص 69

چنانچہ آپ ﷺ نے حکم فرمایا

" نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ تَلَقِّي الْجَلْبِ حَتَّى يَدْخُلَ بِهَا السُّوقَ۔[406]

"کہ رسول ﷺ نے بازار میں پہنچنے سے پہلے سامان تجارت کو جا کر خرید لینے سے منع فرمایا بلکہ ایسا کرنے والوں کو سزا ملتی تھی" جیسا کہ ابن عمر کی دوسری روایت امام بخاری نے نقل کی ہے۔

"عَنِ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: «لَقَدْ رَأَيْتُ النَّاسَ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَبْتَاعُونَ جِزَافًا» يَعْنِي الطَّعَامَ، يُضْرَبُونَ أَنْ يَبِيعُوهُ فِي مَكَانِهِمْ، حَتَّى يُؤْوُوهُ إِلَى رِحَالِهِمْ "۔[407]

"البتہ تحقیق میں نے رسول اللہ ﷺ کے عہد میں دیکھا کہ لوگ اگر وہ مال کو اپنے اترنے کی جگہ سے پہلے موقع پر ہی خرید لیتے تو مارا جاتا تھا"

اسی طرح زرعی ترقی اور نظام آبپاشی کی بہتری کے لئے بھی اقدامات کئے گئے حضرت عمر فاروق کے دورِ حکومت میں ضحاک بن خلیفہ موضع عریض سے ایک نہر نکالنا چاہتے تھے جو محمد بن مسلمہ انصاری کی زمین میں سے گزرتی تھی جو ان کی زمین کو بھی سیر اب کرتی مگر محمد بن سلمہ نے اپنی زمین سے نہر گزارنے کی اجازت نہ دی ضحاک کے سمجھانے کے باوجود بھی کہ زمین پہلے تیری زمین کو سیر اب کر کے گزرے گی اس میں تمہارا نقصان نہیں ہو گا فائدہ ہو گا پھر بھی آمادہ نہ ہوئے تو حضرت عمر کے پاس نالش کی گئی تو حضرت عمر نے محمد بن سلمہ کو بلا کر فرمایا کہ انہیں نہر اپنی زمین سے گزارنے پر نہ روکو محمد بن سلمہ نے کہا خدا کی قسم ایسا نہیں ہو سکتا حضرت عمر نے فرمایا خدا کی قسم نہر ضرور گزرے گی خواہ وہ تمہارے پیٹ کے اوپر سے ہی گزرے چنانچہ حضرت عمر نے اس نہر کے گزرنے کا حکم دیا اور ضحاک نے ایسا ہی کیا۔

اس واقعہ کو امام مالک نے اپنی کتاب مؤطا میں نقل کیا ہے

"فَقَالَ مُحَمَّدٌ: لَا وَاللَّهِ. فَقَالَ عُمَرُ: وَاللَّهِ لَيَمُرَّنَّ بِهِ، وَلَوْ عَلَى بَطْنِكَ، فَأَمَرَهُ عُمَرُ أَنْ يَمُرَّ بِهِ، فَفَعَلَ الضَّحَّاكُ [408]

"محمد بن مسلمہ نے کہا خدا کی قسم ایسا نہیں ہو سکتا اس پر حضرت عمر نے فرمایا خدا کی قسم یہ نہر ضرور گزرے گی چاہے تمھارے پیٹ کے اوپر سے گزرے پھر حضرت عمر نے وہاں سے نہر گزارنے کا حکم دیا تو ضحاک نے ایسا ہی کیا"

تحکمانہ طریق کے ساتھ ترغیب و تحریص اور مراعات دینے کا طریق میں بھی مقاصد کے حصول کے لئے اسلامی نظام معیشت میں اختیار کیا گیا۔ چنانچہ بنجر اور غیر آباد زمین کی آبادی کاری کے لئے آپ ﷺ نے فرمایا

" مَنْ أَحْيَا أَرْضًا مَيْتَةً فَهِيَ لَهُ "[409]

"کہ جس نے مردہ زمین (بنجر) آباد کی وہ اس کی ہو گی"

زراعت کے ساتھ آپ ﷺ نے حیوانات کی افزائش اور پرورش کے لئے بھی آپ ﷺ نے احکامات فرمائے

---

[406] النسائی احمد بن شعیب، السنن الصغریٰ للنسائی، کتاب البیوع، باب تلقی (مکتب المطبوعات الاسلامیۃ، حلب 1986) 4:257 حدیث نمبر 4499

[407] البخاری، الجامع الصحیح، کتاب البیوع، باب من رای اذا اشتری طعام 3 :68 حدیث نمبر 2137

[408] مالک بن انس، المؤطا، کتاب الاقضیہ، باب القضاء فی المرفق (دار الاحیا التراث العربی بیروت، لبنان 1985) 2:746 حدیث نمبر 33

[409] البخاری، الجامع الصحیح، کتاب المزارع، باب من احیا ارضا مواتا 3:106

"أَمَرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْأَغْنِيَاءَ بِاتِّخَاذِ الْغَنَمِ، وَأَمَرَ الْفُقَرَاءَ بِاتِّخَاذِ الدَّجَاجِ"[410]

"آپ ﷺ نے اغنیا کو بکریاں پالنے اور فقراء کو مرغیاں پالنے کا حکم دیا"۔

امام ابو یوسف کتاب الخراج میں لکھتے ہیں

"فَأَمَّا الإِبِلُ الْعَوَامِلُ وَ الْبَقَرُ الْعَوَامِلُ فَلَيسَ فِيهَا صَدَقَةٌ لَمْ يَأْخُذْ مُعَاذٌ مِنْهَا شَيْئًا، وَ هُوَ قَوْلُ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ. ابو یوسف، الخراج، ص77 [411]

" کہ محنت کرنے والے اونٹوں اور بیلوں میں صدقہ واجب نہیں ہوتا معاذ نے اس پر کچھ نہیں وصول کیا تھا اور یہی حضرت علی کی رائے بھی یہی ہے"

ابی عبید قاسم بن سلام کتاب الاموال میں لکھتے ہیں کہ افزائش نسل کی غرض سے پالے جانے والے گھوڑوں پر زکوٰۃ واجب نہیں۔[412] مندرجہ بالا روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلامی نظامِ معیشت میں معاشی منصوبہ بندی کے تحکمانہ اور راغبانہ دونوں طریقوں کو معاشی اہداف اور مقاصد کے حصول کے لئے اختیار کیا جاتا ہے۔ اس طرح معاشی منصوبہ بندی پر عمل درآمد میں ریاست اور عوام دونوں کی شراکت اپنا اپنا کردار ادا کرتی ہے مگر جہاں انفرادیت اور اجتماعیت کے مفادات میں کوئی تضاد اور تنازع پیدا ہو جائے تو ریاست کو حق حاصل ہوتا ہے کہ وہ اجتماعی مفادات کے لئے اپنا کردار ادا کرے۔ نجی ملکیتی حقوق میں بقدر ضرورت تحدید اور تصرف اختیار کرے۔

"At any stage it may be pointed that if there is a conflict between the social and individual interests; the public sector has the responsibility of protecting the social interests".[413]

"کسی بھی مرحلے پر یہ چیز قابل توجہ ہوگی کہ اگر کہیں معاشرتی اور انفرادی مفادات میں کوئی تضاد پایا جاتا ہے تو، سماجی مفادات کا تحفظ حکومتی شعبہ کی ذمہ داری ہے"

سوشلزم میں حکومت معاشی منصوبہ بندی کی تشکیل، تنظیم اور وقت، عرصہ اور مقاصد کی تعیین وغیرہ جیسے تمام مراحل میں مکمل طور پر خود مختیار ہوتی ہے اس میں عوام کا کسی قسم کا کوئی حق یا کردار نہیں ہوتا کیونکہ حکومت تمام وسائل اور ذرائع پر قابض ہوتی ہے اس لیے نہایت بے باکی، اور خود مختیاری سے منصوبہ بندی کرتی ہے مگر اس میں سب سے بڑی خرابی اور نقص یہ ہے کہ عوام کی شخصی آزادی اور جمہوری حقوق پامال ہو جاتے ہیں عوام مکمل طور پر حکومت کے رحم و کرم پر ہوتی ہے حتیٰ کہ عوام کو اپنی مرضی کے ذرائع معاش اختیار کرنے کا بھی حق حاصل نہیں ہوتا نہ ہی کوئی جائیداد اور سرمایہ اپنی ملکیت میں رکھنے کا حق حاصل ہوتا ہے بلکہ اس سے بڑھ کر حکومت اور عوام کا تعلق بھی آقا اور غلام جیسا ہی ہو کر رہ جاتا ہے اس کے برعکس سرمایہ دارانہ نظامِ معیشت میں حکومت کے اختیارات محدود ہوتے ہیں سرمایہ دار طبقہ وسائل اور ذرائع معیشت پر قابض ہو جاتا ہے اور حکومتی پالیسیوں اور قوانین کے نفاذ میں اس قدر رکاوٹیں اور مشکلات پیدا کر دیتا ہے کہ حکومتی پالیسیاں اور قوانین ناکامی کا شکار ہو جاتے ہیں لہٰذا حکومت کوئی بھی موئثر تدبیر اختیار نہیں کر سکتی گویا اشتراکیت اور سرمایہ دارانہ نظام دو متضاد انتہاؤں پر ہیں جبکہ ان کے برعکس

[410] ابن الاعرابی احمد بن محمد، معجم الاعرابی، دار ابن الجوزی المملکۃ العربیۃ السعودیۃ 1997ء، 2:702

[411] ابو یوسف، الخراج، ص77

[412] ابو عبید قاسم بن سلام، کتاب الاموال اردو ترجمہ (مترجم ساجد الرحمٰن صدیقی)، حوالہ نمبر 137 ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد ص 776

[413] Muhammad Hussain , Development planning in an Islamic state , p100

اسلام کا معاشی نظام اعتدال پر مبنی ہے اس لیے معاشی پالیسیوں اور منصوبوں میں حکومت اور عوام کا باہمی تعاون ایک فطری عمل بن جاتا ہے کیونکہ نہ تو حکومت عوام کی شخصی آزادی اور ملکیت میں بے جامداخلت کرتی ہے اور نہ ہی عوام کو لامحدود حق ملکیت حاصل ہے بلکہ اگر حکومت ضروری سمجھے تو اجتماعی مفاد اور ضرورت کے پیش نظر عوام کی شخصی آزادی اور ملکیت میں مداخلت اور تصرف کا اختیار رکھتی ہے جو کہ عوام کے معاشی حقوق کے تحفظ کا ضامن اور امین ہے۔

مندرجہ بالا بحث سے واضح ہوتا ہے کہ چونکہ منصوبہ بندی ایک فنی نوعیت کا کام ہے اسے کامیابی سے سرانجام دینے کے لیے ضروری ہے کہ ملک میں منصوبہ بندی کا ایک مستقل ادارہ موجود ہو جو منصوبے کی تشکیل سے لے کر اس کے اہداف کے حصول تک کے تمام مراحل کا نگران اور ذمہ دار ہو۔ چنانچہ دنیا کے معاصر نظامہائے معیشت اور مختلف ممالک میں منصوبہ بندی کے لیے مرکزی ادارے موجود ہیں اگرچہ ان اداروں کے نام منصوبہ بندی کی نوعیت اور مختلف نظام معیشت کے باعث ،ہیت اور نوعیت کے لحاظ سے مختلف ہوتے ہیں معاصر نظامہائے معیشت کے مطابق منصوبے کی تنظیم و تشکیل میں حکومت کا کردار بنیادی اہمیت کا حامل ہے۔ حکومت منصوبے کی نوعیت کے لحاظ سے بالواسطہ یا بلاواسطہ اپنا کردار ادا کرتی ہے۔ اسی طرح منصوبے پر عمل درآمد کے سلسلے میں بھی حکومت اور معاشرے کا اشتراک و تعاون بھی بنیادی اہمیت رکھتے ہیں۔ اشتراکیت میں منصوبے پر عمل درآمد کے سلسلے میں عوامی رد عمل کی گنجائش ہی نہیں ہے البتہ سرمایادارانہ نظام معیشت اور مخلوط معاشی نظام میں حکومت اور عوام کے تعاون اور اشتراک کے باوجود ان کے مفادات میں کافی اختلاف پایا جاتا ہے اس لیے ان میں تعاون کی بجائے کشیدگی کی فضا پائی جاتی ہے۔ اسلامی معاشی منصوبہ بندی میں حکومت کا کردار مرکزی ہوتا ہے۔ حکومت اور عوام کے باہمی اشتراک سے منصوبہ بندی کے مقاصد اور اہداف کو حاصل کیا جاتا ہے۔ اس سلسلے میں حکومت عوام کو ترغیب و تحریص اور ضرورت کے تحت سزا کے ذریعے منصوبے کے حصول کے لیے عوامی تعاون کو یقینی بناتی ہے۔

درج بالا تحقیقی بحث سے ثابت ہوا ہے کہ معاشی منصوبہ بندی کوئی نئی چیز نہیں ہے اور نہ ہی اشتراکیت کی اختراع ہے بلکہ یہ خالصتا اسلام کی دین اور عطا ہے۔ کیونکہ منصوبہ بندی ایک قسم کی حکمت عملی ہے اور اسلام کا مکمل نظام حکمت، تدبیر اور منصوبہ بندی کی بنیاد پر ستوار ہے۔ اسی طرح اسلام کے معاشی نظام کی بنیاد بھی منصوبہ بندی پر رکھی گئی ہے خود اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں معاشی وسائل حکمت اور منصوبہ بندی سے رکھے ہیں ،انسانوں میں جو معاشی تفاوت رکھا ہے وہ بھی معاشی منصوبہ بندی کی دلیل ہے مزید یہ کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو جو معاشی واقتصادی احکامات دیے ہیں وہ بھی دراصل معاشی منصوبہ بندی کی تعلیم ہیں۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے پہلی اسلامی ریاست مدینہ میں جو معاشی نظام قائم کیا معاشی منصوبہ بندی کی بنا قائم کیا جو کہ معاشی ‌بنصبہ بندی کا ایک اسوہ اور نمونہ ہے اور یہی کیفیت اور خلافت راشدہ کے معاشی نظام کی ہے۔ لہٰذا اسلام کے معاشی نظام میں وسائل معیشت کا بہتر اور متوازن استعمال اور عوامی فلاح و ترقی کے لیے معاشی منصوبہ بندی نہ صرف جائز ہے بلکہ واجب اور ضروری ہے۔ مگر اسلام کا معاشی منصوبہ بندی کا نظام دیگر نظامہائے معیشت کے منصوبہ بندی کے نظام سے کلیتا مختلف ہے۔ اس میں نہ تو سرمایادارانہ نظام معیشت جیسی فرد کو کلیتا آزادی حاصل ہے کہ ریاست کا اجتماعی نظام اور مرکزی منصوبہ بندی کا نظام بے بس ہو جائے اور معاشی نظام صرف منڈی کی قوتوں اور قیمتوں کی میکانیت کے رحم و کرم پر رہ جائے۔ اور نہ ہی اسلام کا معاشی منصوبہ بندی کا نظام اشتراکیت کی طرح عوامی وسائل پر اور ریاست کے تمام ذرائع پیداوار پر حکمران طبقہ کی مطلق العنانی کا ایسا قبضہ ہے کہ افراد کی نجی زندگی غلامی کی زندگی بن کر رہ جائے۔ بلکہ اسلامی معاشی منصوبہ بندی کا نظام اعتدال پر مبنی اور عدل، احسان، تقوی اور تزکیہ نفس جیسے اعلیٰ اقدار سے آراستہ نظام ہے جو نہ

صرف انسان کی مادی بلکہ روحانی ترقی کا بھی ضامن ہے۔ نیز اسلامی معاشی منصوبہ بندی کا نظام ہدایاتی اور راغبانہ دونوں طریق کا حسین امتزاج ہے۔

منصوبہ بندی چونکہ مخصوص مقاصد کے حصول کے لیے کی جاتی ہے لہذا کوئی بھی ملک جب معاشی منصوبہ بندی کرتا ہے تو اس کے پیش نظر مخصوص مقاصد ہوتے ہیں۔ چاہے وہ ملک کنٹرولڈ، مرتکز، تحکمانہ اور ہدایاتی منصوبہ بندی اختیار کرے یا ترغیبات پر مبنی راغبانہ، غیر مرتکز اور آزاد معیشت پر مبنی منصوبہ بندی پر عمل کرے اس کی یہ منصوبہ بندی قلیل مدتی ہو یا درمیانی مدت کی ہو یا طویل عرصے کے لیے ہو مگر یہ طے ہے کہ اس منصوبہ بندی کی بنیاد اس کے مخصوص مقاصد ہوتے ہیں اور یہ مقاصد اس ملک اور قوم کے فلسفہ ءحیات اور نظام زندگی کے تابع ہوتے ہیں اس طرح ان مقاصد میں فلسفہ ءحیات اور نظام زندگی کے دیگر عوامل جیسے سیاسی، معاشرتی، اور معاشی اثرات شامل ہوتے ہیں۔ فلسفہ ءحیات، طرز زندگی اور زندگی کے سیاسی، معاشرتی، اور معاشی عناصر کا اختلاف ہی منصوبہ بندی کے مقاصد میں اختلاف کا سبب بنتے ہیں۔ اسلامی نظام معیشت کے سوا دیگر معاصر نظامہائے معیشت میں مذہبی اور روحانی اقدار کا کوئی عمل دخل نہیں ہے اس لیے ان کی معاشی منصوبہ بندی کے مقاصد فقط مادی نوعیت کے ہوتے ہیں، ان کے برعکس اسلام چونکہ ایک مکمل ضابطہ حیات ہے اس لیے زندگی کے سیاسی، معاشرتی، روحانی اور معاشی تمام پہلو اس کی تعلیمات کے تابع ہوتے ہیں اسی طرح اس کے معاشی منصوبہ بندی کے مقاصد بھی اس کی معاشی تعلیمات اور ہدایات کے تابع ہوتے ہیں اس لیے یہ مقاصد اسلامی نظریہ ءحیات کا مظہر ہوتے ہیں۔ اگرچہ معاشی منصوبہ بندی کا بنیادی مقصد معاشی ترقی ہوتا ہے جو تمام نظامہائے معیشت میں مشترکہ مقصد ہے مگر اس مقصد کے حصول کا طریقہ اور معاشی ترقی کی غرض وغایت میں بنیادی اور اساسی فرق پایا جاتا ہے۔ سرمایادارانہ نظام معیشت میں پورے معاشی نظام کو قیمتوں کی میکانیت کے خودکار نظام کے حوالے کر دیا جاتا ہے۔ اور پھر "نجی ملکیت اور کاروبار کی آزادی" کے باعث ہر شخص نفع کی خاطر بھاگ دوڑ کرتا ہے حکومت صرف فلاحی اور رفاہی اداروں تک محدود ہو کر رہ جاتی ہے اس نظام میں چونکہ تمام معاشی مقاصد کا حصول ممکن نہیں ہوتا لہذا حکومت کو راغبانہ منصوبہ بندی کا سہارا لینا پڑتا ہے جس میں پھر بھی آخر کار سرمایادار اپنے مقاصد کے حصول میں کامیاب رہتا ہے اور یوں مزدور کے استحصال کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ سرمایہ دارانہ نظام کے برعکس اشتراکیت کی منصوبہ بندی مکمل طور پر احکامانہ اور ہدایاتی ہوتی ہے جس میں تمام وسائل پیداوار پر حکومت قابض ہوتی ہے اور عوام بے بس اور لاچار ہو کر ایک غلام کی طرح اس منصوبہ بندی پر عمل پیرا رہتی ہے جبکہ مخلوط معاشی نظام کا نہ تو اپنا کوئی فلسفہ ہوتا ہے اور نہ کوئی حکمت عملی۔ اس نے چونکہ اپنی معیشت کی بنیاد سرمایادارانہ نظام اور اشتراکیت کی تقلید پر رکھی ہے اس لیے اس کی منصوبہ بندی کے مقاصد بھی ان کی تقلید پر مبنی ہوتے ہیں۔ جو کہ اس ملک کے سیاسی، معاشرتی اور معاشی حالات اور خاص طور پر اپنے فلسفہ ءحیات سے عدم مطابقت رکھنے کے باعث ناکام ہو جاتے ہیں۔ یہ نظام کبھی اشتراکیت کی طرف زیادہ مائل ہونے کے سبب اور اس کے اثرات کے باعث اپنی منصوبہ بندی کے مقاصد کے حصول میں ناکام ہو جاتا ہے اور کبھی سرمایاداری نظام کی طرف زیادہ جھکاؤ کے باعث پیدا ہونے والے مسائل و مشکلات کی وجہ سے منصوبہ بندی کے مقاصد حاصل نہیں کر سکتا۔ ان سب کے برعکس اسلامی نظام معیشت میں وسائل معیشت پر ملکیتی حقوق نجی اور اجتماعی لحاظ سے عادلانہ طور پر باہم منقسم ہوتے ہیں نیز اسلامی معاشی منصوبہ بندی کے مقاصد دنیاوی زندگی کے ساتھ ساتھ اخروی زندگی پر بھی محیط ہیں اور چونکہ ان

مقاصد کا حصول حکومت پر نہ صرف ایک معاشی ذمہ داری ہے بلکہ ایک مذہبی فریضہ ہے جو کہ ایک عبادت ہے جس کی حتمی غرض رضائے الٰہی ہے اس لیے اگر اسلامی معاشی منصوبہ بندی کو اس کی روح اور اصل کے اعتبار سے اختیار کیا جائے تو نہ صرف منصوبہ بندی پر عملدرآمد میں پیش آنے والے مسائل و مشکلات پر قابو پایا جاسکتا بلکہ معاشی مقاصد کو سو فیصد کامیابی سے حاصل کیا جاسکتا ہے اور انفرادی و اجتماعی تعاون کو یقینی بنایا جاسکتا ہے جو کہ بذات خود ایک معاشی خوشحالی کی ضمانت ہے۔ اور یہ نظام منصوبہ بندی نہ صرف مادی بلکہ روحانی فلاح و بہبود کی بھی ضمانت ہے۔

اس باب کی تحقیق سے واضح ہوا ہے کہ اسلام کے معاشی نظام میں منصوبہ بندی حکومت پر فرض ہے کیونکہ معاشی ترقی کا حصول، پیداواری وسائل اور ذرائع میں اضافہ اور کامل روزگار کی سطح کا حصول حکومتی فرائض میں شامل ہے اور جو چیز کسی واجب کے حصول کا ذریعہ بنے وہ خود بھی واجب ہو جاتی ہے۔ لہٰذا معاشی منصوبہ بندی کے عمل کی تنظیم و تشکیل حکومت کی سربراہی اور نگرانی میں ہوتی ہے اور اگر ضرورت ہو تو سربراہ ریاست یہ ذمہ داری کسی فرد یا ادارے کو تفویض کر سکتا ہے۔ معاشی منصوبے معاشی اہداف اور مقاصد کے پیش نظر قلیل المیعاد، متوسط المیعاد یا طویل المیعاد ہو سکتے ہیں نیز یہ کہ اسلامی معاشی منصوبہ بندی تحکمانہ طرز کے زیادہ قریب ہوتی ہے تاہم اس میں اشتراکیت کی حکومتی طبقہ وسائل اور ذرائع معیشت پر قابض نہیں ہوتا بلکہ امین اور قاسم ہوتا ہے تاکہ عوام کی بنیادی ضروریات کی تکمیل، تحفظ اور وسائل کی منصفانہ تقسیم کے عمل کو ذمہ داری کے ساتھ پورا کیا جاسکے۔ اسلامی معاشی منصوبہ بندی کے عمل میں حکومت اور عوام کے باہمی تعاون اور اشتراک سے طے پاتا ہے نیز عوامی تعاون اس عمل میں مجبوراً نہیں بلکہ بخوشی اور برضا ورغبت شامل ہوتا ہے اس کی ایک شاندار مثال اسلامی تاریخ میں رشتہء مواخات کی ہے۔ اس لیے اسلامی معاشی منصوبہ بندی کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ یہ حاکمانہ منصوبہ بندی اور راغبانہ منصوبہ بندی کا حسین امتزاج ہے، حکومت مطلوبہ معاشی اہداف کے حصول کے لیے عوام کو سہولیات، مراعات دے کر عوام کو معاشی اہداف و مقاصد کے حصول کی ترغیب و تحریص دیتی ہے اور ایسے شعبے جن میں عوام سرمایہ کاری کرتی ہے یا وہ صنعتیں جو عوامی تحویل میں ہوتی ہیں ان میں حکومت نگران، مد اور معاون ہوتی ہے۔ حکومت یہ کردار اس لیے ہے تاکہ کوئی اس عمل میں کسی کا استحصال نہ کر سکے اور نہ ہی کوئی ایسے کاموں میں سرمایہ کاری کر سکے جو ملکی، قومی اور اجتماعی مفاد کے منافی ہوں۔ چونکہ حکومت اور عوام کے حقوق ملکیت کا مشترکہ مقصد اجتماعی فلاح اور مفاد ہوتا ہے اس لیے حکومتی شعبہ اور نجی شعبہ میں مکمل تعاون اور ہم آہنگی پائی جاتی ہے۔ معاشی منصوبہ بندی کا ایک مقصد بنیادی ضروریات جیسے تعلیم، صحت پانی، بجلی اور مواصلات کی فراہمی ہوتا ہے اس لیے ان ضرورتوں سے متعلقہ ذرائع اور وسائل حکومتی تحویل میں ہوتے ہیں اور حکومت ہی منصوبہ بندی کے ذریعے ان وسائل کی منصفانہ فراہمی کو یقینی بناتی ہے۔ اس لیے ان ضروریات سے متعلقہ صنعتیں اور ادارے حکومتی تحویل میں ہوتے ہیں چنانچہ اسلامی معاشی منصوبہ بندی مرکزی نوعیت کی ہوتی ہے صوبے اس مرکزی منصوبہ بندی کے اہداف اور مقاصد کے حصول کو یقینی بنانے کے عمل میں معاونت کے پابند ہوتے ہیں تاکہ ملک معاشی ترقی کے اہداف کو حاصل کر سکے۔

باب سوم

سرمایہ داری نظام میں معاشی منصوبہ بندی

فصل اول　　سرمایہ داری نظام معیشت

فصل دوم　　سرمایاداری نظام میں معاشی منصوبہ بندی کا تصور، تنظیم و تشکیل

فصل سوم　　سرمایہ داری نظام میں معاشی منصوبہ بندی کے مقاصد

فصل اول　　　　سرمایہ داری نظام معیشت

ذیل کی سطور میں ہم اس بات کا جائزہ لیں گے کہ دنیا میں مروجہ مختلف نظامہائے معیشت میں کس قسم کی منصوبہ بندی کو اختیار کیا جاتا ہے۔ سب سے پہلے ہم سرمایہ دارانہ نظام معیشت کی منصوبہ بندی کا جائزہ لیں گے۔ اور اس سے پہلے یہ ضروری ہے کہ نظام سرمایہ داری سے متعلق جانا جائے جو کہ دنیا کے مشہور اور بڑے معاشی نظاموں میں سے ایک اہم اور موثر نظام ہے۔ اسے عدم مداخلت کا اور آزادانہ معاشی نظام بھی کہتے ہیں۔ یہ نظام جرمنی، فرانس، برطانیہ اور امریکہ میں اپنی خالص شکل میں مروج ہے۔ اس نظام نے موجودہ حالت میں پہنچنے کے لیے کئی ارتقائی مراحل طے کیے ہیں۔ مگر اتنی بات مسلمہ ہے کہ جاگیر داری کے خاتمے اور یورپ کی نشاط ثانیہ (چودھویں صدی عیسوی سے سولہویں صدی عیسوی تک) کے بعد لوگوں کو ہر شعبہ زندگی میں آزادی مل گئی اور آزادی کا یہ تصور سیاست، معیشت، اخلاق، قانون، ادب غرض یہ کہ ہر شعبہ زندگی پر غالب آگیا جس کے نتیجے میں جدید سرمایہ دارانہ جمہوریت اور نظام حکومت نے جنم لیا۔ ذیل میں سرمایہ دارانہ نظام معیشت سے متعلق مفکرین کی پیش کردہ آرا اور تعریفات کا جائزہ لیتے ہیں۔

“Capitalism is a social system based on private ownership of the means of production.”[414]

"سرمایہ داری نظام ایسا سماجی نظام ہے جس کی بنیاد اس پر ہے کہ جس میں پیداواری ذرائع نجی ملکیت میں ہوتے ہیں"۔

"نشاط ثانیہ ہی کے دور سے اس بورژوا طبقے نے اپنی اس وسیع المشربی کا صور پھونک پھونک کر پادریوں اور جاگیرداروں اور مالکان زمین کے قبضے سے جتنا میدان نکلا اس کے وہ خود "حقدار" بنتے چلے گئے۔۔۔ مثال کے طور پر جب انگلستان میں پارلیمینٹری طرز حکومت کی بنا پڑی اور پارلیمنٹ میں اصل اقتدار امراء (لارڈس) کے ہاتھ سے نکل کر "عوام" (کامنز) کے ہاتھ میں آیا تو اس سارے اقتدار کو ان وسیع المشرب بورژوا ہی نے اچک لیا"[415]

اور پھر انہوں نے دنیا میں بے قید، آزاد اور عدم مداخلت کے اصول پر نظام معیشت "سرمایہ داری" کو رواج دیا

“Capitalism is the particular type of economy based on prvate ownership of the means of production and the pursuit of profit”[416]

"سرمایہ دارانہ نظام ایک مخصوص قسم کا نظام معیشت ہے جو ذرائع پیداوار کی نجی ملکیت اور منافع کے حصول کے مقاصد پر مبنی ہے"

اس تعریف کی رو سے سرمایہ دارانہ معیشت سے مراد ایسا نظام ہے جس میں سرمایہ نجی ملکیت میں ہوتا ہے اور سرمایہ کار اپنے نجی کاروبار کی بدولت منافع کے حصول کیلئے اسے جس طرح چاہیں استعمال میں لانے کیلئے آزاد ہوتے ہیں۔

---

[414] George Reisman,Capitalism,(TJS Books Laguna Hills California 1998,) 19

[415] مودودی ابوالاعلی، اسلام اور جدید معاشی نظریات، اسلامک پبلی کیشنز، لاہور، 2001، ص 13

[416] Frank Stilwell,political economy(Oxford University Press,New York,2002,) 386

"Capitalism is a system of economic organization in which individual person singly or in groups privately owened production resources including land and possess the right to use these resources generally in whatever manner they choose."[417]

"سرمایادارانہ نظام معاشی تنظیم کا وہ نظام ہے جس میں فرد اکیلا یا گروہی شکل میں وسائل پیداوار بشمول زمین کے مالک ہوتے ہیں اور ان وسائل کو اپنی مرضی کے مطابق کسی بھی پیداواری شعبہ میں استعمال کرنے کے لیے عمومی طور پر آزاد ہوتے ہیں"۔

یعنی یہ نظام وہ معاشی تنظیم ہے جس میں افراد، انفرادی یا اجتماعی طور پر زمین سمیت پیداواری ذرائع کے مالکانہ حقوق رکھتے ہیں۔ اور وہ ان ذرائع کو جس طریقے سے چاہیں استعمال میں لانے کے مجاز ہوتے ہیں۔

Pure capitalism is defined as a system where in all the means of production (physical capital) are privately owned and run by the capitalist class for a profit, while most other people workers who work for a salary or wage (and donot own the capital or the product).[418]

"ایک خالص سرمایہ دارانہ نظام کو اس طرح بیان کی جاسکتا ہے کہ یہ ایک ایسا معاشی نظام ہے جس میں تمام ذرائع پیداوار نجی ملکیت میں ہوتے ہیں اور سرمایہ دار طبقہ ہی منافع کے حصول کے لیے ان کو استعمال کرتا ہے جبکہ دوسرے لوگ جو زیادہ تر مزدور طبقہ ہیں جو اجرت اور تنخواہ کے لیے کام کرتے ہیں (جو نہ سرمائے کے مالک ہوتے ہیں اور نہ پیداوار کے)"

مولانا حفظ الرحمان سیوہاروی[419] سرمایہ دارانہ نظام کے فلسفہ سے درج ذیل اصول اخذ کرتے ہیں:

1 تمام ذرائع پیداوار افراد کے ہاتھوں میں اس طرح آزاد ہوں کہ ان کا مفاد مخصوص افراد کے حق میں ثابت ہو نہ کہ جماعت اور سماج کے حق میں۔

2 پیداوار نجی فائدہ کے اصول پر ہو نہ کہ عوام کی ضروریات کے فائدہ اصول پر اور اس لیے ضروریات کے تخمینہ کی مطابقت کی بجائے ذاتی اغراض کے اندھا دھند طریقہ پر ہو۔

3 ان ہر دو مقاصد کو کامیاب بنانے کے لیے ایسے طرز حکومت کی طرح ڈالی جائے جس میں قوانین کے ذریعے سرمایہ داری کی حفاظت و ترقی کا سامان فراہم کر سکے۔[420]

ڈاکٹر منان اس نظام کے بارے میں لکھتے ہیں

"Infact Capitalism, as we find it today ,has come to signify a religion of money or Doller Dictatoship"[421]

---

[417] William N. Loucks, *Comparative Economic system*. (New York, 1952),20

[418] Zambalist,Sherman and Brown, Andrew,howard Jand Staurt (*Comparing economic systems: A political Economic Aproach*, *Harcourt College*,pub ,pp 6-7 October 1988 ISBN 978-o-15-512403-5

[419] آپ ضلع بجنور کے علاقہ سیوہارہ میں 1901ء میں پیدا ہوئے جمیعۃ علماء ہند کے ناظم اعلیٰ اور تحریک آزادی کے لیڈر رہے دارالعلوم دیوبند اور ندوۃ العماء میں درس و تدریس اور تالیف و تصنیف کی خدمات سرانجام دیں 1962ء میں وفات پائی

[420] سیوہاری حفظ الرحمٰن، اسلام کا اقتصادی نظام، مکتبہ رحمانیہ لاہور ص 391

[421] M A Mannan,Islamic Economics

جیسا کہ دور حاضر میں ہم نے سرمایہ دارانظام کو پایا ہے کہ یہ دراصل رقم اور ڈالر کی آمریت ہے"

"نظام سرمایہ داری جو کیپیٹل ازم کا ترجمہ ہے دراصل نام ہے اس خاص معاشی نظام کا جس میں کیپیٹل یعنی سرمائے کو پیدائش دولت کا ایک عامل تسلیم کیا جاتا ہے۔ بالفاظ دیگر جس کی بنیاد اس نظریے پر قائم ہوتی ہے کہ محنت کی طرح سرمایہ بھی دولت کو پیدا کرتا ہے۔ لہٰذا وہ محنت اور سرمائے کے اشتراک سے پیدا شدہ دولت کو محنت کش اور سرمایہ دار دونوں کو حقدار ٹھہراتا ہے۔ چونکہ یہ نظام کیپیٹل کو پیدائش کا ایک بنیادی عامل تسلیم کرتا ہے۔ اور اس کو بڑی اہمیت دیتا ہے لہٰذا اس وجہ سے اسے کیپیٹل ازم سے موسوم کیا گیا ہے"۔[422]

مفکرین وماہرین اقتصادیات کی درج بالا آرا سے درج ذیل حقائق واضح ہوتے ہیں؛

1 سرمایہ دارانہ معاشی نظام میں نجی ملکیت کو بنیاد کی حیثیت حاصل ہے اسے نہ صرف ذاتی استعمال کی اشیا کے استعمال اور تصرف پر مکمل حق حاصل ہے بلکہ اشیائے سرمایہ (جن کی مدد سے اشیائے صرف پیدا کی جاتی ہیں) کی ملکیت کا بھی مکمل اور پورا پورا حق حاصل ہے اس طرح ایک فرد ہر قسم کے ذرائع پیدوار کی ملکیت کا حق رکھتا ہے اور پھر اس ملکیت کے استعمال کے آزادانہ اور لامحدود اختیارات چونکہ ذاتی اور نجی مفادات پر مبنی ہوتے ہیں نتیجتاً دولت کی غیر مساوی تقسیم عمل میں آتی ہے اور دولت معاشرے کے چند افراد میں مرتکز ہو کر رہ جاتی ہے اور امیر امیر تر ہوتا چلا جاتا ہے اور غریب غریب تر ہوتا چلا جاتا ہے اور معاشرہ طبقاتی کشمکش کا شکار ہو جاتا ہے

2 چونکہ افراد کو ذاتی ملکیت کو استعمال کرنے کے لامحدود اختیارات حاصل ہوتے ہیں اس لیے وہ اپنے سرمائے کو ایسے کاروبار میں لگاتے ہیں جہاں انھیں زیادہ سے زیادہ نفع حاصل ہو چاہے اس کاروبار اور پیشے کے معاشرے پر معاشی، اخلاقی اور مذہبی اعتبار سے کتنے ہی برے اثرات مرتب ہوں اور سرمایہ دار زیادہ سے زیادہ منافع کے حصول کے لیے محنت کی اجرت کم سے کم کرنا چاہتا ہے جس سے مزدور اور اجیر کا استحصال ہوتا ہے۔ چنانچہ اس نظام میں محنت کار اور مزدور، اجیر اور سرمایہ دار کے ہاتھوں محتاج اور بے بس ہو کر رہ جاتا ہے۔ نیز زیادہ سے زیادہ نفع کمانے کی لالچ میں سرمایہ دار اجتماعی مفاد پس پشت ڈال دیتا ہے۔

3 اس نظام میں منڈی کی قوتیں اور قیمتوں کی میکانیت اہم کردار ادا کرتے ہیں چونکہ سرمایہ دار منافع لینا چاہتا ہے اور منافع لاگت اور قیمتوں کے فرق سے حاصل ہوتا ہے اور کسی بھی چیز کی قیمت کا تعین اس چیز کی طلب اور رسد کے توازن سے ہوتا ہے چنانچہ اشیا کی طلب اور رسد قیمت کو متاثر کرتے ہیں اسی طرح عاملین پیدائش کے معاوضوں کے تعین میں بھی قیمتوں کی میکانیت، بازاری قوتیں یعنی ان عاملین کی طلب و رسد بنیادی کردار ادا کرتے ہیں۔ سرمایہ دار اپنے منافع کو زیادہ سے زیادہ کرنے کے لیے عاملین کا ایسا اشتراک حاصل کرتا ہے جس پر لاگت کم سے کم آئے اور سرمایہ دار ایسا کرنے میں مختلف ہتھکنڈوں حیلے بہانوں، چالاکی، عیاری اور مکاری سے محنت کی اجرت کم ادا کر کے اپنا منافع بڑھانے کی کوشش میں لگا رہتا ہے نتیجے کے طور سرمایہ دار کی ایک فیکٹری سے کئی فیکٹریاں بن جاتی ہیں جبکہ مزدور اور محنت کار ساری زندگی بنیادی ضروریات زندگی بھی پوری حاصل نہیں کر پاتا۔

[422] طاسین محمد، "سرمایہ داری، اشتراکیت اور اسلام" "ماہنامہ بینات کراچی، شمارہ ذی القعدہ 1390ھ

4 اس نظام میں ریاست نجی کاروبار اور سرمایہ کاری میں مداخلت نہیں کرتی کیونکہ آزاد اور بے قید معاشی سر گرمیوں کو سرمایہ دارانہ اصولوں کے مطابق جاری رکھنے کے لیے لازم ہے کی حکومت وریاست افراد کے نجی کاروبار میں مداخلت نہ کرے اس کا کردار صرف محافظ اور نگران کا ہو "اس کا کام صرف یہ ہے کہ ایسے حالات پیدا کرے جن میں انفرادی آزادی عمل زیادہ سے زیادہ محفوظ ہو سکے اسے امن اور نظم قائم کرنا چاہیے ، حقوق ملکیت کی حفاظت کرنی چاہیے معاہدوں کو قانون کے زور سے پورا کرانا چاہیے اور بیرونی حملوں، مزاحمتوں اور خطروں سے ملک اور ملک کے کاروبار کو بچانا چاہیے۔ریاست کا منصب یہ ہے کہ منصف اور نگراں اور محافظ کی خدمت انجام دے،نہ یہ کہ خود تاجر اور صناع اور زمیندار بن بیٹھے ،یا تاجر اور صناعوں اور زمینداروں کو اپنی بار بار کی خلل اندازی سے کام نہ کرنے دے" [423] چنانچہ اس نظام میں معاشی فیصلوں اور ان پر عملدرامد کا کام مکمل طور پر افراد پر چھوڑ دیا جاتا ہے کیونکہ عوام اپنے مفاد کی بہترین محافظ ہوتی ہے۔لہذا وہ ٹیکس کی ادائیگی کے بعد معاشی جدوجہد کرنے میں آزاد ہیں اور نفع اور نقصان کے خود ذمہ دار ہیں۔ حکومت کا کام یہ ہے کہ جہاں نظام سرمایہ داری کے خلاف ورزی ہو قانون کی طاقت سے اس کی اصلاح کرے۔

5 سرمایہ دارانہ نظام معیشت کی خصوصیات ، اصول و قوانین سے اور حقائق سے مترشح اور واضح ہوتا ہے کہ یہ نظام مادہ پرستی، آزادروی اور افادیت پسندی جیسی فکری بنیادوں پر استوار ہے اس میں دولت مند اور سرمایہ دار طبقہ پورے ملکی نظام معیشت،سیاست اور معاشرت پر غالب رہتا ہے حتیٰ کہ یہ طبقہ اپنے سرمایے اور دولت کے بل بوتے پر میڈیا کا بھی مالک بن جاتا ہے اس طرح رائے عامہ کو اپنے اغراض و مقاصد کے لیے ہموار کرلیتا ہے یہاں تک کہ حکومت سازی اور اس کی پالیسیوں کی تشکیل میں بھی اس طبقہ کا غالب کردار ہوتا ہے۔اس طرح سود جو کہ اس نظام میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے جو کہ دولت کی غیر مساوی تقسیم کا سبب بنتا ہے جس کے نتیجے میں قومی وسائل، سرمایہ اور دولت سرمایہ دار طبقہ کے پاس مرتکز ہو کر رہ جاتی ہے اور دولت و سرمائے کا یہ ارتکاز بے روزگاری کا سبب بنتا ہے ملک مین طبقاتی کشمکش پیدا ہوجاتی ہے اور ملکی آبادی کا اکثریتی طبقہ بنیادی ضروریات سے بھی محروم ہو کر رہ جاتا ہے۔

نظام سرمایہ داری میں تمام زرعی زمین کارخانے اور دیگر وسائل پیداوار نجی ملکیت میں ہوتے ہیں۔افراد کو مکمل آزادی ہوتی ہے کہ اپنے وسائل اپنے نجی مفاد کے مطابق جس طرح چاہیں استعمال کریں ان کا بنیادی مقصد زیادہ سے زیادہ منافع کمانا ہوتا ہے۔لہٰذا اس نظام میں سرمایہ دار معاشی سرگرمیوں کا رخ متعین کرتے ہیں۔

سب سے زیادہ اہم اور موثر کردار قیمتوں کی میکانیت کا نظام ہے۔وہی اشیاء پیدا کی جاتی ہے جن کی قیمتیں اتنی ہوں کہ وہ آجر کے منافع کا باعث بن سکیں۔ حکومت کو افراد کی معاشی سرگرمیوں میں قطعاً دخل نہیں اس کا کام صرف امن وامان کا قیام اور عدل و انصاف مہیا کرنا ہے۔ یوں اس نظام میں حکومت کا کردار دفاع انتظامیہ تعلیم اور بہبود عامہ تک محدود ہو کر رہ جاتا ہے۔جیسا کہ مولانا مودودی [424] لکھتے ہیں:

[423] مودودی ابوالاعلیٰ،اسلام اور جدید معاشی نظریات،اسلامک پبلی کیشنز لاہور،1998ء ص23

[424] اسلامی مفکر، مفسر، اور متکلم 1903 اورنگ آباد انڈیا میں پیدا ہوئے 1941 میں مشہور مذہبی جماعت "جماعت اسلامی کی بنیاد رکھی، 1979 میں وفات پائی۔

اس سارے کاروبار میں ریاست کا کام یہ نہیں کہ پیدائش دولت کے فطری عمل میں خواہ مخواہ مداخلت کرے بلکہ اس کا کام صرف یہ ہے کہ ایسے حالات پیدا کرے جن میں انفرادی آزادی کا عمل زیادہ سے زیادہ محفوظ ہو سکے۔ اسے امن اور نظم و ضبط قائم کرنا چاہیے۔ حقوق ملکیت کی حفاظت کرنی چاہیے۔ معاہدوں کو قانون کے زور سے پورا کرنا چاہیے بیرونی حملوں اور مزاحمتوں اور خطروں سے ملک کو اور اس کے کاروبار کو بچانا چاہیے۔ ریاست کا منصب یہ ہے منصب اور نگران اور محافظ کی خدمت انجام دے نہ یہ کہ خود تاجر اور صناع اور زمیندار بن بیٹھے یا تاجروں صناعوں اور زمیداروں کو اپنی بار بار کی خلل اندازی سے کام نہ کرنے دے۔[425]

[425] مودودی ابوالاعلی، اسلام اور جدید معاشی نظریات، اسلامک پبلیکیشنز لاہور، 1981

فصل دوم

سرمایہ دارانہ نظام میں معاشی منصوبہ بندی کا تصور

اس فصل میں اس سوال کی تحقیق کی جائے گی کہ ایسا نظام معیشت جس میں حکومت کا کردار صرف ایک نگران اور محافظ کا ہو اس میں معاشی منصوبہ بندی کی نوعیت کیا ہوگی؟اس نظام کی معاشی منصوبہ بندی میں حکومت کا کردار کیا ہوگا؟معاشی منصوبہ بندی کی تنظیم و تشکیل کیسے ہوتی ہے؟

"Planning under capitalism dose not mean planning by state. Capitalist planning is an indicative planning or the planning by inducement.Under this planning, private sector is given full opportunity. Capitalism involves private ownership of the means of production." [426]

"سرمایا دارانہ نظام پر مبنی منصوبہ بندی کا مطلب ریاستی منصوبہ بندی نہیں ۔بلکہ ہدایاتی منصوبہ بندی یا ترغیبانہ منصوبہ بندی ہے۔منصوبہ بندی کی اس قسم میں نجی شعبہ کو مکمل اختیارات حاصل ہوتے ہیں۔سرمایا دارانہ نظام کا مطلب ہی یہ ہے کہ وسائل پیداوار کا نجی ملکیت میں ہونا"۔

یعنی اس نظام معیشت میں راغبانہ اور ہدایاتی طرز کی منصوبہ بندی کی جاتی ہے یعنی عوام کو ترغیب دے کر سکیموں اور پالیسیوں کی تکمیل اور ہدف کے حصول کی ترغیب دی جاتی ہے۔پس سرمایہ دارانہ نظام معیشت میں چونکہ ذرائع پیدائش عوام کے ہاتھوں میں ہوتے ہیں اور نجی آجرین ہی اشیاء پیدا کرتے ہیں اس لیے اس نظام میں منصوبہ بندی کسی اتھارٹی کے ماتحت نہیں ہوتی۔حکومت کوئی منصوبہ بندی نہیں کرتی بلکہ قیمتوں کی میکانیت ہی اشیاء کی پیدائش، تقسیم اور تبادلے کے بارے میں کردارادا کرتی ہے۔حکومت صرف دفاع انتظامیہ اور تعلیم کے فرائض انجام دیتی ہے۔

"The state can plan as much as it wants but it should plan not by direction, but by manipulating the market".[427]

"اس نظام میں ریاست جو چاہتی ہے منصوبہ سازی کرتی ہے مگر اس کی یہ منصوبہ سازی احکامات پر مبنی نہیں ہوتی بلکہ منڈی کی اجارہ داری اور قیمتوں کی میکانیت پر مبنی ہوتی ہے"۔

مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ معاشی منصوبہ بندی دنیا کے تقریباً تمام ممالک کی،معیشت میں کسی نہ کسی طرح دخیل ہے۔

"The countries farthest from planning – Canada, The Federal Republic of Germeny and USA are infact non planning countries. They do however make long-term forecast, formulate comprehensive and coharent policies and accord priorities to the aims to be achieved".[428]

---

[426] B,N Ghosh and Rama Ghosh, *Economic Growth Development And Planning*, 522
[427] ibid
[428] A.N.G Agarwal, *Economic Planning*,335

"غیر منصوبہ بند معیشت کے حامل ممالک جیسے کینیڈا، جرمنی اور امریکہ بھی اب غیر منصوبہ بند معیشت کے حامل ملک نہیں رہے ہیں وہ بھی طویل مدتی منصوبہ بندی، جامع پالیسیاں اور مطلوبہ مقاصد کے لیے ترجیحات بناتے ہیں"۔ اس لئے کہ معاشی مقاصد کے حصول کیلئے جو بھی فیصلے کئے جاتے ہیں یا پالیسیاں اختیار کی جاتی ہیں وہ دراصل معاشی منصوبہ بندی ہی ہیں۔ اس لئے یہ کہنا غلط نہ ہو گا کہ آج کے دور میں کسی بھی ملک کیلئے معاشی مقاصد کے حصول کے لئے معاشی منصوبہ بندی سے مفر نہیں۔ لیکن اس کی نوعیت اور شکلیں مختلف ہو سکتی ہیں۔ مگر اس نظام میں صرف ان امور سے متعلق منصوبہ بندی کی جاتی ہے جن امور کو "سرکاری" تصور کیا جاتا ہے۔ یا وہ امور جن کی حکومت خود ذمہ دار ہوتی ہے۔ مثلاً موثر طلب یا مجموعی طلب کو برقرار رکھنا تاکہ افراط زر اور بے روزگاری پیدا نہ ہو۔ اجارہ دارانہ قوتوں کو مرتکز نہ ہونے دینا تاکہ قیمتوں کی میکانیت کی راہ میں رکاوٹیں حائل نہ ہوں۔ دفاع، انتظامیہ، تعلیم اور بہبود عامہ کے شعبوں کو چلانا حکومتی ذمہ داری ہوتی ہے

راغبانہ منصوبہ بندی Induced Planning

یہ ایک ایسی منصوبہ بندی ہے جس میں تمام معاشی فیصلے ترغیب کی بنیاد پر انجام پاتے ہیں۔ یہاں احکامات کی بجائے راغبانہ انداز پایا جاتا ہے۔ آجرین آزاد ہوتے ہیں۔ صرف اور پیدائش پر کوئی پابندی نہیں ہوتی لیکن یہ تمام آزادیاں سرکاری کنٹرول اور ریگولیشن کے تحت ہوتی ہیں۔ جہاں معاشی فیصلے اور اہداف ترغیبات کی بنیاد پر حاصل کئے جاتے ہیں۔ ایسی منصوبہ بندی کو راغبانہ منصوبہ بندی کہتے ہیں۔

“This type of planning involves no compulsion, but only persuasion. It involves less sacrifice of individual liberty. In this type of planning the central authority achieves the objectives of planning by offering”.[429]

"اس قسم کی منصوبہ بندی میں کسی مجبوری کا کوئی عنصر نہیں پایا جاتا۔ اس میں بہت کم ہی فرد کو آزادی کی قربانی دینی پڑتی ہے۔ منصوبہ بندی کی اس قسم میں مرکزی اتھارٹی ترغیب اور پیش کش کے ذریعے منصوبہ بندی کے مقاصد حاصل کرپاتی ہے"

منصوبہ بندی کی یہ قسم دنیا کے سرمایہ دارانہ اور مخلوط معاشی نظام کے حامل ممالک جیسے کہ امریکہ، جرمنی، برطانیہ، فرانس، پاکستان اور ہندوستان میں رائج ہے۔

جمہوری منصوبہ بندیDemocratic Planning

“Democratic planning is based on free enterprise system. It is practically confined to the official sector directly.”[430]

"جمہوری منصوبہ بندی آزاد مارکیٹ کے نظام پر قائم ہے۔ یہ عملی طور پر براہ راست سرکاری شعبے تک محدود ہوتی ہے۔

جمہوری ممالک میں جو منصوبہ بندی اختیار کی جائے اسے جمہوری منصوبہ بندی کہا جاتا ہے۔ جہاں منصوبہ بندی بورڈ یا منصوبہ بندی کا کمیشن تشکیل دیا جاتا ہے۔ جو مختلف اداروں، ماہرین اور دانشوروں کی آراء کی روشنی میں عوام کی ضرورتوں اور تقاضوں کے مطابق منصوبہ مرتب کرتا ہے۔ اس کے بعد منصوبہ بندی کا بل پارلیمنٹ کے سامنے منظوری کے لئے پیش کیا جاتا ہے۔ اس میں سرکاری اور غیر سرکاری دونوں شعبوں

[429] Ibid,512
[430] Ibid,520

کیلئے منصوبہ بندی کی جاتی ہے۔جمہوری منصوبہ بندی میں نجی جائیداد کا حق حاصل ہوتا ہے۔قومی ملکیت میں لینے کے اختیارات محدود ہوتے ہیں۔ جمہوری منصوبہ بندی کا مقصد دولت کی تقسیم کی ناہمواری کو دور کرنا ہوتا ہے۔

حکومت کا کردار

اس ضمن میں سب سے پہلے جو عنصر اپنا کردارادا کرتا ہے وہ ریاست کی ذمہ داری اور نگرانی ہے کیونکہ کسی بھی ملک میں حکومت کو اپنی ریاست کے اداروں اور فیصلہ ساز مشینریوں پر کنٹرول ،اختیاراور مداخلت کا حق حاصل ہوتا ہے۔لہذا سب سے پہلے یہ دیکھنا مقصود ہے کہ آیامعاشی منصوبہ بندی کے طریقہ کار میں حکومت کا کوئی کردار ہے یا نہیں۔کیونکہ:

“First, the state may seek to ensure that the general economic environment is favourable to growth”[431]

" پہلا کام جو حکومت نے کرنا ہے وہ یہ ہے کہ حکومت اس بات کو یقینی بنائے کہ عام معاشی حالات اور ماحول معاشی ترقی کے لیے ساز گار ہیں" لہذا حکومت کا کردار یہ ہے کہ وہ ایسے اقدامات کرے اور ایسی فضاء قائم کرے کہ ملکی معیشت ترقی کرے لہذا یہ حکومت کا کام ہے کہ خود دیکھے کہ ملک کیسے ترقی کر سکتا ہے نہ کہ حکومت افراد پر چھوڑدے کہ وہ اسے ترقی کی راہ پر لے جائیں۔گویا منصوبہ بندی میں پہلا کام ہی حکومت کا ہے کہ وہ معاشی ترقی کے لیے حالات ساز گار بنائے۔

جیسا کہ John Maynard Keynes[432] کا کہنا ہے:

"The important thing for government is not to do things wlich individuals,are doing already and to do then a little better or a little worse but to do things which at present are not done at all”[433]

"حکومت کے لیے ضروری نہیں وہ ایسے کام کرے جو افراد خود پہلے سے کر رہے ہیں اور نہ یہ کہ کچھ مزید بہتر یا برا کرے بلکہ حکومت وہ کام کرے جو اب تک ہوئے ہی نہیں ہیں"۔

لہذا ملکی معیشت کی ترقی کے لئے وہ اقدامات اور پالیسیاں اور حکمت عملی حکومت نے طے کرنی ہیں جو افراد نہیں کر پاتے کیونکہ۔

Every Deportment of the government is engaged in the process of planning,the government creates a special planning agency for peparing the development plan for the country”[434]

"گورنمنٹ کا ہر محکمہ منصوبہ بندی کے عمل میں مصروف ہوتا ہے،حکومت ملک کی ترقیاتی منصوبہ کے لیے منصوبہ بندی کی ایک خاص ایجنسی قائم کرتی ہے"

چنانچہ حکومت اس مقصد کے لئے ایک کمیٹی یا بورڈ تشکیل دیتی ہے جو معاشی منصوبہ بندی کے امور سرانجام دیتا ہے

---

[431] Thomas Wilson. *Planning and Growth* (Macmillan& Co LTD, London,1965),8

[432] برطانوی ماہر معاشیات اورکینزین مکتب فکر کے بانی 1883 میں کیمبرج میں پیدا ہوئے کلی معاشیات میں انقلابی تصورات پیش کیئے 1946 میں وفات پاگئے۔

[433] John Maynard Keynes, *Essays in persuasion* (Ruperthart-davis, 1952)317

[434] Ghosh B.N., *Economic growth development and planning*,532

“During the depression of thirties U.S.A undertook some amount of planning to make the economy stable.Thus some elements of planning can be found in the U.S economy”.[435]

" 1930ء کی عالمی کساد بازاری کے دوران امریکہ نے معیشت کے استحکام کے لیے تھوڑا بہت منصوبہ بندی کے طریق کو اختیار کیا۔اس طرح منصوبہ بندی کے کچھ عناصر امریکہ میں ملتے ہیں"

چنانچہ امریکہ کی حکومت نے اپنی معیشت کی بحالی اور ترقی کے لئے مختلف احکامات اور اقدامات اختیار کئے جیساکہ امریکی صدر Roosevelt نے کیپیٹلزم کو بچانے اور معیشت کی بحالی کے لئے New deal پروگرام بنایا۔

“The new deal involved certain amount of planning and it increased government supervision and control”[436]

"نیوڈیل ایک خاص قسم کی منصوبہ بندی تھی۔اور اس سے حکومتی نگرانی اور اختیارات میں اضافہ ہوا"

اسی طرح امریکہ میں قیمتوں کے انتظام کے لئے حکومت نے Officer of Price Administration (OPA) ایجنسی بنائی تنازعات کے خاتمے کے لئے (National War Board (NWB بنایا۔ اس طرح ایک اور سرمایہ دارانہ نظام کے حامل ملک برطانیہ نے بھی دوسری جنگ عظیم کے اثرات کے نتیجہ میں 1947ء میں معاشی منصوبہ بندی کو اختیار کیا اور گورنمنٹ نے منصوبہ بندی کی مشینری تشکیل دی۔

“In U.K economic planning was first adopted in 1947 .The government accordingly established a planning machinery to look in to the various problem of planning. The cabinet was the approving agency of economic plans. The cabinet had two committees’ Economic Policy Committee (EPC) and the Production Committee. The EPC dealt with policy problems while the Pc dealt with the investment programme.”[437]

"برطانیہ نے 1947 میں منصوبہ بندی کو اختیار کیا۔اس سلسلے میں حکومت نے منصوبہ بندی کے مسائل کا جائزہ لینے کے لیے منصوبہ بندی کی مشینری قائم کی منصوبے کی منظوری کابینہ دیتی تھی۔کابینہ دو کمیٹیوں EPC اور PC پر مشتمل تھی۔پہلی کمیٹی پالیسی کے مسائل کو حل کرتی اور دوسری کمیٹی سرمایاکاری کے پروگرام کا جائزہ لیتی تھی"۔

مندرجہ بالا حقائق سے واضح ہوتا ہے کہ دنیا کا کوئی بھی ملک اور چاہے وہ کسی بھی معاشی نظام کا حامل ہو اس میں حکومت کا معاشی فیصلوں، پالیسیوں اور منصوبوں کے تمام مراحل آغاز سے نتائج تک ایک بنیادی اور اہم کردار حاصل ہے چاہے وہ ملک اشتراکی نظام کا حامل ہے یا سرمایہ دارانہ نظام کا یا مخلوط نظام معیشت کا علمبردار ہے ہر ملک کی حکومت اپنی معاشی پالیسیوں منصوبوں میں اہم کردار ادا کرتی ہے چاہے وہ ملک سرمایہ دارانہ نظام کا حامل بھی کیوں نہ ہو کیونکہ:

[435] Ibid ,609
[436] B.N Ghosh and Rama GHOSH, *Economic Growth Development and planning*, 610
[437] Ibid ; 606,607

"Only state action can assure compition. In this as in somuch else the market economy can not function adequately without positive support from the state." [438]

"صرف حکومتی عمل ہی مقابلے کی فضا کو قائم رکھ سکتا ہے اس میں اور اس طرح کئی کاموں میں مارکیٹ اکانومی حکومت کے مثبت تعاون کے بغیر مناسب طور پر کام نہیں کر سکتی"

اسلامی معاشی منصوبہ بندی میں بھی حکومتی کردار کو بنیادی اہمیت و مقام حاصل ہے۔ کیونکہ

"The economic development is a function of leader ship". [439]

"معاشی ترقی ایک قیادت کا کام ہے"

اور حکومت ہی وہ قیادت ہے جو معاشی ترقی کی غرض سے منصوبہ بندی میں ترغیبانہ اور ہدایاتی طرز پر مبنی دونوں طریقے اختیار کرتی ہے۔

اسلام کے معاشی نظام کے تحت بھی معاشی پالیسیوں اور منصوبوں میں حکومت کا کردار کلیدی اور بنیادی اہمیت کا حامل ہے جیسا کہ انفاق فی سبیل اللہ کے احکامات وہدایات مواخات مدینہ، خلفائے راشدین کے دور میں عطایا کی تقسیم، علاقہ سواد کی زمینوں کی تقسیم اور تسعیر اور تحدید ملکیت کے احکامات وہدایات اس بات کے بین ثبوت ہیں کہ حکومت کو ملکی معیشت کی پالیسیوں اور منصوبہ بندیوں میں اولین اور بنیادی اہمیت و مقام حاصل ہے۔ ملکی نظام معیشت کے تمام فیصلے حکومتی احکامات کے تابع ہوتے ہیں۔ معاشی منصوبہ بندی میں حکومت کا کردار بہت اہمیت کا حامل ہے دنیا کے ہر ملک میں حکومت کا وہاں کے معاشی نظام میں ایک اہم کردار ہے۔

Even the greatest worshipper of laisser faire has never suggested that there should be no state. [440]

"حتیٰ کہ آزاد معیشت کے عظیم ترین علم بردار نے بھی کبھی یہ تجویز نہیں کیا کہ منصوبہ سازی میں حکومت کا کوئی کردار نہیں ہونا چاہیے"

البتہ سوشلزم میں منصوبہ بندی مکمل طور پر حکومت کرتی ہے مگر سرمایہ دارانہ نظام معیشت میں بھی حکومتی کنٹرول اور کردار کے بغیر منصوبہ بندی کا عمل ممکن نہیں۔

It is clear that nothing in the market mechanism it self either establishes or maintains competition. Only state action can assure competition. In this as in so much else the market economy cannot function adequately with out positive support from the state. [441]

"یہ بات بالکل واضح ہے کہ لہٰذا مارکیٹ کے نظام میں کچھ ایسا نہیں جو از خود اسے قائم کرے یا مقابلے کی فضا برقرار رکھے صرف حکومتی کردار سے ہی مقابلہ کی فضا قائم ہو سکتی ہے۔ اس جیسی اور کئی لحاظ سے مارکیٹ کی معیشت حکومتی تعاون کے بغیر مناسب طور پر اپنا کردار ادا نہیں کر سکتی"۔

معاشی سرگرمیوں اور منصوبہ بندی میں حکومت کے کردار کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

---

[438] W. Arthur lewis. *The principal of economic planning* (Unwin University Books London1970)14
[439] K.M.Azam *Econmics and politics of development* (Rayal Books company karachi 1968) 8
[440] W.Arther lewis, *The Principles of Economic Planning*,12
[441] Ibid 14

1-بالواسطہ کردار

2-براہ راست یابلاواسطہ کردار

جو ممالک سرمایہ دارانہ نظام معیشت کے حامل ہیں وہاں حکومت کا کردار بالواسطہ ہے اور وہاں نجی شعبہ کے اختیارات کے لئے دلائل دیئے جاتے ہیں جبکہ جن ممالک میں سوشلزم نظام رائج ہے وہاں حکومت براہ راست اور بلاواسطہ کردارادا کرتی ہے۔ کیونکہ اگر اختیارات نجی شعبہ کے پاس ہوں تو اجارہ داریاں جنم لیتی ہیں اور مفاد عامہ سے وابستہ شعبے جیسا کہ ہسپتال، کالجز، سڑکیں رفاہی و فلاحی ادارے ان میں سرمایہ کاری نہیں کی جاتی۔ نجی شعبہ مصنوعات کی اشتہار بازی کرکے اخراجات بڑھاتے ہیں جس کا بوجھ عام صارفین کو برداشت کرناپڑتا ہے ان کے غلط منصوبوں سے معیشت سرد بازاری اور افراط زر میں پھنس جاتی ہے ان خرابیوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ماہرین کا خیال ہے کہ حکومت منصوبہ بندی میں براہ راست کردارادا کرے۔

"It is sometimes observed that the state ownership of the means of production is one of the essential preconditions of successful planning. Private owners may creat difficulties and obstacles in the mater of utilization."[442]

"بعض اوقات یہ مشاہدہ کیا جاتا ہے کہ پیداواری ذرائع پر حکومتی ملکیت کامیاب منصوبہ بندی کی شرائط میں سے ایک لازمی شرط ہے۔ نجی مالکان ذرائع پیداوار کے استعمال میں مشکلات اور رکاوٹیں پیدا کرسکتے ہیں"

جبکہ حکومت مفاد عامہ کو تحفظ فراہم کرسکتی ہے وسائل کا معیاری اشتراک اور استعمال عمل میں لاتی ہے معیشت میں اشیاء کی طلب ورسد میں توازن پیدا کرتی ہے اس کے لئے سبسڈی دیتی ہے نتیجتاً اجارہ داریوں کا خاتمہ یقینی ہوجاتا ہے حکومت قدرتی ذخائر کا تحفظ کرتی ہے اور ان کے مناسب اور معیاری استعمال کو ممکن بناتی ہے۔ کیونکہ:

"In fact one of the orguments advanced in favour of socialism was that the price system might work better with public ownership than with private_a doutful argument admittedly but that is a different point."[443]

"حقیقت میں اشتراکیت کی حمایت میں جو دلائل پیش کیے جاتے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ قیمتوں کا نظام نجی ملکیت کی بجائے حکومتی ملکیت میں زیادہ بہتر طور پر کام کرسکتا ہے اگرچہ یہ ایک مشکوک دلیل ہے مگر یہ ایک منفرد نقطہ نظر بھی ہے"۔

لہذا معاشی منصوبہ بندی کے مقاصد صحیح معنوں میں اس وقت تک حاصل نہیں ہوسکتے جب تک حکومت اس سلسلہ میں اپنا براہ راست کردار ادانہ کرے چنانچہ آج ہم دیکھتے ہیں ہر ملک کی حکومت معاشی مقاصد کو پانے کے لئے براہ راست کردار ادا کرتے ہوئے معاشی پالیسیاں اور منصوبے وضع کرتی ہے۔

"The present unanimity of British thinkers in favour of state control of money (There is no unanimity in the U.S.A) is very recent and due only to conviction that new secrets have been discovered wich reverse the advantages in favour of the state".[444]

---

[442] B.N Ghosh and Rama Ghosh, *Economic Growth Development and Planning*, 557
[443] Thamas Wilson, *Planning And Growth*; 16
[444] Arthur Lewis, *The Principles of Economic Planning*, 13

"برطانوی مفکرین کا دولت اور سرمائے پر حکومتی ملکیت کے تصور پر اتفاق بالکل حالیہ دنوں کی بات ہے (امریکہ میں یہ اتفاق نہیں پایا جاتا) اور اس اعتراف واعتماد سے نئے رازوں کا انکشاف ہوا ہے جس نے مفادات کو حکومت کی طرف منتقل کر دیا ہے"

گویا اب مغربی ممالک کو احساس ہو رہا ہے کہ ذرائع پیداوار کا حکومتی تحویل میں ہونا زیادہ سود مند ہے۔ اسلامی نظام معیشت میں معاشی منصوبہ بندی میں حکومت براہ راست اپنا کردار ادا کرتی ہے کیونکہ حکومت عوام کی ہی فلاح وبہبود کو مد نظر رکھ کر اجتماعی مفاد کو سامنے رکھتے ہوئے معاشی فیصلے کرتی ہے اس لیے شرعاً اس کو اختیار کرنا مستحسن ہے تاکہ کلی معیشت معاملات میں ریاست کا کردار بنیادی ہو۔ یہ کام ریاست ہی کر سکتی ہے کہ پورے ملک کی معیشت کا ایک بھرپور جائزہ لے کر یہ طے کرے کہ کن کن شعبوں میں کس کس طرح کے کاموں کی ضرورت ہے۔ ملکی معیشت کا اندازہ لگانے کے لئے جن محرکات کا جائزہ لینا چاہیے، جن اسباب وعوامل کو ترقی دینی چاہیے اور جن عوامل واسباب کو کنٹرول کرنا چاہیے یہ کام ریاست ہی کر سکتی ہے۔ اس کے علاوہ ملک کی عمومی طور پر معاشی ترقی ریاست کا کام ہے ریاست ہی طے کرے گی کہ پورے ملک کو ترقی سے ہمکنار کرنے کے لئے کیا کیا اقدامات کئے جانے چاہیں کیا کیا ترجیحات ہونی چاہیں یہ فیصلہ ریاست ہی کر سکتی ہے کہ کن پہلوؤں کو زیادہ توجہ کا مرکز بنایا جائے اور کن پہلوؤں کو سر دست مؤخر رکھا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے"[445] جہاں تک جزوی معیشت کا تعلق ہے افراد کی نجی مالی ومعاشی زندگی کا تعلق ہے عوام معیشت وتجارت میں آزاد ہیں۔

"Islam promots the free working of the market forces and protects individual's freedom as for as possible".[446]

"اسلام منڈی کی قوتوں کے آزادانہ کردار کو فروغ دیتا ہے اور حتی الوسع انفرادی آزادی کو تحفظ فراہم کرتا ہے"

لہٰذا عام طور پر افراد نجی معاشی وتجارتی معاملات میں حکومتی مداخلت سے آزاد رہتے ہیں مگر یہ آزادی کلیتاً نہیں ہوتی جیسا کہ سرمایہ دارانہ نظام کا خاصہ ہے بلکہ

"اسلامی ریاست انفرادی حقوق ملکیت میں ہر وہ مداخلت کر سکتی ہے جو ضرر عام کے ازالہ اور اجتماعی مصالح کے تحفظ کے لئے ناگزیر ہو جائے"[447]

اس ضمن مولانا مودودی لکھتے ہیں :

"اگر کوئی صنعت یا تجارت ایسی ہو جس کی اجتماعی مصالح کی خاطر ضرورت تو ہو مگر افراد اس کو چلانے کے لئے تیار نہ ہوں یا افراد کے انتظام میں اس کا چلنا اجتماعی مفاد کے خلاف ہو تو اسے حکومت کے انتظام میں چلایا جا سکتا ہے۔ اس طرح اگر کوئی صنعت یا تجارت کچھ افراد کے ہاتھوں میں ایسے طریقوں چل رہی ہو جو اجتماعی مفاد کے لئے نقصان دہ ہوں تو حکومت ان افراد کو معاوضہ دے کر وہ کاروبار اپنے ہاتھ میں لے سکتی ہے ان تدابیر میں کوئی مانع شرعی نہیں"[448]

---

[445] غازی محمود احمد، محاضرات معیشت وتجارت، ص 166 ۔

[446] Abdurrahman Dr. Islamic Economics; 410

[447] صدیقی، نجات اللہ، اسلام کا نظریہ ملکیت، لاہور، ج2، ص، 240

[448] مودودی، ابوالاعلیٰ، معاشیات اسلام، ص 320

مگر ملکی معیشت سے متعلق حتمی فیصلے حکومت نے کرنے ہوتے ہیں اور " ریاست پر اجتماعی مصالح کے تحفظ، ضرر کے ازالہ اور دفاعی قوت بہم پہنچانے کی جو ذمہ داریاں عائد کی گئی ہیں ان کا تقاضا ہے کہ بعض صنعتوں کو ریاست اپنے ہاتھ میں رکھے اسلحہ اور فوجی ضروریات کے بنیادی سامانوں کی تیاری ایٹمی توانائی اور اس کے فوجی یا پر امن استعمال سے متعلق صنعتیں اس ذیل میں آتی ہیں اس طرح اجتماعی مصالح کے پیش نظر ڈاک اور تار کا محکمہ، مرکزی بینکنگ اور تامین کے ادارے بڑے پیمانے پر آبپاشی کے لئے بند اور نہروں کی تعمیر اور ذرائع نقل و حمل سڑکوں پلوں، ریلوے لائنوں، ہوائی اڈوں اور بندر گاہوں کا انتظام ریاست کو اپنے ہاتھوں میں رکھنا ہو گا"[449]

مگر ان تمام کو اپنے ہاتھ میں رکھنے کے باوجود حکومت و ریاست کے لئے سوشلزم کی طرح "اسلام اس بات کو ایک اصول کی حیثیت سے قبول نہیں کرتا ہے کہ دولت کی پیداوار کے تمام ذرائع حکومت کی ملک میں ہوں اور حکومت ہی ملک کی واحد صناع و تاجر اور مالک اراضی ہو"[450] چنانچہ یہ بات واضح اور حتمی طور ہے کہ معاشی منصوبہ بندی میں اسلامی نقطہ نظر میں حکومت کا کردار سوشلزم اور سرمایہ دارانہ نظام کے بر عکس اعتدال پر مبنی ہے۔

---

[449] صدیقی، نجات اللہ، اسلام کا نظریہ ملکیت، ج2، ص239

[450] مودودی، معاشیات اسلام، ص 320

فصل سوم

سرمایہ دارانہ نظام میں معاشی منصوبہ بندی کے مقاصد

کسی بھی منصوبہ بندی کی اساس اور روح اس کے مقاصد ہوتے ہیں کیونکہ انہی مقاصد کے حصول کے لیے منصوبہ بندی کا پورا نظام تشکیل پاتا ہے اسی طرح معاشی منصوبہ بندی کا نظام بھی معاشی مقاصد کے حصول کے لیے ترتیب دیا جاتا ہے۔ اور یہ مقاصد کسی بھی قوم اور ملک کے اجتماعی فکر و فلسفہ، اجتماعی نظام اور نظریہ حیات کے ماتحت ہوتا ہے۔ عصر حاضر میں دنیا میں سب سے زیادہ جو نظام معیشت رائج العمل ہے وہ سرمایہ دارانہ نظام معیشت ہے اس نظام میں ذرائع پیدائش نجی ہاتھوں میں ہوتے ہیں اور نجی آجرین ہی اشیاء کو پیدا کرتے ہیں۔

"Capitalism is a social system based private ownership of the means of production"[451]

"سرمایادارانہ نظام ایسا سماجی نظام ہے جو اس بنیاد پر قائم ہے کہ جس میں سرمایا نجی ملکیت میں ہوتا ہے"

اور اسے مالکان اپنی مرضی سے استعمال کرسکتے ہیں کیونکہ وہ اپنے معاشی اور اقتصادی وسائل اور اداروں کے منافع کو فروغ دینا چاہتے ہیں۔ گویا یہ نظام معیشت ذرائع پیداوار کی نجی ملکیت اور ذاتی منافع کے محرک کا مرکب ہے ۔

"It is a system in which the quest for financial reward is the driving force shaping what is done, by whom, how, where and when. It also determines who gets what in the distribution of rewards, Work is done for wages; business activity is undertaken for profit." [452]

"یہ ایک ایسا نظام ہے جس میں مالی اجرت ایک ایسی محرک قوت ہے جس نے یہ فیصلہ کرنا ہوتا ہے کہ کیا پیدا کیا جائے، کون پیدا کرے، کہاں اور کیسے پیدا کرے۔ اس میں یہ بھی طے کیا جاتا ہے اس اجرت کی تقسیم میں کس کو کیا ملے گا۔ کام اجرت کی غرض سے کیا جاتا ہے اور کاروباری سرگرمیاں منافع کے حصول کے لیے اختیار کی جاتی ہیں"

اس نظام میں سرمایہ کاری اور پیداوار سے متعلق فیصلے نجی افراد کرتے ہیں اور اشیا اور پیداوار کی بازار میں فراہمی منافع کی خاطر کی جاتی ہے لہٰذا قیمتوں کی میکانیت اس میں مرکزی کردار ادا کرتی ہے کہ اشیاء و خدمات کی قیمتوں کا تعین ان کی طلب و رسد کے توازن سے ہوتا ہے۔

Frank Stillwell[453] مزید لکھتے ہیں۔

"Economic resources are characteristically owned by Private individuals and institutions"[454]

"اس نظام میں معاشی وسائل خصوصی طور پر نجی افراد اور اداروں کی ملکیت میں ہوتے ہیں"

---

[451] *George Reisman,Capitalism(TJS Books,Laguna Hills,California1998)19*

[452] Frank still well, *Political Economy*, (Oxford University Press Singapore 2005) 45,46

[453] آسٹریلوی ماہر معاشیات 1945ء میں پیدا ہوئے سڈنی یونیورسٹی میں پولیٹیکل اکانومی کے پروفیسر کے عہدے پر تعینات رہے۔(آکسفورڈ یونیورسٹی پریس سنگاپور 2005)

[454] Frank still well, *Political Economy* (Oxford University Press Singapore 2005),45,46

کہ تمام وسائل معیشت، افراد اور نجی فرموں کی ملکیت میں ہوتے ہیں۔ لہٰذا جب وہ اپنی ملکیت اپنے مفاد کے لئے استعمال کرتے ہیں تو ان کا بنیادی مقصد منافع کمانا ہوتا ہے۔

i۔ چنانچہ سرمایہ دارانہ نظام کا ایک بنیادی اصول یہ ہے کہ ہر انسان کو حق حاصل ہے کہ وہ اپنی ذاتی ملکیت میں اشیاء رکھ سکتا ہے وہ اشیا چاہے اشیائے صرف ہوں یا اشیائے پیداوار ہوں اور ان اشیاء کے مالکان کو اپنے مفاد کی خاطر استعمال کرنے کی مکمل اجازت ہوتی ہے۔

ii۔ چونکہ افراد کو اپنے مفاد کی خاطر اپنی ملکیتی اشیاء کو استعمال کرنے کی آزادی ہوتی ہے اس لیے ہر انسان اپنی اشیائے پیدوار (سرمایہ) سے زیادہ سے زیادہ منافع حاصل کرنا چاہتا ہے گویا پیداوار کا محرک ذاتی منافع ہوتا ہے۔

iii۔ چونکہ فرد کو اپنی زیر ملکیت اشیاء کے استعمال میں اختیار اور آزادی حاصل ہوتی ہے اور اس کا مقصود نظر ذاتی منافع ہوتا ہے۔ اس لئے ہر فرد زیادہ سے زیادہ اشیاء پیدا کر کے اور کم سے کم لاگت پر تیار کر کے زیادہ سے زیادہ منافع کمانا چاہتا ہے یوں ایک مقابلے اور مسابقت کی فضا قائم ہو جاتی ہے۔ سرمایہ دارانہ نظام معیشت کی ایک صفت اور خصوصیت یہ ہے کہ معاشی سرگرمیوں میں حکومت مداخلت نہیں کرتی۔ اس کا کام فقط امن و امان عدل و انصاف کی فراہمی تک محدود ہوتا ہے۔ لہٰذا اس نظام میں حکومت ایک منصف و نگراں اور محافظ کے طور پر کردار ادا کرتی ہے۔

"The functions of the state were to be confined only to that sphere where individual actions were not possible. The three primary duties of the state were administration of justice defence against foreign aggression and provision of public works".[455]

"حکومت کے اعمال کا دائرہ کار وہاں ہے جہاں افراد سے کام ممکن نہیں ہو پاتے۔ حکومت کے تین بنیادی کام ہیں کہ وہ عدل و انصاف کے انتظامی ادارے، بیرونی حملوں سے تحفظ کے لیے دفاعی ادارے اور عوامی فلاح کے اداروں کو چلائے اور ان کی نگرانی کرے"

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب حکومت معاشی سرگرمیوں میں مداخلت نہیں کرتی تو معاشی عمل اور سرگرمیاں کیسے وقوع پذیر ہوتی ہے اس کا جواب سرمایہ دارانہ نظام میں قیمتوں کی میکانیت کا نظام ہے اس نظام کے تحت آجرین کی کوشش ہوتی ہے پیداوار سے زیادہ سے زیادہ قیمت وصول کریں صارفین کی کوشش ہوتی ہے کہ کم از کم قیمت پر اشیاء کو حاصل کریں قیمتوں کی میکانیت کے تحت ایک قیمت ایسی ہوتی ہے جسے متوازن قیمت کہتے ہیں جس پر طلب اور رسد کی مقدار برابر ہو جاتی ہے قیمتوں کی میکانیت کا یہ خود کار نظام، سرمایہ دارانہ نظام میں معاشی سرگرمیوں کو رواں دواں رکھنے میں اہم اور بنیادی کردار ادا کرتا ہے۔ سرمایہ دارانہ نظام کی ان خصوصیات کو ماہرین ان الفاظ میں بیان لکھتے ہیں:

"Capitalism often defined as an economic system where private actors are allowed to own and control. The use of pricing mechanism coordinates supply and demond, in a way that is automatically in the best interests of society. Government in This perspective, is often described as responsible for peace, Justice and tolerable taxes".[456]

---

[455] Bhantnager K.P *History of Economic Thought*.,(Hyderabad Sindh) 72
[456] Bruce Rsott, *The Political Economy of Capitalism # 07-037*, Abstract (June 2006),1

"سرمایادارانہ نظام کی وضاحت عام طور پر ان الفاظ میں کی جاتی ہے کہ یہ ایک ایسا معاشی نظام ہے جس میں نجی شعبہ سے تعلق رکھنے والوں کو ملکیت اور قبضے کی اجازت ہوتی ہے ۔ قیمتوں کی میکانیت کا استعمال رسد اور طلب کا اس طرح تعاون کرتی ہے کہ جس کا حتمی نتیجہ معاشرے کا بہترین مفاد ہو۔اس ضمن میں حکومت کی ذمہ داری امن وامان کا قیام،عدل وانصاف اور قابل برداشت محاصل کا نفاذ ہے"

سرمایایہ دارانہ نظام معیشت کی اسی خصوصیت کی بناپر اس نظام کی تعریف The Macmillan Dictionary of Modern Economics میں ان الفاظ میں کی گئی ہے۔

"Political Social and Economic system in which property,including capital assets, is owned and controlled for the most part by private persons.Capitalism contrasts with an earlier economic system, fuadalism in that it is characterized by the purchase of Labor for money wages as opposed to the direct labor obtained through custom, duty or command in feudalism…. Under capitalism the price mechanism is used as a signaling system which allocates resources between uses. The extent to which the price mechanism is used, the degree of competitiveness in markets and the level of government intervention distinguish exact form of capitalism".[457]

"ایساسیاسی، سماجی اور معاشی نظام جس میں جائیداد بشمول سرمائے کے اثاثہ جات کا زیادہ حصہ نجی افراد کی ملکیت اور قبضے میں ہوتا ہے۔ سرمایادارانہ نظام اپنے سے پہلے والے جاگیر دارانہ اور سامراجی نظام سے مختلف ہے کیونکہ جاگیر دارانہ نظام میں محنت کی خرید وفروخت،رقم سے ہوتی ہے مگر اجرت کی، جاگیر دارانہ نظام کے رواج، محاصل اور احکامات وہدایات میں مخالفت کی جاتی ہے۔۔۔ جبکہ سرمایادارانہ نظام میں وسائل کی تقسیم ،اور استعمال میں قیمتوں کی میکانیت کے نظام کو نمایاں طور پر اختیار کیاجاتا ہے۔مارکیٹ میں مقابلہ کی سطح اور حکومت کی مداخلت کی سطح کے فرق کو قیمتوں کی میکانیت کے نظام کے تحت اختیار کیاجاتا ہے جو کہ سرمایادارانہ نظام کی خصوصیت ہے"۔

سرمایہ دارانہ نظام معیشت کے تعارف کے بعد اب ہم اس بات کا تحقیقی جائزہ لیں گے کہ معاشی منصوبہ بندی کو اس نظام میں کیاحیثیت حاصل ہے؟ معاشی منصوبہ بندی کا اس نظام میں کیااور کس قدر کردار ہے؟اس میں کس نوعیت کی معاشی منصوبہ بندی اختیار کی جاتی ہے؟اور اس نظام میں معاشی منصوبہ بندی کے مقاصد کیاہیں؟

سرمایہ دارانہ نظام معیشت میں چونکہ ذرائع پیدائش نجی افراد کی ملکیت میں ہوتے ہیں، نجی آجرین ہی اشیاء پیدا کرتے ہیں۔اس میں آزاد معاشی قوتیں ہی پورے معاشی نظام کو چلاتی ہیں۔ قیمتوں کی میکانیت ہی اشیاء کی پیدائش تقسیم اور تبادلے میں تمام فیصلے انجام دیتی ہے حکومت کا کوئی خاص معاشی فیصلہ اور کردار اثرانداز نہیں ہوتا۔اس لیے اس نظام کے لئے Laissez faire کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے۔اس نظام میں قیمتوں کی میکانیت چونکہ بنیادی کردار ادا کرتی ہے اور مارکیٹ کی معاشی قوتیں یعنی طلب ورسد ہی اس نظام کو چلاتی ہیں۔اس لئے اسے Market Economy بھی کہتے ہیں یہ وہ بنیادی باتیں ہیں جن کا جائزہ ہم پچھلے صفحات میں لے چکے ہیں۔اس نظام میں حکومت کا کردار دفاع،انتظامیہ، تعلیم عوامی فلاح وبہبود جیسے شعبوں تک محدود ہوتا ہے۔اس لئے اس نظام میں ریاست اور حکومت کا معاشی منصوبہ بندی

[457] Macmillan *Dictionary of modern Economics* 3rd Edition 1968,54

میں کوئی اہم اور مضبوط کردار نہیں ہے۔ کیونکہ سرمایہ دارانہ نظام کا بنیادی فلسفہ یہی ہے کہ حکومت آزاد معاشی نظام میں مداخلت نہ کرے۔ تاہم اس نظام میں جو معاشی منصوبہ بندی اختیار کی جاتی ہے وہ کچھ اس طرز کی ہوتی ہے۔

"Captialist Planning is opposed to state interference, planning under capitalism does not mean planning by state. Capitalist Planning is an indicative Planning or the Planning by inducement"[458]

" سرمایادارانہ نظام معیشت کی معاشی منصوبہ بندی میں ریاست کی مداخلت کی مخالفت کی جاتی ہے کیونکہ سرمایادارانہ نظام میں منصوبہ بندی ریاستی منصوبہ بندی نہیں ہوتی۔ سرمایادارانہ نظام میں منصوبہ بندی ترغیبانہ اور تحریصانہ اور تجویزی ہوتی ہے "

سرمایہ دارانہ نظام معیشت میں معاشی منصوبہ بندی ترغیبانہ طرز اور بیانیہ انداز میں ہوتی ہے۔ حکومت عوام کو ترغیب و تحریص دے کر معاشی مقاصد اور اہداف کو ممکن بناتی ہے مثلاً اگر حکومت کو کسی چیز کی پیدائش اور مقدار میں اضافہ کرنا چاہتی ہے تو اس پر اعانے (سبسڈی) دیتی ہے ٹیکس کی چھوٹ دے دیتی ہے۔ یا کسی شعبہ کی سرمایہ کاری اور کاروبار کو بڑھانے کے لیے مختلف قسم کی مراعات کی پیش کش کر کے لوگوں کو اس کاروبار کی طرف راغب کرتی ہے جو حکومت کو معاشی اہداف اور مقاصد کے حصول کے لیے مطلوب ہوتے ہیں۔ اس طرح کی منصوبہ بندی میں حکومت حکم اور ہدایات کی بجائے رہنمائی کا انداز اختیار کرتی ہے۔ مختلف رعایتی قرضوں کی فراہمی، مراعات سے ترغیب دے کر حکومت اپنے معاشی مقاصد حاصل کرتی ہے۔ لیکن چونکہ عوام ذرائع پیدائش کی مالک ہوتی ہے اور وہی چیز پیدا کرتی ہے جس سے اس کو زیادہ سے زیادہ نفع حاصل ہو کیونکہ ان کا مقصود نفع ہوتا ہے وہی کاروبار فروغ پاتا ہے جو زیادہ Profitable نفع بخش ہو اور یوں ریاست اپنے مقاصد کو مطلوبہ حد تک حاصل کرنے میں ناکام رہتی ہے کیونکہ قیمتوں کی میکانیت عوام اور نجی افراد کے پاس حکومتی پالیسوں اور منصوبوں کے خلاف ایک موثر ہتھیار بن جاتا ہے اس لئے Lewis تجویز دیتا ہے

"The State can plan as much as it wants, but it should plan not by direction but by manipulating the market".[459]

"اس نظام میں حکومت جیسے چاہتی ہے منصوبہ بندی کر سکتی ہے مگر اس کی یہ منصوبہ بندی ہدایات اور احکامات پر مبنی نہیں ہوتی بلکہ منڈی کی اجارہ دارانہ قوتوں پر مبنی ہونی چاہیے "

مگر چونکہ کسی بھی سرمایہ دارانہ نظام میں حکومت جبراً کوئی حکم نہیں دیتی، کسی معاشی پالیسی کے مقاصد کے حصول کے لئے مارکیٹ اکانومی میں مداخلت اور جبر نہیں کرتی کیونکہ

"Planning and Capitalism cannot go together"[460]

"منصوبہ بندی اور سرمایادارانہ نظام ایک ساتھ نہیں چل سکتے"

معاشی فیصلوں میں حکومت کی عدم مداخلت اور بالکل آزاد اور بے قید معیشت، قیمتوں کا بے لاگ نظام میکانیت اور ساری معیشت کا مکمل کنٹرول خود غرض سرمایہ داروں کے ہاتھوں تھما دینا سرمایہ دارانہ نظام کی وہ بنیادی غلطی ہے جس سے تمام معاشی مسائل جنم لیتے ہیں۔ ذرائع پیدائش پر نجی ملکیت کی مکمل آزادی سے افراد میں خود غرضی پیدا ہو جاتی ہے اور وہ اپنے ذاتی مفاد کی خاطر ذاتی منافع کے لئے اپنے سرمائے اور ذرائع

[458] B. N. GHOSH, *Economy Growth Development and Planning*, 522
[459] Arthur Lewis, *The Principles of Economic Planning*, London,14
[460] B.N Ghosh, *Economic Growth Development and Planning*, 522

پیداوار کو ایسے پیشے اور کاروبار میں لگاتے ہیں جہاں انہیں زیادہ سے زیادہ نفع حاصل ہو وہ ملکی ضروریات اور اجتماعی مفاد سے بالاتر ہو کر معاشی فیصلے کرتے ہیں اور ان پر عمل درآمد کرتے ہیں سرمایہ دار سرمایے کے بل بوتے پر مزید دولت اور سرمایہ بنانے کی خاطر مزدور اور غریب افراد کا استحصال کرتا ہے جس سے آجر اور مزدور، سرمایہ دار اور غریب کے درمیان فاصلہ مزید بڑھ جاتا ہے اور دولت کی تقسیم میں ناہمواری مزید بڑھ جاتی ہے اور دولت صرف سرمایہ داروں میں مرتکز ہو جاتی ہے۔ اس کے برعکس اسلام گردش دولت کا خواہاں ہے اسلام نے تقسیم دولت کے لئے صدقات وزکوٰۃ کا جو نظام اختیار کیا ہے اس کا فلسفہ یہی ہے۔

"كَيْ لَا يَكُونَ دُولَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنكُمْ "[461]

"تاکہ جو لوگ تم میں دولتمند ہیں انھی کے ہاتھوں میں نہ پھرتا رہے"

کیونکہ جو مال و دولت اور سرمایہ ان کی ملکیت میں ہے۔ اس میں صرف ان مالداروں اور سرمایہ داروں ہی کا حق نہیں ان کے مال و دولت میں محتاج وضرورت مندوں کا بھی حق ہے۔ سرمایہ دارانہ نظام کی دوسری بڑی غلطی یا خامی یہ ہے کہ ریاست، معاشی معاملات میں مداخلت نہیں کر سکتی جس کے نہایت سنگین اور خطرناک معاشی نتائج سامنے آتے ہیں سرمایہ دار نہ صرف معاشی سرگرمیوں کو کنٹرول میں کر لیتے ہیں بلکہ سیاسی اور حکومتی اداروں پر بھی غلبہ حاصل کر لیتے ہیں کیونکہ "جمہوریت بھی سرمایہ دارانہ نظام کی ایک فرع ہے اس میں ریاست کے تمام امور کی زمام کار سرمایہ داروں کے ہاتھ میں ہوتی ہے جیسے امریکہ میں یہودی سرمایہ کار جس کو چاہتے ہیں صدر بناتے ہیں کیونکہ سرمایہ داروں کے سرمایہ پر پارٹیاں الیکشن جیتتی ہیں پھر جمہوریت میں حکومت کا محور معاشیات کو بنانا پڑتا ہے"۔[462] کیونکہ اس نظام کی بنیاد یہ ہے کہ:

(۱) تمام ذرائع پیداوار افراد کے ہاتھوں میں اس طرح آزاد ہوں کہ ان کا مفاد مخصوص افراد کے حق میں ثابت ہو نہ کہ جماعت اور سماج کی اکثریت کے حق میں۔

(۲) پیداوار نجی فائدہ کے اصول پر ہو نہ کہ عوام کی ضروریات کے اصول پر اور اس لئے وہ سماجی ضروریات کے تخمینہ کی مطابقت کی بجائے ذاتی اغراض کے اندھادھند طریقہ پر ہو۔ ان دو مقاصد کو کامیاب بنانے کے لئے اس طرز حکومت کی طرح ڈالی جائے جو قوانین کے ذریعے سرمایہ داری کی حفاظت وترقی کا سامان فراہم ہو سکے"[463] سرمایہ دار کے لامحدود اختیارات اور حکومت کی عدم مداخلت کا لازمی نتیجہ ظلم استحصال تھا کیونکہ اس میں افراد دو طبقوں میں تقسیم ہو گئے۔ آجر اور مزدور، آجر سرمائے کے بل بوتے پر تمام اختیارات رکھتے تھے طاقت در تھے مزدور طبقہ بے بس اور محتاج ہو کر رہ گیا اس کو وہ حیثیت اور مقام دیا گیا جیسے کسی جنس اور پیداوار کو جس کا اعتراف ایک ماہر معاشیات ان الفاظ میں کرتا ہے۔

"This is why capitalism is sometimes said to be a system of alienated or a system of in which Labour is treat as a commodity".[464]

"اس لیے سرمایا دارانہ نظام سے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ معاشرے سے منقطع ایک نظام ہے یا ایسا نظام جس میں محنت کو بھی اثاثہ یا خرید وفروخت کی چیز سمجھا جاتا ہے"۔ اس کے برعکس "اسلامی قانون اجرت میں مستاجر، مالک اور مزدور کی حیثیت دو معاہدہ کرنے والوں کی ہوتی

---

[461] القرآن: الحشر 7:59

[462] محمود احمد ظفر حکیم، معیشت واقتصاد کا اسلامی تصور، ادارہ اسلامیات، لاہور 2006ء ص 79

[463] سیوہاروی، حفظ الرحمٰن، اسلام اقتصادی نظام، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، ص 391

[464] Frank Stilwell , Political Economy (Oxford University Press 2005) 47

ہے۔۔۔اجیر مستاجر سے اجرت کا معاملہ کرتا ہے تو گویا دونوں آپس میں ایک معاہدہ کرتے ہیں۔ اجیر اپنی محنت پیش کرتا ہے اور اس کے بدلے میں مستاجر محنت کی مزدوری دیتا ہے۔ اس میں کسی کی طرف سے ممنونیت کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا"[465]

اور مزدور کا یہ استحصال صرف اس لئے ہوا کہ حکومت و ریاست نے معاشی نظام کو سرمایہ داروں کے حیلے، ہتھیار یعنی قیمتوں کی میکانیت کے حوالے کر دیا اور خود معاشی سرگرمیوں سے کنارا کش رہی جس کا جواز سرمایہ داری نظام کے بانی اور امام و پیشوا آدم سمتھ[466] ان الفاظ میں پیش کرتے ہیں:

"The state is incapable of findings out the real economics needs of agriculture and industries which the private owner, who is on the spot, is able to realize".[467]

"حکومت ان زرعی اور صنعتی ضروریات کے جاننے میں ناکام رہتی ہے جن کو ایک نجی سرمایاکار یا مالک موقع پر موجود ہونے کے باعث جان سکتا ہے"

یہ تھی سرمایہ دار کی وہ چال جس سے اس نے حکومت و ریاست کو بے دخل کر کے ذرائع پیداوار پر قبضہ کر لیا معیشت کو سرمایہ دار نے اپنے کنٹرول میں لے لیا اور مزدور بے بس ہو کر رہ گیا وہ دو وقت کی روٹی کی خاطر اپنا اور بچوں کا پیٹ پالنے کی خاطر کم قیمت اور اجرت پر راضی ہو گیا اور آج سرمایہ درانہ نظام اور بے قید معیشت کے اثرات ہی ہیں کہ امیر امیر تر اور غریب تر ہوتا جا رہا ہے۔

مزدور کی سودے بازی کی قوت کمزور ہو کر رہ گئی کیونکہ سودے بازی کی ساری قوت سرمایہ دار کے پاس جمع ہو کر رہ گئی نتیجتا بے روزگاری اور افلاس میں اضافہ ہوا ہے اور جب یہ مزدور طبقہ سرمایہ داروں کی فیکٹریز، صنعتی و تجارتی مراکز، فارمز میں محنت کے لئے مزدوری، کام اور نوکری کے لئے آتے ہیں تو انہیں بہت زیادہ وقت، محنت اور کام کے عوض انتہائی کم اجرت پر کام کے لئے راضی ہونا پڑتا ہے۔ اس کے برعکس ہم دیکھتے ہیں اسلام کے معاشی نظام میں عوامی فلاح و بہبود، معاشی ترقی، روزگار کی فراہمی اور تقسیم دولت میں پائے جانے والے تفاوت کو کم کرنے کے اقدامات کو یقینی اور قابل عمل نتائج بنانے کے لئے معاشی سرگرمی کی نگرانی، ریگولیٹری فریم ورک، پیشوں کی تنظیم اور ضابطہ بندی انفرادی ملکیت کو شریعت کی حدود میں رکھنے کے لئے کنٹرول، احیائے اموات کا مناسب بندوبست اور فرائض کفالت کی ذمہ داری کی انجام دہی جیسے تمام معاملات ریاست کی ذمہ داری میں شامل ہیں کیونکہ اسلامی معیشت ایک اعتبار سے کنٹرولڈ معیشت ہے۔ واضح رہے کہ یہ مغربی مفہوم میں کنٹرولڈ معیشت نہیں بلکہ اسلامی مفہوم میں کنٹرولڈ معیشت ہے کہ جسے ریاست اپنے کنٹرول کے ذریعے شریعت کے احکام کے نفاذ کو یقینی بنائے۔[468] ہم نے دوسرے باب میں ذکر کیا ہے کہ اسلامی ریاست نے معاشی مقاصد کے حصول کے لئے معاشی منصوبہ بندی اور پالیسیاں اختیار کیں جیسا کہ:

ا۔ رسول اللہؐ نے مہاجرین کی معاشی کفالت کے لئے رشتہ مواخات قائم کیا۔

---

[465] ندوی، مجیب اللہ، مولانا، اسلامی قانون محنت و اجرت، مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری، لاہور، 1989ء ص 154

[466] کلاسیکی معاشیات کے مکتب فکر کے بانی 1723ء میں سکاٹ لینڈ میں پیدا ہوئے آپ فلسفہ اخلاقیات اور پولیٹیکل اکانومی کے عالم تھے 1790ء میں ایڈن برگ میں وفات پائی۔

[467] Adam Smith, wealth of Nations(New York,2007)

[468] غازی محمود احمد، محاضرات معیشت و تجارت، الفیصل ناشران و تاجران کتب لاہور، 2010ء ص 171

۲۔ حضرت عمر نے شام و عراق کی زمینوں کو مجاہدین میں تقسیم کرنے کی بجائے عوام کی معاشی ضروریات کو مد نظر ہوتے ریاست کی ملکیت قرار دیا۔

۳۔ حضرت عمر نے حضرت بلال سے رسول اللہ کی عطا کردہ جاگیر ان کی سنبھالنے کی استطاعت کے بقدر چھوڑ کر باقی عوامی ضرورت کے لئے واپس لے لی۔

۴۔ حضرت تمیم داری پر رسول اللہ کی عطا کردہ جاگیر فروخت نہ کرنے کی پابندی عائد کر کے ان کے ملکیتی اختیارات کو محدود کر دیا گویا عوامی ضرورت کے پیش نظر ان کے ملکیتی حقوق کی تحدید کر دی۔

۵۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے ابیض بن حمال کو جاگیر عطا کی جس میں نمک کی کان تھی لوگوں میں کسی نے کہا کہ اس سے تو زمانہ جاہلیت سے اب تک لوگ استفادہ کر رہے ہیں تو آپؐ نے ابیض بن حمال سے مفاد عامہ کی غرض سے (کیونکہ ایک فرد کی نسبت زیادہ افراد کا کسی چیز سے متمتع ہونا تھا) وہ زمین واپس لے لی۔

عَنْ أَبْيَضَ بْنِ حَمَّالٍ، أَنَّهُ وَفَدَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَقْطَعَهُ الْمِلْحَ - قَالَ ابْنُ الْمُتَوَكِّلِ: الَّذِي بِمَأْرِبَ فَقَطَعَهُ لَهُ - فَلَمَّا أَنْ وَلَّى قَالَ رَجُلٌ مِنَ الْمَجْلِسِ: أَتَدْرِي مَا قَطَعْتَ لَهُ؟ إِنَّمَا قَطَعْتَ لَهُ الْمَاءَ الْعِدَّ، قَالَ: فَانْتَزَعَ مِنْهُ ۔[469]

"ابیض بن حمال روایت کرتے ہیں کہ وہ رسول اللہ کے پاس آئے اور آپ سے عرض کی کہ نمک کی کان انھیں بخش دیں ابن المتوکل روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے مآرب والی نمک کی کان انھیں بخش دی جب ابیض واپس جانے لگے تو مجلس میں بیٹھے ہوئے کسی نے کہا یارسول اللہ کیا آپ کو علم ہے آپ نے اسے کیا دے دیا ہے؟ آپ نے اسے نہ ختم ہونے والے پانی کی آبشار دے دی ہے۔ آپؐ نے حکم دیا کہ یہ کان اس سے واپس لے لو"

لہٰذا معاشی مقاصد کے حصول کے لئے ضروری ہے کہ حکومت اپنا کردار ادا کرے صرف بازاری قوتوں، قیمتوں کی میکانیت کے بل بوتے پر معاشی مقاصد کے حصول میں کامیابی ممکن نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا ہم دیکھتے ہیں کہ وہ ممالک جن کا معاشی نظام سرمایہ دارنہ ہے انہوں نے معاشی ضرورتوں کے پیش نظر کچھ ترامیم کرلیں ہیں اور معاشی نظام میں حکومت کے کردار کی اہمیت کو تسلیم کر لیا گیا ہے بلکہ ضروری خیال کیا ہے کیونکہ:

‘‘Only state action can assure competition.In this, as in so much else. The market Economy cannot function adequately without Positive support from the state’’.[470]

"صرف حکومت کا عمل ہی تسلی بخش مقابلے کی فضا قائم کر سکتا ہے اس طرح بہت سے دوسرے کاموں میں بھی حکومت کا عمل مؤثر کردار ادا کرتا ہے مارکیٹ کی قوتوں پر مبنی نظام معیشت حکومت کے تعاون اور مدد کے بغیر مناسب طور پر کردار ادا نہیں کر سکتا"

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ جب ۱۹۳۰ میں عالمی کساد بازاری نے پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیا اور دنیا کا سب کا بڑا سرمایہ دارانہ نظام کا حامل ملک امریکہ بھی اس کے اثرات سے محفوظ نہ رہا تو اس کی حکومت نے بھی اپنے معاشی مسائل کا حل معاشی منصوبہ بندی کے ذریعے نکالا۔

---

[469] ابوداؤد سلیمان بن اشعث، السنن، باب فی اقطاع الارضین (مکتبۃ العصریۃ، صیدا، بیروت) 3: 174 رقم:3064

[470] Arthur Lewis , The Principles of Economic Planning, London, 14

"During the Great deprsession of Thirties,USA undertook some amount of planning to eradicate the evils of the depression and to make the economy stable." [471]

"1930 کی عالمی کساد بازاری میں امریکہ نے اس کساد بازاری کے نقصانات کے خاتمے اور معیشت کے استحکام کے لیے کسی قدر منصوبہ بندی اختیار کرلی"

"President Roosevelt took over as the President of America in 1933. He immediately wanted to take steps to eradicate depression which overtook the economy. His programme to root out depression is known as New Deal".[472]

"1933ء میں روز ویلٹ نے امریکہ کے صدر کا عہدہ سنبھالا۔وہ فوری طور پر عالمی کساد بازاری کی تباہ کاریوں کا خاتمہ اور ازالہ کرنا چاہتے تھے۔کساد بازاری کے خاتمے کے لیے ان کا یہ پروگرام اور منصوبہ نیوڈیل کے نام سے مشہور ہے"۔

اسی طرح برطانیہ نے بھی دوسری جنگ عظیم کے دوران معاشی منصوبہ بندی کا آغاز کیا۔

"In U.K Economic planning first adopted in1947.During the war Period, Scarcity of resources was the main concern of the then Labour government" [473]

برطانیہ نے 1947 میں معاشی منصوبہ بندی اختیار کی دوسری جنگ عظیم کے دوران لیبر حکومت کی بجائے وسائل کی قلت توجہ کا مرکز بنی رہی۔
فرانس میں بھی معاشی منصوبہ بندی کے اختیار کرنے کی وجہ یہی جنگ بنی :

"French planning owes its origin to the war time preparation of French emergency needs for overseas assistance.After the achievement of Liberation the Programme was extended.The General Planning Commissariat was established in1946".[474]

" فرانسیسی منصوبہ بندی کی اصل بھی جنگ کی دوران فرانسیسی فوری ضرویات کے پیش نظر بیرونی معاونت کی مرہون منت ہے۔ آزادی کے حصول کے بعد منصوبہ بندی کے پروگرام کو وسعت دی گئی جنرل پلاننگ کمیشن 1946 میں قائم کیا گیا"۔اوراب یہ کیفیت ہے کہ معاشی منصوبہ بندی دنیا کے تمام ممالک میں کسی نہ کسی شکل میں رائج ہے کیونکہ:

---

[471] B.N, Ghosh, Rama Ghosh, Economic Growth Development and Planning , 609
[472] Ibid,606
[473] Ibid; 606
[474] B.N Ghosh, Rama Ghosh, *Economic Growth Development and Planning*,615

"All serious Political thinkers and not least the laisser fair philosophers start with the proposition that production and distribution must be controlled to the service of social ends."[475]

"تمام سنجیدہ سیاسی مفکرین اور نہ ہی کم از کم آزاد معیشت کے فلسفیوں نے کوئی ابتدائیہ بیان دیا کہ پیداوار اور تقسیم کے عمل کو معاشرتی خدمات کے پیش نظر لازمی طور پر کنٹرول کرنا چاہیے"

معاشی منصوبہ بندی کے ضمن میں حکومتی کردار کو ان الفاظ میں بیان کیا جاتا ہے:

"Planning in a capitalist contires is characterized by formulation of an overall coherent future scenario, with government playing a big part, both in drawing up the scenario and in ensuring its realization".[476]

"سرمایادارانہ ممالک میں منصوبہ بندی کو مستقبل کے ایک مکمل خاکے کی شکل میں بیان کیا جاتا ہے، خاکہ تشکیل دینے اور اس کو عملی شکل دینے میں حکومت اہم کردار ادا کرتی ہے"

ان تمام حقائق کے باوجود اس نظام کی سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ حکومتی فیصلوں اور پالیسیوں کو سرمایادار طبقہ متاثر کرتا ہے اس طرح معاشی منصوبہ بندی کے مقاصد بھی متاثر ہوتے ہیں۔ اس نظام میں صرف ان امور کی منصوبہ بندی کی جاتی ہے جن کو حکومتی اور سرکاری تصور کیا جاتا ہے جیسے دفاع، انتظامیہ، تعلیم اور بہبود عامہ وغیرہ۔ عوام کو لامحدود حق ملکیت حاصل ہوتا ہے حکومت بے بس ہوتی ہے اس لیے اس نظام میں منصوبہ بندی کسی مضبوط اتھارٹی کے ماتحت نہیں ہوتی قیمتوں کی میکانیت ہی سے تمام فیصلے طے پاتے ہیں۔ حکومت صرف انہی امور سے متعلق منصوبہ بندی کرتی ہے جن کی وہ ذمہ دار ہوتی ہے جو انتظامی، فلاحی اور دفاعی نوعیت کے ہوتے ہیں۔ لہذا اس نظام میں معاشی منصوبہ بندی ترغیبانہ طرز کی ہوتی ہے۔ ہدایاتی اور تحکمانہ طرز کی منصوبہ بندی اس نظام میں نہیں پائی جاتی اس طرح منصوبہ بندی کے مقاصد کے حصول میں حکومت کا کردار سطحی ہوتا ہے کیونکہ سرمایہ دار طبقہ مضبوط ہوتا ہے اور وسائل معیشت پر مکمل دسترس رکھتا ہے۔

[475] W. Arthur Lewsi, *Principles of Economic Planning*,7
[476] A.N Agrowal *Economic Planning*, 336

باب چہارم

اشتراکی نظام میں معاشی منصوبہ بندی

فصل اول	نظام اشتراکیت
فصل دوم	اشتراکی نظام میں معاشی منصوبہ بندی کا تصور
فصل سوم	اشتراکی نظام میں معاشی منصوبہ بندی کے مقاصد

فصل اول

نظام اشتراکیت Socialism

یورپ میں صنعتی انقلاب کے نتیجے میں معرض وجود میں آنے والے سرمایہ دارانہ نظام کے تحت مزدوروں کو جس ظالمانہ استحصال کا سامنا کرنا پڑااس کے رد عمل میں مفکرین و مصلحین نے یہ تصور پیش کیا کہ اس ظلم کی بنیادی وجہ چونکہ ذرائع پیداوار کی نجی ملکیت ہے لہذا اس ظلم اور استحصال کے خاتمے کے لیے ضروری ہے کہ ذرائع پیداوار پر نجی ملکیت کے حقوق کو ختم کر کے ان ذرائع اور وسائل کو قومی اور ریاستی ملکیت میں دے دیا جائے۔

In the first half of the nineteenth century, the industrial revolution transformed Great Britain,with corresponding transformation following in Europe and the United States.It was Great Britain particularly in rapidly growing industrial cities like Manchester,that the face of capitalism was most clearly evident.Marx and his collaborator Friedrich Engels did not think it a pretty sight"[477]

"انیسویں صدی کے پہلے وسط میں برطانیہ کے صنعتی انقلاب کے جلو میں یورپ اور امریکہ میں بھی انقلابی صنعتی تبدیلی آگئی۔برطانیہ میں صنعتی علاقوں جیسے مانچسٹر وغیرہ تیزی سے بڑھتے ہوئے صنعتی انقلاب کو کارل مارکس اوراس کے ساتھی فریڈرک انجلز نے اس تبدیلی کو اچھے شگون کے طور پر نہیں لیا"

As a political ideology, socialism arose largely in response to the economic and social consequences of the Industrial Revolution. There is an abundance of literature that attests to the dramatic way in which the industrialization of Europe affected the daily lives of individuals, particularly the working classes.

The reformist trend in British politics during the 1830s brought some of these harsh realities to the public's attention… socialism offered by Karl Marx and Friedrich Engels, the modern socialist movement dates from the publication of their Communist Manifesto in 1848.[478]

"سوشلزم صنعتی انقلاب کے معاشی اور سماجی نتائج کے رد عمل کے طور پر ظاہر ہوا۔یورپ کی صنعتی ترقی نے جس تمثیلی انداز سے افراد کی روزمرہ زندگی خاص طور پر مزدور طبقہ کی زندگی کو متاثر کیااس پر لٹریچر کی کثیر تعداد شاہد ہے1830ء میں برطانوی سیاست میں پائے جانے والے اصلاحی رجحان نے کچھ تلخ حقائق کی جانب عوامی توجہ مبذول کی۔۔۔کارل مارکس اور فریڈرک اینجلز کے پیش کردہ سوشلزم اور 1848 میں پیش کے گئے ان کے "*Communist Manifesto* (کیمونسٹ منشور)"نے جدید سوشلزم کی تاریخ رقم کردی"

غرض یہ کہ انیسویں صدی تک سرمایہ داری نظام انسانیت کو اپنے ظالمانہ اور استحصالی چنگل میں جکڑ چکا تھا جس سے خلاصی پانے کے لیے انسانیت نے نئے زاویے سے سوچنا شروع کر دیا،سوچ کی اس تبدیلی نے بعد میں اشتراکیت کا نام اختیار کر لیااور اس سوچ کو پروان اور ترقی

---

[477] Frank Stilwell,Political Economy,Oxfoed University Press,2005,p95
[478] George Esenwein, Socialism. www.researchgate/publications/311885000 socialism, January 2004

دینے والوں میں کارل مارکس اور اس کے دوست فریڈرک اینجلز کا نام سر فہرست ہے۔ انہوں نے اشتراکیت کے اس نظریے کو سائنسی اور عملی شکل دی۔ انہوں نے مزدور طبقہ کو ایک مکمل ترقی یافتہ سائنسی نظریے سے مسلح کر دیا تاکہ وہ اپنے حقوق کا دفاع کر سکیں۔ "سرمایہ دارانہ نظام کے اس ظالمانہ دستبر دنے آخر مزدوروں اور غریبوں میں شعور، احساس اور بیداری کا جذبہ پیدا کر دیا اور انہوں نے رد عمل کے طور پر حقوق کے نام سے شور و غوغا مچایا مجالس اور یونینیں قائم کیں بغاوتیں کیں اور اٹھارویں صدی کے آخر ہی سے سوشلزم کے نظریہ نے ان کی حمایت شروع کر دی اور روس جیسے بڑے ملک میں اس بیسویں صدی میں انقلاب برپا ہونے کے بعد کارل مارکس کے نظریہ "سوشلزم" کے ماتحت جدید اقتصادی نظام بھی قائم ہو گیا جس کا دعوی یہ ہے کہ وہ مفاد عامہ کا داعی اور مزدور، کسانوں اور پست مظلوم طبقوں کا حامی ہے۔ ذیل میں اشتراکیت کے فکر و فلسفہ اور مفکرین و ماہرین معاشیات کی پیش کردہ آرا کا تحقیقی جائزہ لیا جاتا ہے۔

"Socialism is an alternative system of economic organisation,contrasting with capitalism because of its emphasis on collective ownership of the means of production and social control of economic surplus" [479]

" اشتراکیت نظام سرمایہ داری کے برعکس ایک معاشی تنظیم کا نظام ہے جو ذرائع پیدائش اور معاشی وسائل کو اجتماعی ملکیت میں دینے پر زور دیتا ہے"

Socialism is an economic organization of society in witch the material means of production are owned by whole community and operated by organs representatives of and responsible to community according to general economic plan ,all the members of community being entitled to "benefit from the results of such socialized palnned production on the bases of equal rights"[480]

"سوشلزم معاشرے کی ایک ایسی معاشی تنظیم ہے جس میں پیداوار کے مادی وسائل تمام معاشرے کی ملکیت ہوتے ہیں اور اس تنظیم کو نمائندہ جماعت (حکومت) ایک عام منصوبے کے تحت چلاتی ہے معاشرے کے تمام ارکان ایسے مجموئی منصوبے کے پیداواری نتائج سے مستفید ہونے کے لیے برابر کے حقوق رکھتے ہیں"

It is the aim of socialism to transfer the means of production from private ownership to the ownership of organized society to the state[481]

"یہ سوشلزم کا مقصد ہے کہ پیداواری ذرائع کی ملکیت کو نجی ملکیت سے ریاست کے نمائندہ اور منظم معاشرے کو منتقل کرے"

---

[479] Fank Stilwell,Political Economy(Oxford University Press New York, 2002) 391
[480] Dickinson ,economics of socialism ,Oxford University Press 1939, p 11
[481] Ludwing Von Mises, Socialism an economic and Socialogical Analysis, New Haven Yale University Press ,United States America ,1959,p56

مندرجہ بالا سطور سے یہ اخذ ہوا ہے کہ سوشلزم یا اشتراکیت سے مراد وہ نظام معیشت ہے جس میں ذرائع پیداوار (Means of Production) حکومت کی ملکیت ہوتے ہیں۔ ان سے استفادہ کرنے کا کام ایک مرکزی ادارے کے سپرد ہوتا ہے جو پورے ملک کے معاشی فیصلے کرتا ہے۔ اس کا مقصد تمام وسائل رزق اور قومی پیداوار کو انفرادی ملکیت سے نکال کر اجتماعی ملکیت میں دینا ہے۔ درج بالا بحث سے سوشلزم کی درج ذیل خصوصیات اخذ ہوتی ہیں:

1 اشتراکی نظام معیشت کے تحت تمام پیداواری ذرائع کارخانے، کھیت، ذرائع نقل و حمل، زمین، معدنیات، تجارت و تعمیرات، مشینیں اور آلات سب حکومتی ملکیت میں ہوتے ہیں اور وہی انھیں استعمال میں لانے کی ذمہ دار ہوتی ہے کیونکہ ان ذرائع پر انفرادی ملکیت ہی تمام معاشی مسائل کی بنیاد بنتی ہے نیز طبقاتی کشمکش کی اصل وجہ بھی نجی جائیداد ہی ہے لہذا اس نظام میں ریاست بذات خود سرمایہ دار اور زمین دار ہوتی ہے اور اشتراکیت کا اصل ہے کہ روٹی، کپڑا اور مکان کے علاوہ کوئی شے بھی نجی ملکیت میں نہیں ہونی چاہیے گویا پوری عوام سرکاری ملازم ہوتی ہے۔

2 اس نظام کے تحت قومی وسائل استفادہ کرنے اور مطلوبہ عوامی ضروریات کے پیش نظر اشیائے ضرورت کی پیدائش اور ان تک عوام کی رسائی کے لیے جامع منصوبہ بندی کو اختیار کیا جاتا ہے۔ منصوبہ بندی کے اہداف کا تعین کرتے ہوئے بھی افراد کی صلاحیت اور سہولت کو پیش نظر نہیں رکھا جاتا بلکہ حکومتی ترجیحات کے مطابق ہی فیصلے نافذ کیے جاتے ہیں اور ان اہداف کا حصول اور تکمیل جو لوگوں سے بزور اور جبراً کرائی جاتی ہے۔

3 اشتراکیت معاشی مساوات و یکسانیت کا تصور پیش کرتی ہے اشتراکیت میں ہر شخص کو اس کی بنیادی ضروریات خوراک اور دیگر لوازمات زندگی فراہم کرنا حکومت کی ذمہ داری ہوتی ہے تمام افراد کو کسب معاش ک یکساں مواقع فراہم کرنا حکومت کی ذمہ داری ہے کوئی شخص اس نظام کے تحت بے روزگار اور نکما نہیں رہتا۔ یہ سب مرکزی ادارے کے بنائے ہوئے منصوبے کے تحت ہوتا ہے۔

ہماری اس تحقیقی بحث کی دلیل ڈکنسن کے درج ذیل الفاظ ہیں:

Socialism includes the three elements of:

1. Social ownership of the meanas of production
2. Economic planning
3. Equality [482]

ڈکنسن کی اشتراکیت کے بارے میں پیش کردہ تعریف مقبول عام ہے اور اس نے اشتراکی فلسفہ معیشت سے اخذ کردہ درج بالا تین خصوصیات پیش کی ہیں جو کہ اپنے اندر پورے فلسفہء اشتراکیت کا خلاصہ اور جامعیت رکھتی ہیں۔ مگر حقیقت یہ ہے یہ تینوں اصول فطرت انسانی سے متصادم ہیں نجی ملکیت کی نفی جو کہ فلسفہ اشتراکیت کی اصل اور روح ہے حقیقت میں یہی اس نظام کی سب سے بڑی خامی ہے انسان میں سبقت لے جانے آگے بڑھنے اور ترقی کرنے کا جزبہ ختم ہو کر رہ جاتا ہے کیونکہ ذاتی ملکیت کا جزبہ ہی انسان کو متحرک رکھتا ہے مگر جب اسے علم ہو کہ اسے وہی کچھ ملے گا جو حکومت چاہے گی اس کی کوئی ذاتی پسند ہی نہیں ہے اسے وہی کمانا ہے جو حکومت چاہے گی اور وہی حاصل کرنا ہے جو حکومت دے گی اس

[482] Dickinson, Economic of Socialism,p11

طرح افراد حکومت کے بندے اور غلام بن کر رہ جاتے ہیں۔اس نظام کی دوسری خصوصیت بھی غیر فطری ہے حکومت کے مقرر کردہ معاشی اہداف کا جبری منصوبہ بندی کے ذریعے حصول جس میں افراد کی انفرادی خواہشات ختم ہو کر رہ جاتی ہیں کیونکہ فیصلہ کرنے کا حق صرف چند افراد کو ہے جو مرکز میں بیٹھ کر منصوبہ سازی کرتے ہیں باقی ساری عوام پر لازم ہے کہ اس فیصلے اور منصوبے کے عملدرآمد کو یقینی بنائیں بصورت دیگر انحراف کرنے والوں کے لیے جیل اور تختہ دار ہے۔اسطرح انسان فکر و عمل کی آزادی سے محروم ہو جاتا ہے۔اسی طرح اس نظام کی تیسری خصوصیت بھی فطرت اور طبیعت انسانی کے خلاف ہے جو کہ معاشی مساوات کی ہے کیونکہ تمام انسان جسطرح شکل وشبہات ذہنی صلاحیتوں اور جسمانی قوت کے لحاظ سے مختلف ہیں اس طرح فطری طور پر تمام انسانوں کا معاشی لحاظ سے مساوی اور برابر ہونا قطعی ناممکن ہے جیسے ایک ڈاکٹر، انجینئر، ایٹمی سائنسدان، مزدور، کسان، مدرس کی صلاحیتوں، کام کی نوعیت میں فطری فرق ہے اس طرح ان کی آمدنیوں اور معاوضوں میں فرق بھی فطری مساوات ہے اس فطرت کی وجہ سے دنیا متحرک ہے رنگینی ہے اور ترقی کی جانب رواں دواں ہے، کیونکہ یہی عین فطرت ہے اور اشراکیت کی یہ مصنوعی معاشی مساوات بجائے سود مند ہونے کے پیداوار میں کمی اور نقصان کا باعث ہو گی۔اشراکیت بقدر ضرورت افراد کو لینے کا حق دیتی ہے جبکہ اسلام بقدر محنت اپنا حصہ لینے کا حق عوام کو دیتا ہے اور پھر بقدر ضرورت لینے کے بعد اپنی مرضی اور خوشی سے زائد از ضرورت دولت کو افراد سے دلوانا چاہتا ہے جبکہ اشتراکیت میں افراد کی رضا و رغبت اور خوشی کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اس نظام میں ہر چیز جبراً منوائی جاتی ہے چنانچہ اشتراکیت میں جو کچھ عوام سے لیا جاتا ہے اس میں ان کی رضا اور خوشی شامل نہیں ہوتی اس لیے ان میں کوئی جذبہ محرکہ بھی نہیں ہوتا قرآن ان کی اس خصلت کا ذکر ان الفاظ میں کرتا ہے

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ أَنْفِقُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ قَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا أَنُطْعِمُ مَنْ لَوْ يَشَاءُ اللَّهُ أَطْعَمَهُ"[483]

"اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جو رزق خدا نے تم کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرو تو کافر کہتے ہیں کہ بھلا ہم ان لوگوں کا کھانا کھلائیں جن کو اگر خدا چاہتا تو خود کھلا دیتا"

اس طرح کی باتیں وہ اس لیے کرتے ہیں کیونکہ وہ یہ بھول جاتے ہیں تمام انسان اکتساب رزق میں صلاحیتوں، وسائل، ذہن اور قوت کے لحاظ سے یکساں نہیں ہیں ان میں اپاہج اور معذور بھی ہوتے ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

"وَاللَّهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلَى بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ[484]

"اور خدا نے رزق اور دولت میں بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے"۔

ایک اسلامی ذہن ہمہ وقت اس قربانی کے لیے تیار رہتا ہے کیونکہ وہ اسی میں اپنا فائدہ اور دیرپا نفع دیکھتا ہے جبکہ اشتراکی ذہن اس معاملے کے بارے میں شکوک وشبہات اور تذبذب میں مبتلا رہتا ہے۔

---

[483]القرآن:یٰسین 17:36

[484]القرآن:النحل 71:16

فصل دوم

اشتراکی نظام میں منصوبہ بندی کا تصور

معاشی منصوبہ بندی اشتراکی نظام کی بنیادی خصوصیت ہے قومی وسائل سے استفادہ کرنے اور عوامی ضرورت کی اشیا کو ان تک پہچانے کے کام کو ایک جامع منصوبہ بندی کے ذریعے مکمل کیا جاتا ہے۔ نیز اس نظام میں تمام وسائل پیدائش حکومت کی ملکیت میں ہوتے ہیں اور حکومت نے ہی فیصلہ کرنا ہوتا ہے کہ کونسی اشیا پیدا کی جائیں اور کتنی پیدا کی جائیں لہذا یہ انتظام اور منصوبہ بندی بھی حکومت ہی کرتی ہے کہ کیسے یہ اشیا پیدا کی جائیں۔ لہذا ایسے نظام میں تحکمانہ اور آمرانہ طرز کی منصوبہ بندی کی جاتی ہے معیشت کے تمام وسائل اور سرگرمیاں حکومت کے کنٹرول میں ہوتے ہیں لہذ اصارف کی پسند اور حکمرانی کا اس میں کوئی تصور نہیں۔

"Planning under socialism is the planning by direction. It pre spposes a socialist economy where there is no private sector and the resourses are controled by the state fully. The plans are not only formolated by the state but also executed through the direction of the state. Under socialism the economy is centrally planned and is directly towords socially desired goals"[485]

"اشتراکیت میں منصوبہ بندی ریاستی احکامات اور ہدایات پر مبنی ہوتی ہے اس میں کسی نجی شعبہ کی گنجائش ہی نہیں ہوتی اور وسائل معیشت مکمل طور پر ریاست کے قبضے میں ہوتے ہیں صرف منصوبوں کی تشکیل ہی حکومت نہیں کرتی بلکہ اس پر عمل درآمد بھی حکومت کے احکامات اور ہدایات کے مطابق ہوتا ہے اشتراکیت میں معاشی منصوبہ بندی معاشرے کے مطلوبہ مقاصد کے حصول کے لیے دراصل مرکزی منصوبہ بندی اور براہ راست طرز کی منصوبہ بندی اختیار کی جاتی ہے"

چونکہ اس نظام میں معیشت کنٹرولڈ ہوتی ہے اس لیے اشتراکیت میں منصوبہ بندی بھی کنٹرولڈ اور مرتکز ہوتی ہے اس مقصد کے لیے اس نظام میں ایک مرکزی منصوبہ بندی بورڈ ہوتا ہے جو کہ منصوبہ بندی کے لامحدود اختیارات رکھتا ہے (روس میں منصوبہ بندی بورڈ کا نام GOSPLAN ہے) یہ بورڈ تمام وسائل پیداوار تقسیم اور دوسرے معاشی مسائل کے بارے میں فیصلہ کرنے کے بارے میں مجاز ہوتا ہے۔ یہ بورڈ منصوبے کے مقاصد، ترجیحات اور اہداف کا تعین کرتا ہے اس نظام میں حکومت کے فیصلے غیر لچکدار ہوتے ہیں ملک کے تمام ادارے مثلا مالیاتی ادارے، تعلیمی و فنی، سائنسی تربیتی ادارے، فیکٹریاں، کارخانے، ذرائع رسل و رسائل، ذرائع نقل و حمل، مصنوعی و قدرتی وسائل اور افرادی قوت، حکومت کے زیر تصرف ہوتے ہیں۔ اشیائے صرف کی قیمتیں بھی حکومت مقرر کرتی ہے جس کی وجہ سے حکومت کے لیے پوری معیشت کی منصوبہ بندی کرنا اور اہداف حاصل کرنا آسان ہوتا ہے.

حاکمانہ منصوبہ بندی Planning by Direction or Authoritarian Plannin

اس قسم کی منصوبہ بندی اشتراکی نظام کے حامل ممالک میں مروج ہے۔ اس میں حکومت مکمل طور پر آزاد ہوتی ہے اور خود مرکزی حیثیت اختیار کر کے منصوبہ بندی کرتی ہے۔ اس قسم کی منصوبہ بندی جامع نوعیت کی ہوتی ہے اور پوری معیشت پر حاوی ہوتی ہے۔ اس میں ایک مرکزی ادارہ یا پلاننگ اتھارٹی ہی منصوبہ بندی کے تمام فیصلے کرتی ہے اس لیے یہ منصوبہ بندی غیر لچکدار ہوتی ہے۔

---

[485] B.N Ghosh, *Economic Growth Development and Planning*,522

“Planning by direction assumes the absence of private enterprise. In this type of planning, the central authority plans, orders and directs the execution of the plan. It is also kwon as authoritarian planning. This type of planning can be used in a full-fledged socialist economy.”[486]

" حاکمانہ یا آمرانہ منصوبہ بندی نجی شعبہ کی عدم موجودگی پر مبنی ہے اس قسم کی منصوبہ بندی میں مرکزی اتھارٹی ہی منصوبے پر عمل درآمد کے لیے احکامات اور ہدایات دیتی ہے اسے آمرانہ منصوبہ بندی بھی کہتے ہیں۔اس قسم کی منصوبہ بندی مکمل طور پر سوشلسٹ معاشی نظام میں اختیار کی جاتی ہے"۔

اس قسم کی منصوبہ بندی میں معیشت کی تمام سرگرمیاں اور وسائل حکومت کے کنٹرول میں ہوتے ہیں۔ منصوبے کے اہداف حاصل کرنے کے لیے ملک کے تمام وسائل کو عاملین کے بہتر اور معیاری اشتراک سے استعمال کیا جاتا ہے۔ یہاں صارفین کی حکمرانی کا کوئی تصور نہیں صارفین کو اشیاء مخصوص مقدار میں، مخصوص قیمتوں پر اور مخصوص جگہوں پر حاصل ہوتی ہیں۔ روس اور چین اس قسم کی منصوبہ بندی کو اختیار کرتے ہیں۔

“In a socialist economy, such as Russia, there toleration planning…it decides targets, means resources and methods, allocations, procedures and implementation of the plan...There is no freedom on the part of the individual, individualism is suppressed at all levels”.[487]

”سوشلسٹ معیشت میں جیسا کہ روس میں آمرانہ قسم کی منصوبہ بندی کی جاتی ہے۔۔۔ منصوبہ بندی سے متعلقہ تمام فیصلے حکومت خود کرتی ہے جیسے: اہداف کا تعین وسائل و ذرائع اور طریقہ کاراور منصوبے پر عمل درآمد وغیرہ۔ اس میں نجی شعبہ کو کوئی آزادی نہیں ہوتی بلکہ انفرادیت اور نجی شعبہ کی ہر سطح پر بیخ کنی کی جاتی ہے"۔

چنانچہ اس قسم کی منصوبہ بندی سے معاشرے کے افراد کی زندگی حکمران طبقہ کی ہدایات کے تابع ہو کر رہ جاتی ہے، عوام الناس کی نجی، خاندانی زندگی حتیٰ کہ دوستوں کے ساتھ تعلقات، کام کی نوعیت اور فرصت کے لمحات کے استعمال تک حکومت کی ہدایات اور احکامات کے تابع ہوتے ہیں۔

حکومت کا کردار : اس ضمن میں سب سے پہلے جو عنصر اپنا کردارادا کرتا ہے وہ ریاست کی ذمہ داری اور نگرانی ہے یعنی حکومت کا کردار ہے کیونکہ کسی بھی ملک میں حکومت کو اپنی ریاست کے اداروں اور فیصلہ ساز مشینریوں پر کنٹرول، اختیاراور مداخلت کا حق حاصل ہوتا ہے۔ لہذا سب سے پہلے یہ دیکھنا مقصود ہے کہ آیا معاشی منصوبہ بندی کے طریقہ کار میں حکومت کا کردار کس نوعیت کا ہے کیونکہ:

“First,the state may seek to ensure that the general economic environment is favourable to growth”[488]

"پہلا کام جو حکومت نے کرنا ہے وہ یہ ہے کہ حکومت اس بات کو یقینی بنائے کہ عام معاشی حالات اور ماحول معاشی ترقی کے لیے ساز گار ہیں" لہذا حکومت کا کردار یہ ہے کہ وہ ایسے اقدامات کرے اور ایسی فضاء قائم کرے کہ ملکی معیشت ترقی کرے لہذا یہ حکومت کا کام ہے کہ خود دیکھے کہ

---

[486] Ibid,13
[487] Ibid,520
[488] Thomas Wilson.*Planning and Growth* (Macmillan& Co LTD, London,1965),8

ملک کیسے ترقی کر سکتا ہے نہ کہ حکومت افراد پر چھوڑدے کہ صرف عوام ہی حکومتی کردار کے بغیر اسے ترقی کی راہ پر لے جائیں۔ گویا منصوبہ بندی میں پہلا کام ہی حکومت کا یہ ہے کہ وہ معاشی ترقی کے لیے حالات ساز گار بنائے۔ جیسا کہ John Maynard Keynes[489] کا کہنا ہے:

"The important thing for government is not to do things wlich individuals, are doing already and to do then a little better or a little worse but to do things which at present are not done at all"[490]

"کہ حکومت کے لیے ضروری نہیں وہ ایسے کام کرے جو افراد خود پہلے سے کر رہے ہیں اور نہ یہ کہ کچھ مزید بہتر یا برا کرے بلکہ حکومت وہ کام کرے جو اب تک ہوئے ہی نہیں ہیں"۔

لہٰذا ملکی معیشت کی ترقی کے لئے وہ اقدامات اور پالیسیاں اور حکمت عملی حکومت نے طے کرنی ہیں جو افراد نہیں کر پاتے کیونکہ۔

Every Deportment of the government is engaged in the process of planning, the government creates a special planning agency for peparing the development plan for the country.[491]

"گورنمنٹ کا ہر محکمہ منصوبہ بندی کے عمل میں مصروف ہوتا ہے، حکومت ملک کی ترقیاتی منصوبہ کے لیے منصوبہ بندی کی ایک خاص ایجنسی قائم کرتی ہے"

چنانچہ حکومت اس مقصد کے لئے ایک کمیٹی یا بورڈ تشکیل دیتی ہے جو معاشی منصوبہ بندی کے امور سر انجام دیتا ہے روس نے اس مقصد کے لئے کے لئے ایک کمیشن بنایا جسے Gosplan کا نام دیا گیا۔ جس کا کام پورے ملک کے لئے معاشی منصوبہ بندی کرنا اور اس کی نگرانی کرنا تھا۔

Gosplan,The State Planning Commission was Established in 1921and given an advisory role until 1928".[492]

1921 میں روس میں گوس پلان، مرکزی منصوبہ بندی کمیشن قائم کیا گیا اور 1928ء میں اسے مشیر کا کردار سونپا گیا"

1920 میں لینن نظریات کے آغاز میں منصوبہ بندی کی مشینری گولرو نے ایک مخصوص اور مستقل رکن کی حیثیت حاصل کرلی ریاست کے برقیاتی کمیشن کا قیام 1921ء میں ہوا گولرو کو ملکی منصوبہ بندی کمیشن گوس پلان میں ضم کر دیا گیا یہ کمیشن ایک مشیر کی حیثیت رکھتا تھا اس کا کام اس کی طرف بھیجے گئے معاملات پر آرا دینا اور فیصلے کرنا ہوتا تھا گوس پلان کا کام پورے ملک کے لیے ایک مکمل متفقہ معاشی منصوبہ بنانا ہوتا تھا لہٰذا معاشی منصوبہ بندی میں حکومت کا کردار بہت اہمیت کا حامل ہے دنیا کے ہر ملک میں حکومت کا وہاں کے معاشی نظام میں ایک اہم کردار ہے۔

---

[489] برطانوی ماہر معاشیات اور کینزین مکتب فکر کے بانی 1883 میں کیمبرج میں پیدا ہوئے کلی معاشیات میں انقلابی تصورات پیش کیئے 1946 میں وفات پا گئے۔

[490] John Maynard Keynes, *Essays in persuasion* (Ruperthart-davis, 1952)317

[491] Ghosh B.N., *Economic growth development and planning*, 532

[492] R Kerry Turner and Clive Collis,The Economics Of Planning (The Macmillan Press,London ,1977) 38

"Even the greatest worshipper of laisser faire has never suggested that there should be no state".[493]

"حتیٰ کہ آزاد معیشت کے عظیم ترین علم بردار نے بھی کبھی یہ تجویز نہیں کیا کہ منصوبہ سازی میں حکومت کا کوئی کردار نہیں ہونا چاہیے" تاہم اشتراکی نظام معیشت میں منصوبہ بندی مکمل طور پر حکومت کرتی ہے۔

[493] W. Arther lewis, The principles of economic planning ,12

فصل سوم

اشتراکیت میں معاشی منصوبہ بندی کے مقاصد

نظام اشتراکیت سرمایہ دارانہ نظام کے رد عمل میں ظاہر ہوا۔ سرمایہ دارانہ نظام کی فلاسفی کا پورا زور اس بات پر تھا کہ زیادہ سے زیادہ نفع کمانے کے لئے ہر شخص آزاد ہے اور ہر معاشی مسئلہ کا حل طلب ورسد کے باہمی توازن پر منحصر ہے۔ اس لئے اس فلاسفی میں عوامی فلاح وبہبود کا کوئی واضح اہتمام نہ تھا نتیجتاً وسائل اور ذرائع معیشت اور دولت سرمایہ دار کے قبضے میں آگئے اور مزدور روزی روٹی کے چکر میں سرگردان ہو کر رہ گیا بلکہ خود مزدور کی خرید وفروخت ہونے لگی۔ امیر اور غریب کے درمیان فاصلے بہت زیادہ بڑھ گئے تنگ آمد بجنگ آمد کے مصداق سوشلزم کا نظام وجود میں آگیا جس نے دعویٰ کیا کہ تمام معاشی مسائل کی وجہ سے وسائل معیشت کا انفرادی اور نجی ملکیت میں ہونا ہے اس کا حل صرف یہی ہے کہ تمام وسائل پیداوار نجی ملکیت کی بجائے ریاست کی اجتماعی ملکیت میں ہونے چاہئیں۔

H.D Dikinson[494] لکھتے ہیں:

"Socialism is an economic organization of society in which the material means of production are owned by the whole community and operated by organs representative of and responsible to the community according to a general economic Plan, all members of the community being entitled to benefit from the result of such socialized Planned Production on the basis of equal rights"[495]

"سوشلزم معاشرے کی ایک ایسی معاشی تنظیم ہے جس میں پیداوار کے مادی ذرائع پورے معاشرے کی ملکیت ہوتے ہیں۔ جسے حکومت کے نمائندے اور معاشرے کے ذمہ دار افراد عام معاشی منصوبے کے مطابق چلاتے ہیں معاشرے کے تمام افراد کو مساوی بنیادوں پر سماجی طور پر کی گئی منصوبہ بندی کی پیداوار کے نتائج سے استفادہ کرنے کا حق حاصل ہے"۔

مولانا مودودی سوشلزم کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں

"سوشلزم کے اصل معنی ہیں "اجتماعیت" اور یہ اصطلاح اس انفرادیت کے مقابلہ میں بنائی گئی تھی جس پر جدید سرمایہ دار کا نظام تعمیر ہوا اس نام کے ساتھ بہت سے مختلف نظریے اور مسلک کارل مارکس سے پہلے پیش کئے جانے شروع ہو گئے تھے جن کا مشترک مقصد یہ تھا کہ کوئی ایسا نظام زندگی بنایا جائے جس میں بحیثیت مجموعی پورے اجتماع کی فلاح ہو لیکن وہ سب کاغذ پر رہ گئے۔ مارکس نے آکر اس طلب عام کا جواب ایک خاص قسم کے سوشلزم کی شکل میں دیا جسے "سائنٹیفک سوشلزم" "مارکسزم" اور "کیمونزم" وغیرہ کے مختلف ناموں سے موسوم کیا جاتا ہے."۔[496]

---

[494] برطانوی ماہر معاشیات (1899-1969)

[495] H.D Dickinson, *Economic of Socialism*, (Oxford University Press 1939),10,11

[496] مودودی، اسلام اور جدید معاشی نظریات، اسلامک پبلی کیشنز، لاہور، ص 24

“Socialism is a system of communal (or social) ownership of th means of production ,established for the purpose of making(or keeping)the distribution of income ,wealth, opportunity economic power as nearly equal as possible” [497]

"اشتراکیت پیداواری ذرائع آمدن، دولت معاشی، وسائل اور ذرائع کی تقسیم کو ممکنہ حد تک مساوی بنانے کے مقصد کے لیے ایک نظام ہے"

ماہرین کی مندرجہ بالا تعریفات اور توضیحات سے سوشلزم کی درج ذیل خصوصیات مترشح اور واضح ہوتی ہیں۔

اشتراکی نظام اجتماعی ملکیت اور منصوبہ بندی کے دو بڑے اصولوں پر مبنی ایک معاشی نظام ہے۔ گویا نجی طور پر افراد کو حق ہی حاصل نہیں کہ پراپرٹی وغیرہ کے مالک بن سکیں، تمام ذرائع اور وسائل مجموعی طور پر معاشرے کی ملکیت ہیں اور پہننے کے کپڑے، استعمال کے برتن، گھر کا فرنیچر اور اس طرح کی دوسری چیزیں انفرادی ملکیت میں رہیں تو کوئی مضائقہ نہیں مگر یہ زمین اور مشینیں اور آلات اور دوسری ایسی چیزیں جن سے دولت کی پیداوار ہوتی ہے ان پر افراد کے مالکانہ حقوق ہر گز نہ رہنے چاہیں۔[498] کیونکہ یہ سب اسٹیٹ کی ملکیت ہیں۔ لوگ ان وسائل اور ذرائع کو استعمال میں لا کر کام کرتے ہیں جس کے عوض حکومت انہیں مشاہرہ دیتی ہے۔ لہذا اس نظام میں کوئی شخص اشیائے سرمایا کا مالک نہیں بن سکتا۔ دوسری بڑی خصوصیت اس نظام کی یہ ہے کہ اس میں منصوبہ بندی کی مجلس ملک کی تمام ضروریات کا جائزہ لیتی ہے پھر یہ فیصلہ کرتی ہے کہ موجود الوقت وسائل پیداوار، محنت اور سرمائے کو کس طرح تقسیم اور منظم کیا جائے کہ ان ضروریات کی خاطر خواہ تکمیل کی جا سکے۔ گویا کیا پیدا کیا جائے، کتنا پیدا کیا جائے۔ کس کے لیے پیدواری عمل اختیار کیا جائے اور کیسے پیدا کیا جائے۔ یہ سب فیصلے ایک اتھارٹی کرتی ہے مگر اتھارٹی یہ تمام فیصلے اجتماعی مفاد کو مدنظر رکھ کر کرتی ہے۔ عمر چھپرا اشتراکیت پر اشتراکی ماہرین کی آرا پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں

They considered private property and the wage system to be the source of evil and insisted that justice cannot be rendered to the poor without socializing private property to varying degrees.They felt that even democracy was not workable effectively as long as there are inequalities and special interests. They conceived of a future in which the masses would either forcibly or democratically take control of the levers of government from the capitalists and create an egalitarian and democratic society, free from classconflict and based on comprehensive planning and public control of the means of production. In other words, they attacked capitalism and proposed a different system for allocation and distribution”[499]

وہ سمجھتے ہیں کہ نجی جائیدادیں، اجرت ہی تمام مسائل کی جڑ ہیں اس لیے اس بات پر زور دیا جاتا ہے کہ غریب کو حق مل ہی نہیں سکتا جب تک نجی ملکیت کو اجتماعی ملکیت نہ قرار دیا جائے ان کے خیال میں جب تک ذاتی مفاد ہے اور معاشرے میں عدم مساوات موجود ہے جمہوریت بھی اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ برا نہیں ہو سکتی۔ انہوں نے ایک ایسے مستقبل کا تصور کیا جس میں عوام یا تو زبردستی یا جمہوری طریقے سے سرمایہ داروں سے

[497] Carl A,Europeam Socialism,(University of California Press,1959)5

[498] مودودی، اسلام اور جدید معاشی نظریات، ص39

[499] Chapra Muammad Umar, Islam and The Economic Challenge(The International Institute O Islamic though,1995) 88

حکومت کے اقتدار کا کنٹرول سنبھال لیں گے اور طبقاتی کشمکش سے پاک اور جامع منصوبہ بندی اور عوامی ذرائع کے ذریعہ ایک مساوات اور جمہوری معاشرے کی تشکیل کریں گے۔ دوسرے لفظوں میں، انہوں نے سرمایہ داری پر حملہ کیا اور تقسیم اور وسائل کی تعیین کے لیے ایک نیا نظام تجویز کیا"۔

ذیل میں ہم اشتراکی نظام کی معاشی منصوبہ بندی کا جائزہ لیتے ہیں:

"Planning under socialism is the planning by direction. It pre-supposes a socialists economy where there is no private sector and the economic resources are controlled by the state fully. The plans are not only formulated by the estate but also executed through the directions of the state under socialism; the economy is centrally planned and is directly towards socially desired goals".[500]

"اشتراکیت میں معاشی منصوبہ بندی ہدایاتی اور تحکمانہ منصوبہ بندی ہوتی ہے۔ اس لیے اشتراکیت پہلے سے طے ہوتا ہے کہ اس میں کوئی نجی ادارہ نہیں ہوتا اور معاشی وسائل مکمل طور پر حکومت کے قبضے اور اختیار میں ہوتے ہیں۔ اگرچہ منصوبے حکومت تشکیل نہیں دیتی مگر منصوبے تشکیل دینے والی اتھارٹی حکومت کی ہدایات کے مطابق تشکیل دیتی ہے۔ معیشت مرکزی منصوبہ بند ہوتی ہے اور معاشرے کے مطلوبہ مقاصد کے مطابق چلائی جاتی ہے"۔

چونکہ اشتراکی نظام میں تمام وسائل اور عاملین پیدائش حکومت کے اختیار میں ہوتے ہیں اور حکومت ہی ملکی ذرائع کو استعمال کرنے سے متعلق منصوبہ بندی اور فیصلہ سازی کے کام کرتی ہے اور اس منصوبہ بندی کے لئے ایک مرکزی بورڈ قائم کیا جاتا ہے جیسا کہ

"Gosplan the state planning commission was established in 1921" [501]

"روس میں 'گوس پلان' مرکزی منصوبہ بندی کا کمیشن 1921ء میں قائم کیا گیا "

منصوبہ بندی کی اسی خاصیت کی وجہ سے اشتراکیت کو منصوبہ بند معیشت بھی کہا جاتا ہے۔ تاہم اس نظام میں موجود خرابیاں اس کی منصوبہ بندی کی خامیاں تصور کی جاتی ہیں۔ اس نظام میں فرد آزادی اور نجی ملکیت سے محروم ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اس نظام میں طاقت کے ذریعے حکومت کے معاشی فیصلوں کو نافذ کیا جاتا ہے۔ اس طرح افراد کی مرضی اور صارفین کی بالادستی ختم ہو جاتی ہے۔ تمام افراد حکومت کے ملازم تصور کئے جاتے ہیں ان کو حکومت کے کارخانوں زمینوں پر کام کرنا پڑتا ہے اس کے بدلے حکومت افراد کو ضروریات زندگی مہیا کرتی ہیے۔ لہذا اس نظام میں انسان دو وقت کی روٹی کی خاطر حکومت کا بندہ اور غلام بن کر رہ جاتا ہے اور افراد فکر و عمل کی آزادی سے بالکل محروم ہو جاتے ہیں۔ اس طرح فرد کی فطری آزادی سلب کر لی جاتی ہے۔ اس کو فطرت سے دور کر کے اس کی قدرتی صلاحیتیں سلب کر لی جاتی ہیں۔ کسی مزدور، ملازم، منیجر یا ماہر فن کو اپنے آجر یعنی اسٹیٹ سے اختلاف کی جرأت نہیں ہو سکتی نہ وہ کسی ایسی سیاسی جدوجہد میں حصہ لے سکتا ہے۔ جو اسٹیٹ کی پالیسی سے اختلاف پر مبنی ہو کیونکہ اس میں ہر فرد کا رزق اور وسیلہء معاش حکومت کے قبضے میں ہوتا ہے۔ چنانچہ "اس کا فائدہ اس کے سوا کچھ نہیں ہوتا کہ

[500] B.N Gosh & Rama Gosh "*Economic Growth Development and Planning*" , 522
[501] R Kerry Turner and Clive Collis,The economic of planning(The Macmillan Press,London,1977)38

مز دوروں کے رزق کی کنجی بہت سے ارباب سے نکل کر ایک رب الارباب کے ہاتھ میں چلی جاتی ہے، جس کا ملک میں نہ تو کوئی ہمسر ہوتا ہے اور نہ مقابل نہ اس کے مقرر کردہ معیار اجرت میں چون وچرا کی گنجائش ہے اور نہ اس کی کہیں اپیل کی جاسکتی ہے"[502]

"اس نظام حکومت میں برسر اقتدار پارٹی ملک کی مجموعی زندگی کے لئے جو منصوبہ بناتی ہے اسے کامیابی کے ساتھ چلانے کے لئے وہ پریس، ریڈیو، سینما، مدرسے، سکول، پوری انتظامی مشینری، اور پورے ملک کے معاشی کاروبار کو ایک خاص نقشے کے مطابق استعمال کرتی ہے اس منصوبے کی کامیابی کا انحصار بھی اس پر ہے کہ تمام ملک میں سوچنے اور رائے قائم کرنے اور فیصلہ کرنے و الے دماغ صرف چند ہوں جو مرکز میں بیٹھے اور منصوبے بنارہے ہوں باقی ساراملک صرف عملدرآمد کرنے والے دست وپا پر مشتمل ہو جو تعمیل ارشاد میں چون وچرا تک نہ کریں تنقید اور نکتہ چینی اور رائے زنی کرنے والے کے لئے اس نظام میں جیل اور تختہ دار کے سوا کوئی جگہ نہیں"۔[503]

یوں افراد فکر و عمل کی آزادی سے محروم ہو جاتے ہیں ذاتی نفع کے محرک کے ختم ہو جانے سے لوگوں میں معاشی لحاظ سے آگے بڑھنے کا جذبہ ختم ہو جاتا ہے۔ حکومت چونکہ عمومی مفاد کے پیش نظر اشیاء تیار کرواتی ہے چنانچہ لوگوں کی پسند، سہولت اور صلاحیت کو درخو اعتنا نہیں سمجھا جاتا۔ اس لیے حکومت لوگوں سے اپنے اہداف کی تکمیل کے لئے بزور اور جبراً عمل کرواتی ہے۔

"میری سمجھ میں تو اب تک یہ بھی نہیں آیا ہے کہ قدرتی قوانین کی جس جنگ نے بالآخر سرمایاداری کے جہنم میں نسل انسانی کو دھکیل دیا تھا، اس میں اور یہ جنگ، جو اب صفاتی و کمالاتی تفاوت سے پیدا ہونے والے مراتب و مدارج کے اختلاف سے لڑی جارہی ہے ان دونوں میں نتیجے کے اعتبار سے کیا فرق ہے؟ سرمایا داروں کا تو صرف یہی ظلم تھا کہ سب کو نہیں، بلکہ اولاد آدم کے صرف ایک حصہ کو غربت کی زندگی گزارنے پر انہوں نے مجبور کر دیا تھا لیکن جنہوں نے یہ دیکھ کر سب چونکہ امیر نہیں بن سکتے اس لیے سب کو غریب بن جانا چاہیے اس اصول کو طے کر کے انہوں نے تو بجائے بعض کے بزور شمشیر، سب کو ہی غریب بنانے کا تہیہ کر لیا بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ سرمایہ داری کے نظام میں غریب بن کر جینے کا موقعہ آدم کے جن بچوں کو حاصل تھا سرمایہ دشمنی کے اس نظام میں تو ان بدنسیبوں کو جینے کے اس حق سے بھی محروم کر دینے کی آج دھمکیاں جاری ہیں یا ہو سکتا ہے کہ کہیں محروم کرنے کا یہ منحوس کاروبار شروع بھی ہو گیا ہو اور میدان جنگ کا جو نقشہ بنایا گیا ہے اس کا تو یہ لازمی نتیجہ"[504] یہ نظام اگرچہ بظاہر عوامی فلاح و بہبود کا پروانہ لے کر ظاہر ہوا مگر حقیقت میں جبر واستبداد اور غلامی کا پروانہ ہے معاشی تفاوت کے خاتمے اور طبقاتی کشمکش کو ختم کرنے کی بجائے اس کو قانونی سہارا مل گیا جہاں چند سرمایہ دار مزدور کا استحصال کرتے تھے اب ریاست کے چند عہدے دار استحصال کرتے ہیں اب اس استحصال میں حکومت شریک ہے سرمایہ دارانہ نظام میں دولت چند سرمایہ داروں کے پاس تھی اب دولت صرف ایک ہاتھ یعنی ریاست و حکومت کے قبضہ میں آگئی یہ نظام اجتماعیت کی بجائے دراصل جبر و غلامی ہے اس لئے یہ نظام قائم نہ رہ سکا اور مٹ کر رہ گیا کیونکہ مارکس کا معاشی نظریہ کئی غلطیوں پر مبنی ہے۔ اس لیے ماہرین کو کہنا پڑا کہ:

---

[502] ندوی، مجیب اللہ، اسلامی قانون محنت واجرت، مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری، لاہور، 1989ء ص 113

[503] مودودی، اسلام اور جدید معاشی نظریات، ، ص 53

[504] گیلانی، مناظر احسن، اسلامی معاشیات، شیخ شوکت علی اینڈ سنز، کراچی، 1947، ص 158

“There is a common view that Marks is dead – not just the man, but his ideas and their relevance to our lives today.”[505]

"اب عام تاثر پایا جاتا ہے کہ مارکس مر گیا ہے- نہ صرف انسان کی حیثیت سے بلکہ اس کے خیالات اور ان کی ہماری زندگیوں سے مطابقت بھی ختم ہو کر رہ گئی ہے"۔

[505] Frank Stilwell, *Political Economy,* (Oxford University Press),93

باب پنجم

مخلوط معاشی نظام میں معاشی منصوبہ بندی

فصل اول — مخلوط معاشی نظام

فصل دوم — مخلوط معاشی نظام میں معاشی منصوبہ بندی کا تصور اور مقاصد

فصل اول

مخلوط معاشی نظام

دنیا میں صرف اسلام کا معاشی نظام ہے جو خالص الہامی ہدایات، تعلیمات، اصولوں اور قوانین پر مبنی ہے جو کسی غیر الہامی فکر و فلسفہ اور انسانوں کے بتائے ہوئے اصولوں اور قوانین کے رد عمل اور اثرات کے نتیجے میں وجود میں نہیں آیا جبکہ دنیا کے دیگر معاشی نظام الہامی ہدایت ور ہنمائی کے بغیر کسی انسان کی سوچ، فکر و فلسفہ کے اثرات اور اس کے رد عمل کے طور پر وجود میں آئے ہیں اور یہی معاملہ مخلوط معاشی نظام کا بھی ہے۔ مخلوط معاشی نظام سرمایہ دارانہ نظام معیشت اور اشتراکی نظام معیشت کے رد عمل ان کی خامیوں کی اصلاح اور خوبیوں کے امتزاج کے طور پر وجود میں آیا ہے سرمایہ داری نظام معیشت مکمل معاشی آزادی اور انفرادی ملکیت کی بنیاد اور اصول پر استوار ہوا ہے جبکہ اشتراکی نظام معیشت میں انفرادی ملکیت کی یکسر نفی پائی جاتی ہے جن کا تفصیلی تحقیقی جائزہ تیسرے اور چوتھے باب میں لیا گیا ہے۔ سرمایہ داری نظام کے علمبر دار امریکہ اور مغربی یورپ کے اکثر ممالک ہیں جبکہ اشتراکی نظام معیشت مشرقی یورپ میں رائج ہے اس کا سب سے بڑا علمبر دار سویت یونین ہے۔ جبکہ ایشیا اور افریقہ کے بعض ممالک مذکورہ دونوں نظاموں کی خامیوں اور کوتاہیوں کی اصلاح اور ان کی خوبیوں کے امتزاج پر مشتمل مخلوط معاشی نظام کے نام سے ایک الگ معاشی نظام کا تجربہ کیا ہے۔ ذیل میں اس نظام سے متعلق مفکرین وماہرین اقصادیات کی آرا اور تعریفات کا جائزہ لیا جاتا ہے:

"Mixed economy is an economic system where both public and private sectors work side by side........... A mixed economy is a combination of the salient features of capitalism and socialism"[506]

"مخلوط معیشت ایک ایسا معاشی نظام ہے جس میں حکومتی اور نجی شعبہ ایک ساتھ مل کر کام کرتے ہیں۔۔۔ مخلوط معاشی نظام سرمایا دارانہ نظام معیشت اور اشتراکیت کی چیدہ چیدہ خصوصیات کا مرکب ہے"

اس نظام میں معیشت کو سرکاری اور نجی دو شعبوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ عوامی فلاح و بہبود کے شعبے ریل، سڑکیں، بجلی گھر، ڈیم، ٹیلیفون، اصلاح اراضی بھاری صنعتیں جیسے شعبے سرکاری کنٹرول میں ہوتے ہیں۔ نجی شعبہ کاروبار اور پیداواری سرگرمیوں میں آزاد ہوتا ہے مگر حکومت اس شعبے کی غیر قانونی سرگرمیوں میں مداخلت کرتی ہے۔ اس معاشی نظام میں کوآپریٹو ادارے بھی کام کرتے ہیں جیسے کوآپریٹو سوسائٹی، کوآپریٹو بینکنگ، کوآپریٹو فارمنگ اور ڈیری فارمنگ وغیرہ یہ ادارے حکومت اور کوآپریٹو سوسائٹیز کی کوششوں سے وجود میں آتے ہیں۔

"In a mixed economy, public and private sector work in parallel to each other. Usually, the public sector is responsible to provide transport, communication, defense, currency management, utilities like telephone, water, gas, electricity etc. All the other industries are in the ownership of private sector"[507]

---

[506] B N GHOSH and RAMA GOSH, *Economic Growth Development and Planning*, 524
[507] Shaikh Salman,A Comparative Study Of The Major Economic Systems(University Of East,Hydderababd, 2009) 12

"مخلوط معیشت میں حکومتی طبقہ اور نجی طبقہ ایک دوسرے کے متوازی کام کرتے ہیں عام طور پر حکومتی شعبہ ذرائع نقل وحمل، ٹرانسپورٹ مواصلات دفاع، کرنسی انتظامی امور عوامی افادیت کے کام جیسے ٹیلیفون پانی، گیس، بجلی وغیرہ کی فراہمی کی ذمہ داری پوری کرتا ہے جبکہ دوسرے تمام صنعتیں نجی شعبے کی ملکیت میں ہوتے ہیں"

"Mixed economy is a compromise between extreme socialism and extreme capitalism and laissez fair ....Mixed economy is a system of joint responsibility of state and private eterpreneurs".[508]

"مخلوط معیشت شدید قسم کی اشتراکیت اور شدت پر مبنی سرمایادارانہ نظام اور آزاد معیشت کا ایک اشتراک ہے ---- مخلوط معیشت حکومت اور نجی سرمایہ داروں کی مشترکہ ذمہ داری کا ایک نظام ہے"

درج بالا بحث سے اخذ ہوتا ہے کہ مخلوط معاشی نظام میں معیشت کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا جاتا ہے (1) حکومتی شعبہ (2) نجی شعبہ یہ دونوں شعبے مل کر نظام معیشت چلاتے ہیں۔ نجی شعبہ اگرچہ کاروبار اور پیداواری سرگرمیوں میں آزاد ہوتا ہے تاہم اگر نجی شعبہ من مانی کرنے لگے تو حکومت اپنے اختیارات کا استعمال کرتی ہے اور نجی شعبہ کو غیر قانونی سرگرمیوں سے روکنے کے لیے پورے وسائل اور ذرائع استعمال کرتی ہے نیز حکومت اجارہ داریوں، مزدوروں، پیدائش اور معاوضوں سے متعلق قانون سازی بھی کرتی ہے۔ اس طرح چند پیداواری شعبے حکومت کے پاس ہوتے ہیں اس لیے کہ "حکومت اس بات کا حق محفوظ رکھتی ہے کہ وہ عوامی مفاد کی خاطر نجی ملکیت کو قومی تحویل میں لے لے"[509] اسی طرح وہ شعبے جن میں منافع بہت کم ہو اور سرمایہ کاری کے لیے کثیر سرمایہ درکار ہو اور پھر ان کی تکمیل کے لیے طویل عرصہ درکار ہو تو جیسے بجلی گھر ،ڈیم، ریل، سڑکیں وغیرہ جیسے محکمے بھی حکومت اپنے پاس رکھتی ہے۔ اس طرح عوامی فلاح و بہبود تعلیم، صحت اور دفاع کے شعبے بھی حکومت خود کنٹرول کرتی ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ان شعبوں میں عوام نجی طور پر بھی کام کرتے ہیں پبلک سکولز، پرائیویٹ ہسپتال، پبلک ٹرانسپورٹ اور ترسیل کے ادرارے جیسے TCS اسی طرح نجی سرمائے کی کمپنیاں وغیرہ جیسے ادارے بھی نجی طور پر اس نظام میں کام کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی اس نظام میں کوآپریٹو ادارے بھی کام کرتے ہیں جیسے کوآپریٹو سوسائٹی، کوآپریٹو بینکنگ، کوآپریٹو فارمنگ وغیرہ

مخلوط معاشی نظام میں نہ تو اشتراکیت کی طرح وسائل پیدائش پر مکمل طور پر ریاست قابض ہوتی ہے اور نہ ہی سرمایہ داری جیسی لامحدود آزادی کہ تمام وسائل پیدائش صرف چند سرمایہ داروں کے پاس جمع ہو جائیں جس کے نتیجے میں غیر مساویانہ تقسیم دولت کے اثرات معاشرے کو طبقاتی تقسیم سے دوچار کر دیتی ہے۔

چنانچہ درج بالا بحث سے یہ اخذ ہوا کہ مخلوط معاشی نظام، سرمایہ داری نظام معیشت اور اشتراکی نظام معیشت کی متضاد انتہاؤں کے درمیان ایک راہ ہے جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس میں مذکورہ دونوں نظاموں کی خصوصیات پائی جاتی ہیں تاہم پھر بھی اس کی ایک جامع تعریف متعین کرنا ایک مشکل کام ہے کیونکہ " نظری طور پر ایک مخلوط معیشت کی تعریف کرنا مشکل ہے کیونکہ یہ خصوصیات کس تناسب سے ملائی گئی ہیں اس کا فیصلہ کرنے کے لیے کوئی معروضی معیار مقرر نہیں ہے یہ عین ممکن ہے کہ کسی معیشت میں سرمایہ دارانہ معیشت کی صفات حاوی ہوں اور اشتراکی معیشت میں نسبتاً کم ہوں لیکن یہ مخلوط معیشت کہلائے گی دوسری جانب یہ بھی ممکن ہے کہ کسی معیشت میں اشتراکی صفات غالب

---

[508] B N GHOSH and RAMA GOSH, Economic Growth Development and Planning,524

[509] اوصاف احمد ڈاکٹر، علم معاشیات اور اسلامی معاشیات۔ ایفا پبلی کیشنز نئی دہلی 2010ء ص 82

ہوں اور سرمایہ دارانہ معیشت کی صفات نسبتا کم ہوں لیکن ان دونوں قسم کی مخلوط معیشتوں کے درمیان تمیز و امتیاز معیاروں کی بنیاد پر کیا جاسکے تو وہ دوسری بات ہے ورنہ دونوں مخلوط معیشتیں کہلانے کی مستحق ہیں" [510] چنانچہ:

"Mixed economy is a compromise between capitalism and socialism .A mixed economy takes the valuable features of both.Some mixed economies can be titled more towords Socialism and some can be titled more towords capitalism.However most countries can be classified as mixed economies in the real world"[511]

"مخلوط معیشت، سرمایہ داری نظام اور اشتراکی نظام کے درمیان ایک درمیانی راہ ہے۔ایک مخلوط معیشت مزکورہ دونوں نظاموں کی مفید اور قابل قدر خصوصیات کو اختیار کرتی ہے۔کچھ مخلوط معیشتیں سوشلزم کے زیادہ قریب ہوتی ہیں اور کچھ سرمایہ داری نظام کے قریب ہوتی ہیں۔تاہم حقیقی معاشی دنیا میں زیادہ تر ممالک مخلوط معیشت کی صف میں آتے ہیں"۔

مندرجہ بالا بحث سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ مخلوط معاشی نظام ایک ضرورت کے تحت وجود میں آیا اور وہ ضرورت یہ تھی کہ سرمایہ داری نظام کی نجی ملکیت کی غیر محدود آزادی اور اشتراکیت کی انفرادی ملکیت پر غیر ضروری پابندی نے جس معاشی بدحالی سے دنیا کو دوچار کر دیا تھا اس کی اصلاح اور معیشت کی بحالی کے لیے ان دونوں نظاموں کے نقائص کو دور کر کے ان کی مفید اور معاشی لحاظ سے مثبت خصوصیات کو اختیار کرنے کی ایک درمیانی راہ نکالی گئی جسے مخلوط معاشی نظام کا نام دیا گیا۔کیونکہ یہ وقت کی ایک اہم معاشی ضرورت تھی۔

"Thus mixed ecoomy was a great historical necessity [512]

"تاہم مخلوط معیشت ایک عظیم تاریخی ضرورت تھی"

حکومت کا کردار

دنیا کا کوئی بھی معاشی نظام حکومتی سرپرستی کے بغیر فعال کردار ادا نہیں کر سکتا چاہے وہ سرمایہ داری نظام معیشت ہی کیوں نہ ہو

Planning involves every department of the Government.[513]

"منصوبہ بندی ہر حکومتی شعبہ کا احاطہ کرتی ہے" یہی کیفیت مخلوط معاشی نظام کی بھی ہے بلکہ اس نظام کی بنیاد ہی یہی ہے کہ اس میں حکومت اور نجی شعبہ باہمی تعاون و اشتراک سے معاشی سرگرمیاں سرانجام دیتے ہیں تاہم اس نظام میں بھی حکومت ہی معاشی سرگرمیوں کے اصول اور قوانین وضوابط قائم کرتی ہے اور تمام معاشی سرگرمیوں کی سرپرستی کرتی ہے۔کیونکہ

The main economic functions of the state are the allocation of scarce economic resources in the distribution of income and wealth,the

[510] اوصاف احمد ڈاکٹر، علم معاشیات اور اسلامی معاشیات، ایفا پبلیکیشنز نیو دہلی، 2010، ص 81،80

[511] Sheikh Salman ,A coparative Study of of the major economic systems in the aftermath the Great Ressesion,szabist ,Karachi ,2009.p 12

[512] B.N Ghosh & Rama Ghosh ,Economic Growth and Development Planning ,New Delhi 1991,p524

[513] Arthur Lewis , Development Planning ,George Allen & UNWIN LTD,London1966,p244

stabilization of the level of economic activity and regulation of private economic activity"[514]

"ریاست کے اہم اقتصادی افعال میں آمدنی اور مال کی تقسیم میں کمیاب معاشی وسائل کی تعیین و تخصیص کرنا معیشت کے معیار کو بلند کرنا اور نجی معاشی سرگرمیوں کے لیے ضوابط قائم کرنا اور انھیں کنٹرول کرنا شامل ہیں"

"In such a set up ,the private sector works side by side with the public sector . The private sector can function independently under the broad control and supervision of the public sector".[515]

"اس طرح کے نظام میں نجی شعبہ حکومتی شعبہ کے شانہ بشانہ کام کرتا ہے نجی شعبہ وسیع حکومتی اختیار اور سرپرستی میں آزادانہ طور پر کام کر سکتا ہے"۔

کیونکہ مفادعامہ سے وابستہ شعبے جیسا کہ ہسپتال ،کالجز،سڑکیں رفاہی وفلاحی اداروں میں سرمایہ کاری نہیں کی جاتی نجی شعبے مصنوعات کی اشتہار بازی کر کے اخراجات بڑھاتے ہیں جس کا بوجھ عام صارفین کو برداشت کرنا پڑتا ہے ان کے غلط منصوبوں سے معیشت سرد بازاری اور افراط زر میں پھنس جاتی ہے ان خرابیوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ماہرین کا خیال ہے کہ حکومت منصوبہ بندی میں براہ راست کردارادا کرے۔کیونکہ

The use of terms such as 'political economy'and social 'economy' is a signal that economic systems closely interwind with institutions and activities of government and society .It is important to note that capitalist economies are mixed economies because economic institutions donot stand alone but rather Intract. [516]

"سیاسی معیشت اور سماجی معیشت جیسی اصطلاحات کے استعمال سے اس بات کی نشاندہی ہوتی ہے کہ نظامہائے معیشت حکومت اور معاشرے کے اداروں اور معاشی سرگرمیوں میں بہت قریبی باہمی تعامل پایا جاتا ہے یہ بھی ایک قابل غور بات ہے کہ سرمایہ داری نظام کی حامل معیشتیں بھی دراصل مخلوط معیشتیں ہیں کیونکہ معاشی ادارے حکومتی سرپرستی اور تعاون کے بغیر تنہا قائم نہیں رہ سکتے"۔

"Government intervention gives adhoc in design and implementation.The government gives directions regarding the major objectives of the proposed plan".[517]

"حکومت کی مداخلت، منصوبے کے خاکے اور اس پر عمل درآمد تک کے لیے فوری معاونت کرتی ہے حکومت تجویز کردہ منصوبے کے اہم مقاصد کے حصول کے سلسلے میں ہدایات دیتی ہے"

اگرچہ پیداواری ذرائع نجی ملکیت میں بھی ہوتے ہیں اور افراد کو کاروبار اور سرمایہ کاری کی مکمل آزادی ہوتی ہے مگر یہ آزادی کلیتا لامحدود نہیں ہوتی بلکہ ریاست یہ حق محفوظ رکھتی ہے کہ وہ عوامی مفاد کی خاطر نجی ملکیت کو قومی تحویل میں لے لے مگر ایسا سماجی فلاح وبہبود کی غرض سے ہوتا

---

[514] Tsoklinova,https/www.researchgate.net/publication/312409943.March 2015,p 6
[515] B N Ghosh & Rama Gosh ,Economic Growth,Development And Planning ,New Delhi,1991p526
[516] Tsoklinova,https/www.researchgate.net/publication/312409943.March 2015,p 5
[517] B.N Ghosh and Rama GHOSH, Economic growth Development and planning,615

ہے۔ سرمایہ داری نظام کے برعکس حکومت اس نظام میں صرف امن وامان قائم کرنے، انصاف مہیا کرنے اور ملکی دفاع تک محدود نہیں رہتی بلکہ پیداواری سرگرمیوں میں بھی شریک رہتی ہے حتیٰ کی بنیادی اہمیت کی کچھ صنعتیں اور مالیاتی ادارے بھی حکومتی تحویل میں ہوتے ہیں نیز ایسے معاشی امور جو قیمتوں کی میکانیت سے طے نہیں ہوسکتے ریاست ان کو سرانجام دینے کی ذمہ داری لیتی ہے جیسے عوام کو تعلیم وصحت کی سہولتوں کی فراہمی وغیرہ۔ اس طرح مخلوط معاشی نظام میں حکومت ایسے ضابطے قائم کرتی ہے کہ اجارہ داریاں قائم نہ ہوں بلکہ مسابقت کی فضا قائم رہے تاکہ عوام کی معاشی حاجات کی تسکین زیادہ سے زیادہ ہو اور کسی کا استحصال نہ ہو اس لیے حکومت کاروبار کرنے اور سرمایہ کاروں پہ کچھ پابندیاں بھی عائد کرتی ہے تاکہ نجی کاروبار اور سرمایہ کاری سے معاشی مقاصد پورے ہوسکیں۔

فصل دوم

مخلوط معاشی نظام میں معاشی منصوبہ بندی کا تصور مقاصد

مخلوط نظام معیشت کو اگر چہ برطانیہ اور فرانس نے متعارف کروایا مگر اسے اب کئی سرمایادارانہ ممالک نے اختیار کر لیا ہے۔ جنوبی ایشیاء کے ممالک میں مخلوط نظام معیشت کے تحت معاشی منصوبہ بندی کی جاتی ہے اس میں نجی شعبہ اور حکومت کے ساتھ معاون کے طور پر رہتا ہے نجی شعبہ حکومت کی سرپرستی میں اور کنٹرول بورڈ کے تحت آزادانہ طور پر کام کرتا ہے۔

"Mixed economy planning, so called because of the roles assigned to both private and public sector in plans, is to be distinguished from the other planning system on two principle counts. One, the dominent role of the governments as distinguished from some role of government as in capitalist planning countries that have undertaken to do what markets have failed to achieve.Two, countries under this system face problem of under development which are unparalleld anywhere in contemporary world of Industrialized countries weather socialist or capitalist"[518]

"مخلوط معیشت کو اس لیے یہ نام دیا گیا ہے کیونکہ منصوبوں کے وہ کردار جو نجی شعبہ اور حکومتی شعبہ کو تفویض کیے جاتے ہیں وہ دوسرے نظام سے مختلف کرنا ہوتا ہے اور یہ دو اصولوں کی وجہ ہوتا ہے، ایک یہ کہ حکومت کا مطلق العنانیت کا اصول جو کہ دوسرے نظام حکومت جیسے سرمایادارانہ نظام معیشت کے حامل ممالک کی منصوبہ بندی سے مختلف ہوتی ہے جو اس لیے کی جاتی ہے جو کہ آزاد معیشت یا مارکیٹ کے نظام میں ممکن نہ ہو سکا۔ دوسرا یہ کہ اس نظام کے حامل ممالک ترقی پذیری کے مسائل کا سامنا کرتے ہیں جو اس دنیا میں ایک ہی صنعتی دور میں غیر مشترک اور غیر متوازی ہوتے ہیں چاہے اشتراکیت کے حامل ہوں یا سرمایادارانہ نظام کے"

مخلوط معاشی نظام کے تحت منصوبہ بندی کو سرمایادارانہ ممالک میں وقت کے تقاضوں اور ہنگامی حالات کے طور پر اختیار کیا گیا لیکن اس مخلوط نظام معیشت میں منصوبہ بندی جمہوری طرز کی ہوتی ہے اس مقصد کے لیے ایک خصوصی ادارہ تشکیل دیا جاتا ہے جسے منصوبہ بندی بورڈ یا منصوبہ بندی کمیشن کہتے ہیں۔ اس کے تحت سرکاری اور غیر سرکاری دونوں شعبوں کے لیے منصوبہ بندی کی جاتی ہے۔ معیشت کی تمام سرگرمیاں قیمتوں کی میکانیت کے تحت ہوتی ہیں منصوبے کی تشکیل اور اس پر عمل درآمد کے لیے ہر مرحلہ میں لوگوں کو اعتماد میں لیا جاتا ہے۔ منصوبہ کی تیاری کے سلسلے میں نجی آجرین، عوام، پارٹی ورکرز تمام کے ساتھ رابطہ رکھا جاتا ہے۔ اور ان سے صلاح مشورہ بھی کیا جاتا ہے کوشش کی جاتی ہے کہ اختلافات پیدا نہ ہوں اور لوگوں کی فلاح کے بارے میں تمام طبقے مطمئن ہوں۔ منصوبے کی تشکیل کے بعد ملک کی پارلیمنٹ میں اس پر بحث کی جاتی ہے۔

"Under mixed economy democratic type of planning is mostly prevalent ......A democratic planning is a planning from below and not from above. Planning in a mixed economy is a social process in which every citizen must

---

[518] A.N Agrwal, *Economic Planning*,336

participate; public support and coopration are the real sanctions behind a democratic plan in a mixed economy"[519]

" مخلوط معاشی نظام میں منصوبہ بندی عام طور پر جمہوری طرز کی منصوبہ بندی ہوتی ہے ۔۔۔ جمہوری طرز کی منصبوبہ بندی اوپر کی بجائے نیچے سے شروع ہوتی ہے ۔ مخلوط معیشت میں منصوبہ بندی ایک ایسا عمل ہے جس میں ہر شہری لازمی طور پر شریک ہوتا ہے مخلوط معیشت میں جمہوری منصوبہ کے پیچھے عوامی تعاون اور مدد دراصل ان کی اجازت اور رضامندی ہوتے ہیں"

چونکہ جمہوری منصوبہ بندی کا مقصد دولت کی تقسیم میں ناہمواری کو دور کرنا ہے اس لیے اس میں لوگوں کو سیاسی، سماجی اور معاشی نوعیت کی آزادی ہوتی ہے اور منصوبہ سازی اوپر سے شروع نہیں کی جاتی بلکہ نیچے سے وجود میں آتی ہے ۔ حکومت نجی شعبہ میں معاشی سرمایہ کاری کے فیصلہ میں زری مالیاتی فیصلوں کے ذریعے اثر انداز ہوتی ہے نجی شعبہ اور سرکاری شعبہ ساتھ ساتھ چلتے ہیں ۔ اسی طرح فرانس جو کہ مخلوط معیشت کا علمبر دار ملک ہے اس میں بیانیہ طرز کی معاشی منصوبہ بندی اختیار کی جاتی ہے ۔

"France the birth place of indicative planning provides the most enduring example of planning for a market economy".[520]

" فرانس جس نے بیانیہ طرز منصوبہ بندی کا آغاز کیا اور جو کہ مارکیٹ اکانومی کی ایک مستقل مثال ہے" فرانس نے تو اپنی آزادی کے فوراً بعد ہی معاشی منصوبہ بندی کا کمیشن بنایا اور پہلا چار سالہ منصوبہ شروع کر دیا"۔

"After achieving of liberation the programme was extended. The general planning commissariat was established in 1946,In1947 first four year plan covering 1947-50 was adopted in the country"[521]

آزادی ملنے کے بعد اس پروگرام کو وسعت دی گئی 1946ء میں جنرل پلاننگ کیشن قائم کیا گیا ۔ 1947 میں 1947 سے 1950 تک کے لیے ملک میں چار سالہ معاشی منصوبہ اپنایا گیا"

مگر جو بھی منصوبہ بنایا جاتا حکومت کا اس میں ایک مؤثر کردار لازمی ہوتا ۔

In a mixed economy the economic system is divided in to three parts :(i) in the strategic sector ,the production and distribution are managed and controlled by the public sector and private sector is not allowed to enter ;(ii)in the second sector the private and the public sectors work jointly in the matter of production and distribution ;(iii)in the third sector the private enterprise has full access subject only to the overall control and regulation by the public sector.[522]

---

[519] B.N Ghosh and Rama Ghosh, *Economic Growth*, Development Planning,526
[520] Kerry Turner R and Clive Collis, *The Ecnomics of Planning,The Macmillan press*, London 1977)71
[521] B.N Ghosh and Rama GHOSH, *Economic growth Development and planning* ,615
[522] B N Ghosh &Rama Ghosh, Economic Growth ,Development and Planning ,p524

"مخلوط معیشت میں معاشی نظام تین حصوں میں تقسیم ہوتا ہے: حکمت عملی کے لحاظ سے پیداوار اور تقسیم کے عمل کا انتظام حکومت کنٹرول کرتی ہے اور اس میں نجی شعبہ کو مداخلت کی اجازت نہیں ہوتی دوسرا حصے میں حکومتی اور نجی شعبہ پیداواری اور تقسیم کے عمل میں متحد ہو کر کام کرتے ہیں تیسرے حصے میں نجی تنظیم کو حکومتی قوانین اور ضابطوں تک مکمل رسائی حاصل ہوتی ہے"

اس سے واضح ہوتا ہے کہ مخلوط معیشت میں حالات، وسائل اور معاشی تقاضوں کے مطابق جمہوری، ترغیبانہ اور غیر مرتکز تین طرح کی منصوبہ بندی اختیار کی جاتی ہے۔

جمہوری طرز کی معاشی منصوبہ بندی میں منصوبے کی تشکیل اور اس کے نفاذ تک کے تمام مراحل میں عوام کو اعتماد میں لیا جاتا ہے۔ منصوبے کی تشکیل و تیاری میں عوام، نجی آجرین اور سیاسی نمائندوں اور ان کے جماعتی ورکرز سے مشاورت کی جاتی ہے اور منصوبے کے ہر مرحلے پر ان سے رابطہ رکھا جاتا ہے۔ منصوبے کی تشکیل کے بعد پالیمنٹ میں اس پر بحث کی جاتی ہے گویا اس نظام میں منصوبہ بندی اوپر نافذ نہیں کی جاتی بلکہ نیچے سے وجود میں آتی ہے:

A democratic planning is a planning from blow and not from above. Planning in a mixed economy is a social process in which every citizen must participate.Public support and coopration are the real sanctions behind a democratic plan in a mixed economy … Under mixed economy ,planning for the public sector is mandatory whereas planning for the private sector is recmmendatory.[523]

" ایک جمہوری منصوبہ بندی نیچے سے اوپر کی طرف ہوتی ہے۔ مخلوط معیشت میں منصوبہ بندی ایک سماجی عمل ہے جس میں ہر شہری نے ضرور حصہ لینا ہوتا ہے حکومتی تعاون اور سرپرستی مخلوط معیشت میں جمہوری طرز کی منصوبہ بندی کے حقیقی ضابطے اور قوانین ہیں۔۔۔ مخلوط معیشت میں حکومتی سطح پر منصوبہ بندی حاکمانہ طرز کی ہوتی ہے جبکہ نجی سطح پر ترغیبانہ ہوتی ہے"

لہذا اس میں مختلف شعبوں اور اداروں کو اپنی اپنی حدود میں منصوبہ بنانے کے لیے کہا جاتا ہے اور پھر ان سب کو ملا کر ایک مضبوط جامع اور منظم منصوبہ تشکیل دیا جاتا ہے۔ چنانچہ حکومت کی کوشش تو یہ ہوتی ہے کہ عوام کو زیادہ سے زیادہ فلاح و بہبود دے چنانچہ وہ جو منصوبے بناتی ہے ان کو منڈی کی قوتوں سے نافذ کرتی ہے مثلا سگریٹ نوشی کے نقصانات کے پیش نظر حکومت سگریٹ پر ٹیکس عائد کر دیتی ہے تاکہ سگریٹ کی قیمت میں اضافہ سے اس کی طلب کم ہو جائے گی اس طرح عوام کی فلاح و بہبود میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ مزید یہ کہ اس نظام میں حکومت افراط زر کو کنٹرول کرنے کی غرض سے قیمتوں کی میکانیت پر انحصار کے ساتھ ساتھ براہ راست بھی معیشت کو کنٹرول کرتی ہے۔ لہذا حکومت بنیادی معاشی شعبے جیسے نظام آبپاشی ذرائع نقل و حمل، مواصلات۔ توانائی کے ذرائع، کوئلہ، لوہا، ایندھن، بجلی، فرٹیلائزرز، اور سیر و سیاحت جیسے شعبے خود کنٹرول کرتی ہے اس طرح تقسیم دولت کو مساوی بنانے کے لیے، بے روزگاری کے خاتمے، اور معاشی استحکام کے لیے حکومت مختلف اقدامات کرتی ہے چنانچہ اس مقصد کے لیے حکومت جو منصوبہ بندی کرتی ہے وہ جبری نوعیت کی ہوتی ہے لیکن نجی شعبہ کی معاشی سرگرمیوں کو کنٹرول کرنے کی غرض سے ترغیبانہ منصوبہ بندی ہی اختیار کی جاتی ہے۔ یہ نظام اگرچہ برطانیہ اور فرانس نے متعارف کرایا مگر اب اسے کئی ممالک نے اختیار کیا ہوا ہے۔ افریقہ اور جنوبی ایشیاء کے ممالک خاص کر پاکستان انڈیا، برما، انڈونیشیا اور ملائشیا نے اس نظام معیشت کو اختیار کیا ہوا ہے۔

[523] ibid, p526,527

"England and France are the two advanced countries where Planning was introduced under mixed Economy after the second world war, French Planning is mixture of indicative planning and imperative planning, In South Asia planning under mixed economy has been operating in India, Pakistan, Indonesia, Burma, Malaysia, Thailand etc. But under mixed economy democratic type of planning is mostly prevalent. In such a setup the private sector works side by side with the public sector.The private sector can function independently under the broad control and supervision of the Public Sector".[524]

"برطانیہ اور فرانس وہ دو ترقی یافتہ ممالک ہیں جہاں دوسری جنگ عظیم کے بعد مخلوط معیشت کو متعارف کرایا گیا۔ فرانس میں معاشی منصوبہ بندی مارکیٹ کے نظام اور پیداوار اور تقسیم کے غیر مرتکز انتخاب مبنی ہے۔ فرانس کی معاشی منصوبہ بندی راغبانہ اور تحکمانہ منصوبہ بندی کا مرکب ہے جنوبی ایشیا میں انڈیا، پاکستان، انڈونیشیا، برما، ملائیشیا، اور تھائی لینڈ وغیرہ میں مخلوط منصوبہ بندی مخلوط معاشی نظام کی تحت ہوتی ہے۔ لیکن مخلوط معاشی نظام میں جمہوری طرز کی منصوبہ بندی زیادہ رائج العمل ہے۔ اس نظام میں نجی شعبہ حکومتی شعبہ کے شانہ بشانہ کام کرتا ہے۔ نجی شعبہ آزادانہ طور پر حکومتی شعبہ کی وسیع نگرانی اور کنٹرول میں کام کرتا ہے"۔ مندرجہ بالا حقائق سے واضح ہوتا ہے کہ مخلوط معاشی نظام اس لئے منظر عام پر آیا کہ سوشلزم اور سرمایہ دارانہ نظام معاشی مسائل کو حل کرنے میں ناکام رہ گئے اس طرح سرمایہ دارانہ نظام معیشت اور نظام اشتراکیت کے علاوہ دنیا کے کچھ ممالک میں ایک تیسرا نظام معیشت رائج ہوا جسے مخلوط معاشی نظام کہا جاتا ہے یہ نظام اشتراکیت اور نظام سرمایہ داری کا ایک امتزاج ہے۔

"A mixed economy is a combination of the salient features of capitalism and socialism".[525]

"مخلوط معیشت سرمایادارانہ نظام اور اشتراکیت کی اہم خصوصیات کا مرکب ہے"

گویا اس نظام معیشت میں ریاست اور حکومت اور نجی افراد باہمی اشتراک سے ایک معاشی نظام چلاتے ہیں اور دونوں اپنا اپنا معاشی کردار نبھاتے ہیں۔

"Mixed Economy is a system of joint responsibility of state and private entrepneurs".[526]

"مخلوط معاشی نظام حکومت اور نجی سرمایاداروں کے باہمی تعاون ذمہ داری پر مبنی نظام ہے"

لہذا اس نظام میں ریاست کے معاشی شعبوں کی ترقی اور بہتر کارکردگی کے لئے شعبہ جاتی تقسیم کی جاتی ہے۔ بعض شعبے نجی ملکیت اور بعض شعبے ریاست اور اجتماعی ملکیت میں ہوتے ہیں۔ جب کہ ہمارے ملک میں ریلوے ڈاک اور بینکاری حکومتی ملکیت میں بھی ہیں اور نجی ملکیت کے ڈاک

[524] B.N Ghosh and Rama Ghosh , Economic Growth Development and Planning,526
[525] B.N Ghosh and Rama Ghosh , *Economic Growth Development and Planning*,524
[526] Ibid

کے ادارے جیسے TCS اور نجی بینک جیسے الفلاح، الحبیب وغیرہ جیسے بینک اور نجی سرمایہ کی کمپنیاں اسی طرح ٹرانسپورٹ پبلک اور پرائیویٹ دونوں ہیں۔

"Mixed Economy can ensure the capital investment of both the public and Private sectors."[527]

"مخلوط معاشی نظام حکومتی اور نجی شعبوں کی سرمایاکاری کو یقینی بناتا ہے"

لہٰذا وہ شعبے جن کا تعلق عوامی فلاح اور بہبود سے ہو وہ حکومت کے کنٹرول میں ہوتے ہیں۔ ریل، سڑکیں، بجلی گھر، ہسپتال تعلیمی ادارے، بہبود عامہ کیونکہ اس نظام میں گورنمنٹ کا مطمع نظر عوامی فلاح اور بہبود ہے جبکہ پرائیویٹ طبقہ کا مقصد منافع حاصل کرنا ہے۔ اور عوامی فلاح کے کاموں میں منافع نہیں ہوتا لہٰذا نجی شعبہ اس میں سرمایہ کاری نہیں کرتا۔

"Private Sector is motivated by Profit and the public sector is motivated by welfare".[528]

"نجی شعبہ کا مقصود منافع کمانا ہوتا ہے اور حکومت عوامی فلاح و بہبود کی خواہاں ہوتی ہے"

مخلوط معاشی نظام کے تحت دو شعبے ہوتے ہیں۔ نجی شعبہ اور سرکاری شعبہ نجی شعبہ میں قیمتوں کے نظام یا منڈی کی قوتوں کے ذریعے معاشی فیصلوں کو کنٹرول کیا جاتا ہے۔ اشیاء کی پیدائش، قیمتوں کا تعین اور صرف دولت کا تعین آزادانہ طور پر منڈی کی قوتوں کے ذریعے ہوتا ہے۔ مخلوط معاشی نظام کے تحت ذرائع نقل و حمل نظام آبپاشی وغیرہ کو ترقی دینے کی ذمہ داری حکومت کے سپرد ہوتی ہے۔ اس طرح تقسیم دولت کو مساوی بنانے، بے روزگاری کو دور کرنے ملک میں معاشی استحکام کو قائم رکھنے کے لئے حکومت مختلف اقدامات اختیار کرتی ہے اس ضمن میں سرکاری شعبہ میں جو منصوبہ بندی ہوتی ہے وہ جبری نوعیت کی ہوتی ہے لیکن نجی شعبہ کی معاشی سرگرمیوں کو کنٹرول کرنے کے لئے ترغیب یافتہ منصوبہ بندی کا طریقہ ہی اختیار کیا جاتا ہے۔ مثلاً اگر حکومت تقسیم دولت کو مساوی بنانا چاہے تو امیر افراد پر زیادہ شرح سے ٹیکس لگائے جاسکتے ہیں اور ان ٹیکسوں کے ذریعے حاصل ہونے والی رقوم کو غریب افراد کو مفت، طبی، تعلیمی، رہائشی سہولیات دینے کے لئے استعمال کیا جاتا سکتا ہے"[529] مخلوط معیشت میں منصوبہ بندی کا مقصد نظام سرمایہ داری اور اشتراکیت کی خامیوں کا خاتمہ اور لوگوں کی فلاح ہوتا ہے اس سلسلہ میں حکومت نہیں چاہتی کہ سرمایہ دار طبقہ مزدوروں کا استحصال کرے لہٰذا حکومت کم از کم اجرتوں کے قوانین، محنت کے اوقات کار اور بے روزگاری الاؤنسز کا نفاذ کرتی ہے مزدوروں کو سماجی تحفظ فراہم کرتی ہے۔ گروپ انشورنس اور پینشن، مفت تعلیم اور تفریح کی سہولتیں مہیا کرتی ہے۔ کم ترقی یافتہ ممالک میں منصوبہ بندی مخلوط معیشت کے تصور پر قائم ہوتی ہے اور ایسی منصوبہ بندی کا مقصد معاشی ترقی میں اضافہ کرنا ہے چنانچہ اس مقصد کے لیے مختلف مالیاتی اور زرعی اقدامات، مادی اقدامات، بیرونی امداد، ٹیرف، نجی اور سرکاری سرمایہ کاری کے ذریعے مطلوبہ معاشی مقاصد حاصل کیے جاتے ہیں کیونکہ:

---

[527] Ibid, 525

[528] Ibid , 525,526s

[529] سلیمی نثار احمد، پاکستان میں معاشی منصوبہ بندی 1984ء لاہور، ص، 37،38

"It is obvious that mixed economies,mostly under developed,have adopted planning as an aid to the plicy of development"[530]

"یہ ایک واضح بات ہے کہ مخلوط معیشتیں جن میں اکثر ترقی پذیر ہیں نے منصوبہ بندی کو ترقیاتی پالیسی کے لیے ایک معاون کے طور پر اختیار کیا"

معاشی مسائل کو ختم کرنے اور نجات پانے کے لئے مخلوط معاشی نظام کو جائے پناہ سمجھا گیا مگر یہ نظام درج ذیل وجوہات کی وجہ سے معاشی مسائل حل کرنے میں ناکام رہا۔

۱۔ نجی اور سرکاری شعبوں میں تعاون کا فقدان رہتا ہے کیونکہ ان دونوں کے مفادات اور مقاصد مختلف ہوتے ہیں۔ پرائیویٹ طبقہ کا مقصود زیادہ سے زیادہ نفع حاصل کرنا ہوتا ہے جس کے باعث قیمتیں بڑھ جاتی ہیں افراط زر پیدا ہوتا ہے۔ حکومت نجی شعبہ پر بھاری ٹیکس عائد کرتی ہے افسر شاہی کو فروغ حاصل ہوتا ہے۔ اس طرح نجی اور سرکاری شعبوں میں عدم تعاون کی وجہ سے یہ نظام معاشی مقاصد حاصل کرنے میں ناکام رہ جاتا ہے۔

۲۔ بعض اوقات تو حکومت بااثر افراد کے مفاد کی خاطر غیر ضروری منصوبوں پر عمل کرتی ہے جو کہ معیشت کے لئے مزید تباہی کا باعث بنتے ہیں اور یہی بد دیانتی نجی طبقہ میں بھی سرایت کر جاتی ہے جس کے باعث ٹیکس چوری سمگلنگ، ذخیرہ اندوزی ملاوٹ، کام چوری وغیرہ جیسی عادات اور افعال نجی طبقہ اختیار کر لیتا ہے۔ یوں اس نظام میں اخلاقی بے راہ روی کو فروغ ملتا ہے اور روحانیت اور اخلاقی اقدار معاشرے میں ختم ہو کر رہ جاتی ہیں۔ کیونکہ نجی طبقہ میں اور حکومت دو مختلف سمتوں کی طرف سفر کرتے ہیں اس لئے یہ باہمی منزل طے نہیں کر سکتے اور ان دونوں شعبوں کی باہمی دوری ہی اس نظام کی اصل خرابی ہے۔

"Private and public sectors are very often competitive rather than complementary their attitudes cannot be recounciled".[531]

" نجی شعبہ اور حکومتی شعبہ ہمیشہ آپس میں ایک دوسرے کے تکمیلی اجزا بننے کی بجائے ایک دوسرے کے مد مقابل ہی رہے ہیں ان کے طرز عمل میں کبھی مطابقت اور مصالحت نہیں ہو سکتی"۔

حقیقت میں مخلوط معاشی نظام اپنے دو پیش رو نظاموں کی طرح معاشی مسائل کا مستقل اور مکمل حل پیش کرنے میں ناکام رہا ہے یہ اس لئے بھی کہ اس نظام کی اپنی کوئی فکری اور فلسفیانہ بنیاد نہیں اس میں کسی نظام حیات کی بنیاد نہیں بلکہ غیر ملکی آقاؤں اور اقوام غالب کی اندھی تقلید پر اس کی بنیاد ہے اور پھر یہی اندھی تقلید اس کو لادینیت اور شوسلزم کی طرز پر لے جاتی ہے۔

"Mixed Economy is only transitional phase and a means towards achieving the ultimate goal of socialism".[532]

"مخلوط معیشت کی حیثیت ایک عبوری اور عارضی مرحلے کی سی ہے اور یہ اشتراکیت کے حتمی اہداف اور مقاصد کے حصول کا ایک ذریعہ ہے"

---

[530] Agrawal &Kundan Lal , Economic Plannig,New Delhi,p 338
[531] Ibid,527
[532] B.N Ghosh & Ramaghosh, *Economic Growth Development and Planning*,527

لہٰذا اس نظام میں کوئی موثر معاشی منصوبہ بندی نہیں ہوتی کیونکہ نجی اور اجتماعی مفادات جدا جدا ہیں اس لئے کہ اس نظام کی کوئی اپنی اساس نہیں اشتراکی اور سرمایہ دارانہ نظام کی تقلید میں یہ نظام متزلزل اور ڈانواں ڈول رہتا ہے۔ مُذَبْذَبِينَ بَيْنَ ذَلِكَ لَا إِلَى هَؤُلَاءِ وَلَا إِلَى هَؤُلَاءِ [533] " نہ ان کی طرف (ہوتے ہیں) نہ ان کی طرف "۔ اس لئے اس نظام معیشت کو استحکام ممکن نہیں ہوتا جس کا ثبوت وہ ممالک ہیں جو اس نظام کو اختیار کئے ہوئے ہیں جیسے پاکستان، انڈیا وغیرہ۔ کیونکہ ملکی معیشت سے متعلق حتمی فیصلے حکومت نے کرنے ہوتے ہیں اور ریاست کو اجتماعی مصالح کے تحفظ، ضرر کے ازالہ اور دفاعی قوت بہم پہنچانے کی جو ذمہ داریاں عائد کی گئی ہیں ان کا تقاضا ہے کہ بعض صنعتوں کو ریاست اپنے ہاتھ میں رکھے اسلحہ اور فوجی ضروریات کے بنیادی سامانوں کی تیاری ایٹمی توانائی اور اس کے فوجی یا پر امن استعمال سے متعلق صنعتیں اس ذیل میں آتی ہیں اس طرح اجتماعی مصالح کے پیش نظر ڈاک اور تار کا محکمہ، مرکزی بینکنگ اور تامین کے ادارے بڑے پیمانے پر آبپاشی کے لئے بند اور نہروں کی تعمیر اور ذرائع نقل و حمل سڑکوں پلوں، ریلوے لائنوں، ہوائی اڈوں اور بندرگاہوں کا انتظام ریاست کو اپنے ہاتھوں میں رکھنا ہوگا"۔ [534]

مگر مخلوط معاشی منصوبہ بندی میں بعض ایسے مسائل پیدا ہوتے ہیں جن کی وجہ مخلوط معاشی نظام کی منصوبہ بندی اختیار کرنے والے ممالک اپنے مطلوبہ معاشی مقاصد کے حصول میں ناکام ہو جاتے ہیں مثلاً نجی شعبہ اور حکومتی شعبوں میں عموماً موافقت اور تعاون کی بجائے مسابقت اور مقابلے کی فضا پائی جاتی ہے اکثر ان کے معاملات میں تضاد پایا جاتا ہے سرکاری شعبہ کو نجی شعبہ پر فوقیت حاصل ہوتی ہے۔ کیونکہ مخلوط معیشت صرف ایک عارضی شکل ہے اس کا حتمی مقصد اشتراکیت کا حصول ہے۔ اس طرح حکومتی شعبہ کی طاقت اور فوقیت رکھنے کی وجہ سے افسر شاہی قائم ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے معیشت نااہلی، بدعنوانی، اقرباپروری کی نظر ہو جاتی ہے افسر شاہی اپنی مرضی کی پالیسیاں بناتے ہیں حکومتی اخراجات بڑھ جاتے ہیں جو قومی معشیت پر بوجھ بن جاتے ہیں وسائل کا مناسب استعمال نہ ہونے کی وجہ سے پیداوار اور سرمایہ کاری سے خاطر خواہ نتائج حاصل نہیں ہو پاتے اس طرح معاشی منصوبے ناکامی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ نیز چونکہ اس نظام کی اپنی کوئی بنیاد، فلسفہ، فکر اور نظریہ نہیں یہ صرف وقتی طور پر معاشی مقاصد کے حصول کا عارضی تجربہ ہوتا ہے اس لیے یہ معاشی مسائل کا کوئی مستقل حل پیش نہیں کرتا جس کی وجہ سے اسکی معیشت غیر مستحکم اور متزلزل رہتی ہے اس لیے اس نظام کی کیفیت کچھ اس طرح ہوتی ہے۔ گویا مخلوط معاشی نظام ایک عارضی اور غیر مستحکم نظام ہے اس لیے یہ معاشی مسائل کا مستقل اور ٹھوس حل پیش نہیں کر سکتا

اسلامی معاشی منصوبہ بندی اور مخلوط معاشی نظام کی معاشی منصوبہ بندی کا تقابلی جائزہ

مخلوط معاشی نظام چونکہ اشتراکیت اور سرمایہ داری نظام معیشت کی منفردانہ خصوصیات کا ایک ایسا مرکب ہے جس کا اپنا الگ کوئی فکر و فلسفہ اور بنیاد نہیں ہے گویا یہ ایک عبوری، عاضی اور جزوقتی قسم کا ایک نظام ہے اس لیے یہ نظام ایک مستقل معاشی نظام کی حیثیت سے معاشی مسائل کا حل پیش کرنے کی اہلیت نہیں رکھتا یہ ایک ایسا معلق سا نظام ہے جو کبھی اشتراکت کی طرف جھک جاتا ہے تو کبھی سرمایہ دارانہ معاشی نظام کی طرف غالب رجحان رکھتا ہے اس لیے اس کی معاشی منصوبہ بندی بھی کبھی اشتراکی طرز کی ہوتی ہے اور کبھی سرمایہ دارانہ معاشی نظام کی خصوصیات کی حامل ہوتی ہے جبکہ اس کے برعکس اسلام ایک مکمل اور جامع نظام زندگی ہے اس لیے اس کا پیش کردہ معاشی نظام بھی مکمل، جامع اور مستقل نوعیت کا ہے، جس کی اساس ہی منصوبہ بندی پر مبنی ہے۔ اگرچہ مخلوط معاشی نظام، اشراکیت اور سرمایہ داری نظامہائے معیشت کی تقلید کے بعد ناکامی کا سامنا کرنے کرنے والی معیشتوں کے لیے ایک جائے پناہ اور ایک سہارے کی حیثیت رکھتا ہے مگر یہ سہارا اور پناہ عارضی

---

[533] القرآن، النساء4:143

[534] صدیقی، نجات اللہ، اسلام کا نظریہ ملکیت، ج2، ص239

نوعیت کا ہے جس کی حیثیت مکڑی کے جالے سے زیادہ نہیں ہوتی۔ مخلوط معاشی نظام کی حامل معیشتوں کا بالآخر یا تو اشتراکیت کی طرف جھکنا پڑتا ہے یا سرمایہ داری نظام کو اختیار کرنا پڑتا ہے چنانچہ جس طرح اشتراکیت اور سرمایہ دارانہ نظام معیشت کی منصوبہ بندی عدل، احسان، مساوات اور تقویٰ وللٰہیت جیسی اعلیٰ اخلاقی اقدار سے عاری ہونے کے باعث ان کا مقصد صرف مادی کامیابی تک محدود ہوتا ہے نیز اس میں انسانیت کی حقیقی فلاح اور اخروی نجات اور کامیابی کا عنصر مطلقاً شامل نہیں ہوتا اسی طرح مخلوط معاشی نظام کی منصوبہ بندی بھی اخلاقی اقدار کی عدم موجودگی کے باعث معاشرتی فلاح و بہبود جیسے معاشی مقاصد کے حصول اور انسانیت کی معاشی مسائل کے حل میں ناکام ہو جاتی ہے چنانچہ دنیا میں مروجہ نظامہائے معیشت میں حقیقی معاشی فلاح و بہبود کا حصول صرف اسلامی معاشی منصوبہ بندی کا ہی مقصد ہے۔ اسی طرح مخلوط معاشی نظام میں معاشی منصوبہ بندی کے مقاصد کے حصول میں وسائل کی دستیابی کے لیے نظام محاصل میں معاشی عدل کے تقاضوں کو مد نظر نہیں رکھا جاتا بلکہ سود اس کے محاصل کا لازمی جزو ہے۔اس کے برعکس اسلامی معیشت میں زکوٰۃ وصدقات نظام محاصل کا بنیادی جزو ہیں۔سودی نظام سے امیر اور غریب کے درمیان حائل خلیج بڑھتی جاتی ہے جبکہ نظام زکوٰۃ وزکوٰۃ سے امیر اور غریب کے درمیان معاشی وسائل اور ذرائع معیشت کی تقسیم مساوی رہتی ہے جو کہ اسلامی نظام معیشت کے اولین مقاصد میں سے ہے اسلام ارتکاز دولت کو سخت ناپسند کرتا ہے جبکہ مخلوط معاشی نظام یا تو اشتراکیت سے زیادہ متاثر ہوتا ہے یا سرمایہ داری نظام کی طرف غالب رجحان ہوتا ہے اس لیے معاشی وسائل پر یا تو حکومتی طبقہ قابض ہوتا ہے یا سرمایہ دار طبقہ وسائل کو ہتھیالیتا ہے۔ جس سے معاشرتی نظام خرابیوں کا شکار ہو جاتا ہے۔ مخلوط معاشی نظام کی منصوبہ بندی کو بھی انہیں نتائج اور مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ جبکہ اسلامی معاشی منصوبہ بندی ان نقائص سے مبرا ہوتی ہے۔

اشتراکیت، سرمایہ داری اور مخلوط معاشی نظام کی معاشی منصوبہ بندی کے تحقیقی جائزے سے واضح ہوا ہے کہ معاشی منصوبہ بندی ملکی حکومت کے ایسے اقدامات ہیں جن کی رو سے ملک کے وسائل اور ذرائع کا بہترین استعمال کر کے عوام کی فلاح و بہبود میں زیادہ سے زیادہ اضافہ کرنے کے لیے خاص قسم کے مقاصد حاصل کیے جاتے ہیں نیز درج بالا بحث سے واضح ہوتا ہے کہ معاشی منصوبہ بندی کو کسی بھی ملک کی معاشی ترقی میں بہت زیادہ اہمیت حاصل ہے کیونکہ معاشی منصوبہ بندی کے ذریعے ترقی کی رفتار کو تیز کیا جا سکتا ہے۔اسی ضرورت کے پیش نظر موجودہ دور میں دنیا کے تمام ممالک میں معاشی منصوبہ بندی کسی نہ کسی شکل میں مروج ہے۔اشتراکی ممالک میں تو منصوبہ بندی کا دائرہ تمام معاشی سرگرمیوں پر محیط ہے بلکہ موجودہ دور میں تو سرمایایہ دارانہ نظام کے تحت بھی معاشی منصوبہ بندی کے ذریعے اہم اور بڑی بڑی تبدیلیاں لائی جاتی ہیں کیونکہ صرف قیمتوں کی میکانیت سے تمام معاشی مقاصد حاصل نہیں کیے جاسکتے۔ جدید معاشی تصور کے مطابق معاشی منصوبہ بندی کا آغاز روس سے ہوا پھر 1930ء کی عالمی کساد بازاری نے اس تصور کو مقبول عام بنانے میں اہم کردار ادا کیا مگر ابتدا میں یہ طریق صرف اشتراکی ممالک تک محدود رہا۔ شروع میں سرمایادارانہ ممالک نے اس تصور کو پسند نہ کیا مگر دوسری جنگ عظیم کے بعد منصوبہ بندی کو بہت زیادہ فروغ حاصل ہوا چنانچہ عصر حاضر میں اشتراکی اور غیر اشتراکی تمام ممالک معاشی منصوبہ بندی کرتے ہیں۔ مزید پروفیسر کینز کے خیالات اور نظریات نے بھی عدم مداخلت کے نظام کو ترک کرنے میں اہم کردار ادا کیا البتہ اشتراکی نظام میں تمام وسائل حکومت کے ہاتھ میں ہوتے ہیں اس لیے ایک مرکزی بورڈ منصوبہ بندی کرتا ہے اس کے برعکس سرمایادارانہ نظام میں ذرائع پیدائش نجی ہاتھوں میں ہوتے ہیں اور نجی آجرین ہی اشیا پیدا کرتے ہیں۔ آزاد معاشی قوتوں اور قیمتوں کی میکانیت سے معاشی مسائل حل ہوتے ہیں اس نظام میں صرف ان امور کی منصوبہ بندی کی جاتی ہے جن کو سرکاری کہا جاتا ہے جیسے انتظامیہ، دفاع اور تعلیم وغیرہ جیسے عوامی فلاح کے امور جن کی حکومت خود ذمہ دار ہوتی ہے۔لہٰذا اشتراکی ممالک میں منصوبہ بندی

حاکمانہ، جبری اور مرکزی نوعیت کی ہوتی ہے جبکہ سرمایہ دارانہ نظام اور مخلوط معاشی نظام کے حامل ممالک میں منصوبہ بندی راغبانہ، جمہوری اور غیر مرتکز طرز کی ہوتی ہے۔ نیز معاشی منصوبہ بندی کے لحاظ سے سرمایہ داری نظام، مخلوط معاشی نظام ہی ہے اس لیے کہ جس طرح مخلوط معاشی نظام میں منصوبہ بندی کے عمل میں حکومتی مداخلت ناگزیر اور لازمی ہے اس طرح سرمایہ داری نظام میں بھی معاشی مقاصد کے حصول کے لیے اور محض قیمتوں کی میکانیت سے چلنے والی معیشت میں پیدا ہونے والی خرابیوں کے سد باب کے لیے حکومتی مداخلت کو ضروری سمجھا جا رہا ہے کیونکہ آج کسی بھی معیشت کی ترقی اور بہتری کے لیے حکومتی نگرانی، سرپرستی اور قواعد وضوابط کو ایک لازمی عنصر خیال کیا جاتا ہے اس طرح آج سرمایہ داری نظام بھی مخلوط معاشی نظام کے ضمرے میں شامل ہو چکا ہے۔

باب ششم

پاکستان کی معاشی منصوبہ بندی کا جائزہ

فصل اول — پاکستان میں معاشی منصوبہ بندی کا آغاز وارتقا

فصل دوم — پاکستان میں معاشی منصوبہ بندی کے مقاصد

فصل سوم — پاکستان میں معاشی منصوبہ بندی کے مسائل اور ان کا حل

فصل اول

پاکستان میں معاشی منصوبہ بندی کا آغاز وارتقا

قیام پاکستان کے بعد اس کے معاشی حالات ایک معاشی حکمت عملی اور منصوبہ بندی کے متقاضی تھے کیونکہ پاکستان جب وجود میں آیا تو یہ معاشی لحاظ سے انتہائی کمزور تھا۔ اور اس مملکت خداداد کے وجود میں آتے ہی ماہرین معاشیات و اقتصادیات نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ یہ ملک معاشی لحاظ سے اپنا وجود برقرار نہیں رکھ سکے گا مگر یہ ملک خدا کے فضل و کرم سے نہ صرف قائم ہے بلکہ معاشی لحاظ سے اپنی ترقی کا سفر کامیابی سے جاری رکھا ہوا ہے۔ ذیل میں اس بات کا تحقیقی جائزہ لیا جاتا ہے کہ پاکستان نے اپنے قیام کے بعد اپنی معیشت کن بنیادوں پر اور کس طرز کی معاشی حکمت عملی اور منصوبہ بندی کو اختیار کیا؟ اس کے مقاصد کیا تھے؟ نیز وہ کونسی مشکلات، مسائل اور اسباب تھے جن کے باعث پاکستان اب تک اپنا شمار ترقی یافتہ ممالک میں نہیں کرا سکا؟ مزید یہ کہ ان مسائل اور مشکلات کا حل کیا ہے؟ چونکہ پاکستان کے وجود میں آنے کی بنیاد اسلامی نظریہ بنا اس لئے اسے نہ صرف عالم اسلام بلکہ پوری دنیا میں ایک منفرد مقام اور حیثیت اور اہمیت اور مقام حاصل ہے اس لئے اس باب کو ہم نے پاکستان کی معاشی منصوبہ بندی کے لئے مختص کیا ہے چنانچہ اس باب میں ہم پہلے پاکستان کے معاشی نظام کا تحقیقی جائزہ لیں گے اور بعد میں پاکستان کی معاشی منصوبہ بندی کے نظام کا تحقیقی جائزہ لیں گے کہ یہ نظام کس طرز کا ہے۔

پاکستان کا معاشی نظام

پاکستان کے معاشی نظام کو جاننے کے لیے اس کی معاشی و سیاسی تاریخ کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ لینا ضروری ہے۔ قیام پاکستان کے وقت اس کو مطلوبہ حق سرمایہ سے محروم رکھا گیا جس کی وجہ سے اس کی معاشی حالت انتہائی کمزور تھی چنانچہ اس کا صنعتی شعبہ نہ ہونے کے برابر تھا اس لیے اس کا معاشی لحاظ سے مضبوط ہونا اس کی سب سے بڑی اور اشد ضرورت تھی چنانچہ حکومت نے آزاد معاشی نظام کو اختیار کیا لوگوں کو کاروبار کے لیے ترغیبات اور سہولتیں دیں تاکہ لوگ صنعتوں کو فروغ دیں اس لیے حکومت نے درآمدات پر پابندیاں عائد کر دیں ٹیکسوں میں چھوٹ دے دی اس طرح سرمایہ کاری کو فروغ ملا۔

Keeping in view the scarcity of capital in Pakistan's small private sector, the government relied on the public sector for building the economic –cum-industrial base[535]

"نجی شعبہ سرمایہ کی قلت کے پیش نظر حکومت کو صنعتی بنیاد پر مبنی معیشت کی تعمیر کے لیے پبلک سیکٹر پر انحصار کرنا پڑا" اگرچہ اس عرصہ میں صنعتی سرمایہ کاری میں تو اضافہ ہوا مگر اس دوران زرعی شعبہ کی کارکردگی متاثر ہوئی۔ چونکہ قیام پاکستان کے وقت اس پاس سرمائے اور وسائل کی شدید قلت تھی اس لیے اسے اپنی معاشی بقا کے لیے کئی معاشی اور سیاسی تجربے اور طریقے اختیار کرنے پڑے تاکہ معیشت درست سمت اور ترقی کی راہ پر گامزن ہو سکے۔ اس طرح پاکستانی حکومت نے ترقی کی اس راہ کئی اتار چڑھاؤ دیکھے ہیں۔ پچاس کی دہائی میں اگرچہ کولمبو پلان اور پہلا پانچ سالہ منصوبہ محض ایک کاغذی کاروائی سے زیادہ اہمیت حاصل کر سکے تاہم حکومت کی جانب سے مہیا کی جانے والی ترغیبات، درآمدات پر پابندیاں ، سرمایہ کاروں کی اجارہ داریاں اجرتوں کا پست معیار خام مال کی پست قیمتیں، برآمدات کی زیادہ قیمتیں اور کنٹرولڈ افراط زر کی وجہ سے کی وجہ سے

[535] Fasih-uddin and Swati ,Pakistan Economic Journy (institute of Policy Studies Islamabad, 2001) 171

ملک میں صنعتی سرمایہ کاری میں اضافہ ہوا ۔ساٹھ کی دہائی میں ایوب خان نے کچھ سخت اقدامات کئے جن کے تحت بد عنوان سیاستدانوں پر پابندیاں عائد کی گئیں سمگلروں ذخیرہ اندوزوں کو سخت سزائیں ی گئیں، تمویل خاسر کو کم کرنے کی کوشش کی گئی قیمتوں اور منافعوں پر کنٹرولز عائدکیے گئے معاشی ترقی کیلیے نجی شعبہ پر انحصار کو ترجیح دی گئی اور دوسرا پانچ سالہ منصوبہ تسکیل دیا گیا جو انتہائی کامیابی سے ہمکنار ہوا اور پاکستان کی اسی حکمت عملی کو پاکستان کی معاشی ترقی کا رول ماڈل قرار دیا گیا۔70ء کی دہائی میں مشرقی پاکستان کی علیحدگی کے بعد اور70 کی دہائی کے اولین دور میں ذوالفقار علی بھٹو نے اقتدار سنبھالا جس نے معاشی ڈھانچے میں تبدیلی کا پروگرام بنایا روایتی پانچ سالہ منصوبوں کی بجائے سالہ ترقیاتی پروگرام بنائے اشتراکی اصول و قوانین اختیار کرنے کی غرض سے بڑے بڑے صنعتی ادارے اور یونٹ قومی تحویل میں لے لیے گئے سرکاری سرمایہ کاری کا تناسب بڑھایا گیا جبکہ نجی سرمایہ کاری کا تناسب کم کیا گیا

Z A Bhutto started many socialist economic reforms,soon after assuming the office to improve the growth of pakistan'seconomy. [536]

"ذوالفقار علی بھٹو نے اقتدار سنبھالتے ہی پاکستان کی معاشی ترقی کے لیے اشتراکی معاشی اصلاحات کو اختیار کیا" کیونکہ ان تمام پالیسیوں اور پروگرامز کے لیے حکومتی وسائل اور ذرائع محدود تھے اس لیے اخراجات کو پورا کرنے کی غرض سے تمویل خاسر کا سہارا لینا پڑا جس کے نتیجے میں افراط زر پیدا ہو گیا۔70 کی دہائی کے آخری سالوں میں جنرل ضیاء الحق نے اقتدار سنبھالتے ہی نجی شعبہ کی حوصلہ افزائی شروع کر دی اس شعبہ کو کئی ایک مالیاتی اور غیر مالیاتی ترغیبات فراہم کیں ڈی نیشنلائیزیشن کا عمل شروع کیا۔

Whereas during the period of seventies economic management shifted towords nationalization increased role of the public sector.The period of eighties was marked by Liberalization,deregulation and privatization etc and during the same period Pakistan was also undergoing structural reforms and stabilization measurs. [537]

"جبکہ اسی ستر کی دہائی میں معاشی حکمت عملی قومیانے کی پالیسی میں منتقل ہوئی جس سے ریاستی ذمہ داری میں اضافہ ہوا، اسی کی دہائی آزاد خیالی ،ضابطوں اور پابندیوں سے آزادی، نجکاری، وغیرہ جیسی پالیسیاں نمایاں ہیں اسی عرصہ میں پاکستان کو معاشی و سیاسی ساختی تبدیلیوں اور استحکامی اقدامات سے گزرنا پڑا"۔ڈاکٹر عشرت حسین نے پاکستان کی معاشی تاریخ اور معاشی نظام کو درج ذیل الفاظ میں واضح کیا ہے

The Flat Fifties, 1947 to 1958
The Golden Sixties, 1958 to 1969
The Socialist Seventies, 1971 to 1977
The Revivalist Eighties, 1977 to 1988

The Muddling Nineties, 1988 to 1999

---

[536] Sofia Anwar,Muhammad Ashfaq,Introduction to the economy of Pakistan,(G C University Faisalabad 2017) 219

[537] Tahir Mahmood Hafeezurahman,Shahnaz A Rauf,Evaluation of Macro Economic Policies of Pakistan1950-2008(University of The Punjab,Lahore)58

The Reforming Hundreds, 1999 to 2007

[538] پچاس کی دہائی1947-1958ہموار نوعیت کی ہے، ساٹھ کی دہائی(1958-1969)سنہری(ترقی وکامیابی والی)ہے، ستر کی دہائی(1971-1977)اشتراکی پالیسوں پر مبنی ہے اسی کی دہائی تجدیدیت کی ہے، نوے کی دہائی خرابی اور مشکلات والی ہے جبکہ سو کی دہائی بحالی کی ہے۔

The economy had witnessed relatively free market system at one time (mostly in democratic government periods like 1988to 1999 and 2008 to on till now) and command at the time of 1971 to 1977 and alldictatorship eras. For this reason, the economic history of Pakistan becomes more interesting. Despite having so much turbulent time, Pakistan has witnessed the time of fastest growth in South Asia region. But the inconsistent policies and narratives of every government failed this state many times. [539]

پاکستانی معیشت کا مسلمہ ثبوت ہے کہ اکثر جمہوری دور حکومت میں عدم مداخلت اور سرمایہ دارانہ نظام معیشت مروج رہا1971 سے1977تک آمرانہ، حاکمانہ اور اشتراکی نظام معیشت کا دور تھا۔ یہی وجہ ہے کہ پاکستانی معیشت کی تاریخ بہت دلچسپ رہی ہے۔ بہت زیادہ مشکل اور تلخ ایام کے باوجود پاکستانی معیشت نے جنوبی ایشیا کے علاقوں میں سب سے زیادہ تیز ترین ترقی کا دور بھی دیکھا ہے۔ لیکن اختلافات پر مبنی پالیسیوں اور ہر حکومت کی بیان بازی کی بدولت ریاست کئی بار معاشی پالیسیوں میں ناکام رہی۔ جنرل ضیاءالحق نے معیشت کو اسلامی نہج پر استوار کرنے کے اقدامات بھی اٹھائے

Zia announced a plan for introduction of Islamic economic System.The establishment of zakat institution and introduction of interest freebanking system were the main reforms. [540]

ضیاءنے اسلامی معاشی نظام کا منصوبہ متعارف کروایا تھا۔ زکوٰۃ کے اداروں کا قیام اور بلا سود بینکاری نظام بڑی اصلاحات تھیں۔

درج بالا حقائق سے واضح ہوتا ہے کہ پاکستان کا معاشی نظام مخلوط معاشی نظام ہے تاہم کبھی اس نظام کا رجحان سرمایہ دارانہ نظام کی طرف زیادہ رہا ہے اور کبھی اس کا جھکاؤ اشتراکیت کی طرف زیادہ رہا ہے اور چونکہ پاکستان ایک اسلامی مملکت ہے اس لیے اس کے معاشی نظام کو اسلامیانے کی کوششیں بھی کی گئی ہیں پھر بھی جو اقدامات اس کے نظام کے اسلامیانے کے لیے کیے گئے ہیں وہ مکمل طور پر اسلامی نہیں ہیں جیسے زکوٰۃ کا نظام مکمل اسلامی نہیں ہے اس طرح بلا سود بینکاری کا جو نظام ہے وہ بھی خالصتا اسلامی نہیں ہے۔ لہٰذا حقیقت یہ ہے کہ پاکستان کا معاشی نظام مخلوط طرز کا معاشی نظام ہے جو سرمایہ دارانہ معاشی نظام، اشتراکیت اور اسلامی نظام معیشت کی مشترکہ خصوصیات کا حامل ایک نظام ہے۔

---

[538] Ishrat Hussain,The role of Politics Pakistan's Economy, in*Journal of International Affairs,* Fall/Winter 2009, Vol. 63, No. 1. Fall/Winter 2009 | 1
© The Trustees of Columbia University in the City of New York)2

[539] Sofia Anwar,Muhammad Ashfaq,Introduction to the economy of Pakistan,G C University Faisalabad 2017)214

[540] Ibid,221

پاکستان کی معاشی منصوبہ بندی کا نظام

قائد اعظم محمد علی جناح نے پاکستان کی معاشی پالیسی اور نظام سے متعلق فرمایا تھا:

"Pakistan should not blindly follow western economic theory and practice and should develop its own economic system based on true Islamic concept of equality of manhood and social justice".[541]

"پاکستان کو مغربی معاشی نظریہ اور عمل کی اندھی تقلید نہیں کرنی چاہیے بلکہ اسے اسلام کے انسانی مساوات اور سماجی انصاف کے تصور پر مبنی اپنے معاشی نظام کو ترقی دینی چاہیے"

گویا پاکستان میں اس طرز کا معاشی نظام قائم ہو گا جس میں منصوبہ بندی اور تدبیر سے کام لیتے ہوئے صحیح معنوں میں اسلامی فلاحی ریاست کی بنیاد پر اس ملک کی تعمیر ہو گی جس میں معاشی عدل ومسادات اور بھائی چارے کی فضاء قائم ہو گی۔ دولت کی تقسیم مساویانہ اور منصفانہ ہو گی اس باب میں ہم اس بات کا جائزہ لیں گے کہ چونکہ پاکستان اسلام کے نام پر قائم ہوا کہ اس میں اسلامی طرز زندگی کو اپنایا جائے اسلامی اصولوں اور قوانین کو اختیار کیا جائے گا آیا معاشی واقتصادی لحاظ سے بھی پاکستان نے ایسی منصوبہ بندی اور طریقہ کار کو اختیار کیا ہے کہ جس سے اسلام کے معاشی اصولوں اور قوانین پر عمل پیرا ہو کر عوام کو مستفید کیا گیا ہو اور اگر ایسا ہوا ہے تو کس قدر عوام کو مفاد حاصل ہوا ہے اس عمل کے دوران کونسے مسائل اور رکاوٹیں پیدا ہوئیں۔

اس باب کی پہلی فصل میں پاکستان کی معاشی منصوبہ بندی کے آغاز و ارتقا کا تحقیقی جائزہ لیتے ہیں۔

پاکستان کے قیام کے فوراً بعد ہی اس بات کو محسوس کر لیا گیا تھا کہ پاکستان کو معاشی طور پر خوشحال بنانے کے لئے منصوبہ بندی کا ہونا نہایت ضروری ہے چنانچہ

"Inspite of grave economic and financial problems which beset the Government of Pakistan soon after independence, a development Board was established early in 1948 in Economic Affairs Devision to deal with question of raped economic development of the country".[542]

"آزادی کے شدید معاشی ومالی مسائل جنھوں نے گویا کہ پاکستان کو گھیر لیا تھا ان کے باوجود جلد ہی 1948ء میں معاشی معاملات سے متعلق اور ملک کو تیز معاشی ترقی کی راہ پر گامزن کرنے کے لیے ایک ترقیاتی بورڈ قائم کیا گیا"

اس کے ساتھ ہی منصوبہ بندی مشاورتی بورڈ بھی قائم کیا گیا جس میں سرکاری عملے کے ساتھ منصوبہ بندی مشاورتی نجی شعبہ کو بھی نمائندگی دی گئی اس بورڈ کا مقصد ترقیاتی بورڈ کی منصوبہ بندی کے سلسلے میں مدد کرنا تھا چنانچہ ان دونوں اداروں نے پاکستان میں منصوبہ بندی کا آغاز کیا۔

---

541 Ahmad Z. *Sustained Strivings for economic Development*, Dawn (December 25, 1996)
542 Planning commission, manual for development projects Fil:///</\users planning/desktop/New%20folder/a.htm9/27/2010 12:49:15 pm P3 or http:hd2/pc/popup/ch1 p.html 9/23/2010

"To prefer a more comprehensive plan of development, the Government of Pakistan decided to set up a planning Board on 18th July 1953 with Mr. Zahid Hussain. Ex-Governor of State Bank of Pakistan as its first Chairman and two other members".[543]

" ایک زیادہ جامع ترقیاتی منصوبہ تشکیل دینے کے لیے 18 جولائی 1953 کو حکومت پاکستان نے منصوبہ بندی بورڈ بنانے کا فیصلہ کیا جس کے پہلے چیئرمین سٹیٹ بینک آف پاکستان کے سابقہ گورنر مسٹر زاہد حسین کو مقرر کیا گیا ان کے دو اور ممبر بھی تھے "

حکومت پاکستان 1948 کے آغاز میں جو ترقیاتی بورڈ قائم کیا تھا اس بورڈ نے 1950 میں کولمبو منصوبہ کے تحت ملک کے لئے ایک چھے سالہ ترقیاتی منصوبہ تشکیل دیا اس منصوبے کے تحت جنوبی ایشیا اور جنوب مشرقی ایشیا کے ممالک کی حکومتوں نے باہمی تعاون کے ذریعے اپنے ممالک کو معاشی ترقی دینے کے لئے 1950 میں غور و خوض کیا۔

"In 1950 when members of British common wealth assembled in Colombo plan,The Pakistan government also include several continuing and some hurriedly prepared new projects in the sixth-year development plan (1951-57) which was scheduled to go into effect from the middle of 1951. This plan was compiled hurriedly with in the period of three months. It visualized a modest Public sector development expenditure of Rs. 2.600 million i.e, an annual outly of about 2.5 percent of the national income of that time " [544]

1950 ء میں جب برطانوی دولت مشترکہ کے ارکان کولمبو پلان کے لیے جمع ہوئے تو حکومت پاکستان نے بھی کئی جاری اور کچھ عنقریب تیار ہونے والے چھ سالہ ترقیاتی منصوبے (1951 -1957) کی تجاویز پیش کیں جنہوں نے 1951 کے وسط سے مؤثر ہونا تھا۔ یہ منصوبہ بہت جلدی میں صرف تین ماہ میں مدون کیا گیا۔ اس میں سرکاری شعبہ کے ترقیاتی اخراجات کا تخمینہ 2.600 ملین روپے لگایا گیا جو کہ اس وقت کی سالانہ قومی آمدنی کا 2.5 ملین تھا"

کولمبو پلان چھ سالہ تھا اس کا سائز 260 کروڑ تھا جس میں سے 220 کروڑ سرکاری شعبہ سے اور باقی نجی شعبہ کی جانب سے خرچ کئے جانے کا پروگرام تھا۔ اگرچہ کولمبو پلان ایک منصوبہ قرار پایا تھا مگر حقیقت میں یہ ایک پراجیکٹ تھا کیونکہ نہ تو اس میں وسائل کا تخمینہ لگایا گیا تھا اور نہ ہی کوئی معاشی اہداف کا تعین کی گیا تھا مگر یہ منصوبہ ابتدا ہی میں دم توڑ گیا کیونکہ اس کے آغاز ہی سے کورین جنگ کا آغاز ہو گیا تھا جس کی بنا پر حکومت کو اپنے اہداف و ترجیحات کو تبدیل کرنا پڑا۔

"The Korean boom (which coincided with the initiation of the sixth-year Programme) and its subsequent collapse upset all the calculations of the Colombo plan and necessitated drastic modifications to it".[545]

" کورین جنگ اور اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والی تباہی نے کولمبو پلان کے تمام اعداد و شمار کو تہہ و بالا کو دیا جس کی وجہ سے اس میں بہت زیادہ ترامیم کی ضرورت محسوس کی گئی "۔

[543] Ibid
[544] Ejaz Aslam, *Development planning in Pakistan*, (Feroz sons, Lahore 1991),77
[545] Aftab Ahmad Khan, *On Planning in Pakistan* (Islamabad)4

لہٰذا یہ منصوبہ کئی وجوہات کی بنا پر ناکام ہو گیا ان میں سے ایک وجہ کوریں جنگ ثابت ہوئی جس کی وجہ سے حکومت اس چھ سالہ منصوبے میں دو سالہ ترجیحی پروگرام تشکیل دینا پڑا اور یہ منصوبہ اپنی مدت سے دو سال پہلے ہی ختم کرنا پڑا۔

"The Government adopted, in April 1951, a two-year Priority Programme for 1951/1952 and 1952/1953 " [546]

"حکومت نے اپریل 1951 سے 1952 اور 1953 سے 1954 کے دو ترجیحی پروگرام بنائے" لہٰذا 1953 میں ترقیاتی بورڈ کی بجائے منصوبہ بندی بورڈ قائم کیا گیا جسے پہلا پانچ سالہ منصوبہ تیار کرنے کی ذمہ داری سونپی گئی۔ اسی پلاننگ بورڈ کو بعد میں پلاننگ کمیشن کا نام دیا گیا۔ بہر حال اس بورڈ نے پاکستان کا پہلا پانچ سالہ منصوبہ پیش کیا جس کا دورانیہ 1955 سے 1960 تک تھا۔

"Keeping in view the building of new nation from a scratch, the first Five-year plan (1955-60) was being formulated. The formulation of the First Plan which was to be completed by 1st April 1954 could not be made in time and was postponded till first April 1955. With the initial problems such as lack of administrative and professional staff, absence of statistical data and resentment from other ministries and departments,etc".[547]

"وسائل کی عدم دستیابی کے باوجود نوزائدہ مملکت کی تعمیر کے تناظر میں پہلا پانچ سالہ منصوبہ (1955-60) تشکیل دیا جانا تھا۔ اور یہ پہلا پانچ سالہ منصوبہ یکم اپریل 1954ء کو مکمل کیا جانا تھا، انتظامی اور پیشہ ورانہ عملہ کی کمی، شماریاتی مواد اور دوسرے محکمہ جات کی وزارتوں رضامندی عدم دستیابی جیسے ابتدائی مسائل کے باعث مقررہ وقت پر تیار نہ کیا جا سکا اور اسے یکم اپریل 1955 تک مؤخر کر دیا گیا"

اس طرح پاکستان نے مالیاتی، انتظامی وسائل کی موجودگی میں اپنے پہلے پانچ سالہ منصوبے کا آغاز کیا اور اس منصوبہ بندی کے آغاز سے لے کر اب تک پاکستان بعض کامیابیوں سے ہمکنار بھی ہوا اور کچھ ناکامیوں کا سامنا بھی کرنا پڑا تاہم اس منصوبے نے پاکستانی معشیت کی ایک نئی تاریخ کا آغاز کر دیا جس کی اپنی ایک منفرد اہمیت ہے جو کہ ایک امید کی کرن اور ترقی کی ایک راہ ثابت ہوا۔

"It may be noted that First Five year plan of Pakistan (1955-1960) was put together under the leadership of Zia Hussain, who was the first chairman of the Pakistan Planning committee after he had founded the State Bank of Pakistan as its first Governor. This five year Plan dream inspiration from the report prepared by the Muslim League economic Planning committee appointed by Jinnah. This First Plan had vision and insight and gave broad guide lines from the Muslim League Planning Committee Report".[548]

"یہ ایک قابل ذکر بات ہے کہ پاکستان کا پہلا پانچ سالہ منصوبہ (1955-60) ضیا حسین کی قیادت میں ایک ساتھ دیے گیے جو کہ سٹیٹ بینک آف پاکستان کے چیئرمین کی حیثیت سے بنیاد رکھنے بعد پاکستان پلاننگ کمیٹی کے چیئرمین مقرر کیے گئے۔ اس منصوبے سے مسلم لیگ

---

[546] ibid

[547] Ejaz Aslam , *Development Planning in Pakistan*,77.

[548] Article by Aureen Tallah *Dr. Jinnah efforts to Plan for Future: The Economic Planning Committee*. (National Institute of Pakistan Studies, Quaid-e-Azam University, Islamabad),120

معاشی منصوبہ بندی کی کمیٹی جسے قائداعظم محمد علی جناح نے مقرر کیا تھا ان کے خواب کی حوصلہ افزائی ہوئی۔اس منصوبے نے مسلم لیگ معاشی منصوبہ بندی کی کمیٹی کی رپوٹ سے نیانقطہ ء نظر، بصیرت اور وسیع ہدایات دیں"

جس کا مختصر تحقیقی جائزہ ذیل میں پیش کیا جاتا ہے ڈاکٹر عشرت حسین لکھتے ہیں:

"Pakistan was one of the few developing countries that had delivered an average growth rate of over 5 percent over a four decade period ending 1988-89. Consequently the incidence of poverty had declined from 40 percent to 18 percent by the end of the 1980s".[549]

"پاکستان ترقی کرتے ہوئے ان چند ممالک میں سے ایک تھا جنہوں نے چالیس سالہ عرصہ میں جس کا اختتام 1988-89 میں تھا اس عرصہ میں ان کی شرح نمو 5 فیصد رہی جس کے نتیجے میں 80 کی دہائی تک 40 سے 18 فیصد تک غربت کے واقعات میں کمی آگئی "گویا کہ 1940-89 تک پاکستان کی شرح نمو 5 فیصد سے بھی زیادہ تھی جس کا مقابلہ اور موازنہ صرف چند ممالک سے کیا جا سکتا ہے اور غربت کی شرح کو بھی 18-40 فی صد تک کم کیا گیا۔جیسا کہ درج ذیل رپورٹ سے واضح ہوتا ہے

"In the first 20 years after independence since 1947, Pakistan had the highest growth rate in South Asia. In 1965 it exported more manufacturers than Indonesia, Malaysia, Philippines, Thailand and Turkey combined. It would have made anyone's list of the Asia countries most likely to enjoy miracle level growth rates over the ensuing decades ,while the growth rate in the 1980s was still over 6 percent per year after the early part of the 1990s it feel to around 4 percent a year".[550]

آزادی کے بعد پہلے 20 سالوں میں پاکستان کی شرح نمو جنوبی ایشیا میں سب سے زیادہ تھی۔1965ء میں اس کی برآمدی مصنوعات انڈونیشیا، ملائشیا، فلپائن، تھائی لینڈ اور متحدہ ترکی سے بھی زیادہ تھیں۔یہ رپورٹ کئی دہائیوں سے ایشیا کے کسی ملک کے لیے کسی معجزے سے کم نہ تھی۔جبکہ 1980ء کی دہائی میں بھی شرح نمو 6 فیصد سے زیادہ رہی،1990ء کی دہائی کے ابتدائی حصے میں یہ شرح نمو 4 فیصد رہی"

مندرجہ بالا رپورٹ سے واضح ہوتا ہے کہ پاکستان نے اپنے قیام کے بعد کے مسائل جیسے مہاجرین کی آبادکاری پھر 1965 میں بھارت کے خلاف جنگ 1971 میں مشرقی پاکستان بنگال کی علیحدگی اور 1979 میں ہونے والی افغان جنگ کے بعد پاکستان میں افغان پناہ گزینوں سے پیدا ہونے والے مسائل اور سیاسی عدم استحکام کے باوجود پاکستان نے اپنے آپ کو معاشی لحاظ سے مستحکم اور مضبوط بنانے کے عمل اور پالیسیوں کا تسلسل کسی نہ کسی طرح جاری رکھا اس سلسلے کی مزید وضاحت درج ذیل گوشوارہ سے پیش کی جاتی ہے۔

	GDP	Agriculture	Manufacturing Sector	Commodity Producing	Service Sector

10 آپ سٹیٹ بینک آف پاکستان کے گورنر اور انسٹیٹیوٹ آف بزنس ایڈمنسٹریشن کے ڈین رہے ہیں آپ نے بینکاری اور مالیاتی امور پر بھی کتب لکھی ہیں۔

[549] Robert M. Hathway wilson Lee, *Islamization and the Pakistani Economy (woodrow wilson International center for scholars*, Washington D,C,2004) ;.12

[550] Basic *Research Journal of Social and Political Sciences Vol2 (2)* (Muzaffarabad July 2013);16, 12-21

				Sector	
1960S	6.77	5.07	9.93	6.83	6.74
1970S	4.84	2.37	5.50	3.88	6.26
1980S	6.45	5.44	8.21	6.49	6.65
1988-97	4.70	4.09	4.95	4.67	4.75
1998-99	4.20	2.00	4.10	3.40	5.000
1999-2000	3.90	6.10	1.50	3.00	4.80
2000-2001	2.50	-2.60	7.60	0.20	4.80
2001-2002	3.60	1.40	4.40	2.10	5.10
2002-2003	5.10	4.1	7.70	4.80	5.30
2003-2004	7.50	2.4	14.0	9.20	5.90
2004-2005	9.00	6.5	15.5	9.50	8.50
2005-2006	5.8	6.3	8.7	5.10	6.50

[551]

درج بالا گوشوارہ اور اس سے قبل درج کئے گئے حقائق کو مد نظر رکھتے ہوئے پاکستان کی معاشی منصوبہ بندی کے آغاز وارتقا کے نتائج درج کیے جاتے ہیں۔ قیام پاکستان کے وقت پاکستان کی معشیت بہت کمزور تھی چنانچہ فوری طور پر اس کو محسوس کر لیا گیا کہ پاکستان کو معاشی طور پر خوشحال بنانے کے لئے منصوبہ بندی کا ہونا بہت ضروری ہے چنانچہ 1948 میں ترقیاتی بورڈ بنایا گیا۔ حکومت کو مختلف ترقیاتی منصوبوں کے بارے میں مشورہ دینے کے لئے منصوبہ بندی مشاورتی بورڈ بنایا گیا آخر 1953 میں قومی منصوبہ بندی بورڈ کا قیام عمل میں آیا جسے پانچ منصوبے 60-1955 کا آغاز کیا۔ یہ منصوبہ اگرچہ بعض مالی و انتظامی مسائل کی وجہ سے اپنے اہداف تو حاصل نہ کر سکا مگر مستقبل کے لئے راہ ہموار کر لیا گیا اور ملک با قاعدہ طور پر ترقی کی راہ پر چل پڑا۔ چنانچہ جب ایوب خاں نے اقتدار سنبھالا اور 1960 میں دوسرا پانچ سالہ منصوبہ تشکیل دیا جس سے بہت بہتر نتائج بر آمد ہوئے کہ شرح نمو تقریباً 7 فی صد تک پہنچ گئی اگرچہ بعض شعبوں میں کمی رہ گئی اور کئی اہداف حاصل نہ کئے جاسکے مگر مجموعی طور پر یہ منصوبہ کافی تسلی بخش اور کامیاب رہا تیسرا پانچ سالہ منصوبہ (70-1965) کا مقصد معاشی مساوات کو فروغ اور امیر و غریب کے درمیان پائی جانے والی وسیع خلیج کم سے کم کرنا تھا اور یہ منصوبہ تناظری طرز کا تھا یعنی بیس سالہ منصوبہ تھا مگر 1965 کی پاک بھارت جنگ اور پھر ایوب خاں کے خلاف ہنگامے اور سیاسی ابتری کے باعث ترقی کا گراف نیچے گر گیا اور چوتھا پانچ سالہ منصوبہ بھی سیاسی حالات اور حکمرانوں کی نااہلی کی نظر

---

[551] Ibid

ہو گیا بنگلہ دیش کی علیحدگی سے یحییٰ خان کو مستعفی ہونا پڑا پیپلز پارٹی نے اقتدار سنبھالا مگر اس نے خود ہی چوتھا منصوبہ ملتوی کر دیا اور سالانہ ترقیاتی پروگرام چلائے۔ اس حکومت میں پرائیویٹ اداروں اور صنعتوں کو قومی تحویل میں لے لیا گیا نتیجتاً نجی شعبہ میں بد اعتمادی کی وجہ سے سرمایہ کاری کم ہو کر رہ گئی اور صنعتی شعبہ کی ناکامی سے زراعت بھی متاثر ہوئی۔

"The Forth Five year plan (1970-75 had been formulated at a very critical Juncture in the nations history. The new government wanted to implement some of its election pledges about the socialism of the economy. To achieve this objective and to implement its party manifesto the government framed its policies toward increased state control on the economy,specially in the larger industrial sector…. Nationalization of vital part of industry and almost the entire financial system without sufficient prudence and much preparation raised serious problems of public sector management, which were effecting the performance of large scale industrial sector. The nationalization of agrarian industries also extended the effect of such policies to smaller industries dealing directly with agricultural sector…. The planning was continued on the bases of Annual development plans."[552]

چوتھا پانچ سالہ منصوبہ (75-1970) ملکی تاریخ کے انتہائی ناگہانی حالات میں تشکیل دیا گیا۔ نئی حکومت الیکشن میں کئے اپنے وعدے کے مطابق اشتراکیت کو عملی شکل دینا چاہتی تھی۔ چنانچہ اس مقصد کے حصول اور اپنے پارٹی منشور کے لیے اس حکومت نے ایسی پالسیاں مرتب کیں کہ جس سے معیشت خاص طور پر وسیع صنعتی شعبے پر حکومتی کنٹرول بڑھایا جائے۔۔۔ تاہم حکومت کے صنعت کے بہت اہم حصے اور تقریباً مکمل مالیاتی نظام کو قومی تحویل میں لینے کے اقدام نے احتیاطی تدابیر اور زیادہ تیاری نہ کرنے کے باعث سرکاری شعبہ میں کئی مسائل پیدا کر دیے جن سے وسیع پیمانے پر صنعتی شعبہ کی کارکردگی متاثر ہوئی۔ زمینداراری کی صنعت کو قومیانے کے اثرات سے چھوٹی صنعتیں بھی متاثر ہوئیں جن کا زرعی شعبہ سے براہ راست تعلق تھا۔ زرعی اصلاحات پر عمل درآمد نہ کرنے کی وجہ سے زرعی شعبہ کی کارکردگی بہت زیادہ متاثر ہوئی۔۔۔ منصوبہ بندی صرف سالانہ ترقیاتی منصوبہ کی بنیادوں پر ہوتی رہی"

1990 کے بعد پاکستان کی معاشی ترقی کی رفتار پھر سے کم ہو کر رہ گئی۔ تاہم پاکستان نے اپنی ترقی کا سفر جاری رکھا مجموعی طور پر اپنی معاشی منصوبہ بندی اور پالیسی کے نتائج کی بدولت کافی حد تک اپنے اہداف کے حصول میں کامیاب رہا اگرچہ پاکستان کو اپنے قیام سے اب تک اندرونی اور بیرونی سازشوں اور خطرات و مسائل کا سامنا رہا ہے اور کئی انتظامی، سیاسی اور مالی مسائل کا سامنا کرنا پڑا (ان مسائل کا تحقیقی جائزہ اگلے باب میں تفصیل سے پیش سے کیا جائے گا) پھر بھی پاکستان نے الحمدللہ معاشی سفر میں کافی کامیابیاں حاصل کیں ہیں۔ اگرچہ گیارھویں پانچ سالہ منصوبے میں معینہ مقاصد اور مقررہ اہداف مکمل طور پر حاصل نہیں ہو سکے تاہم خام قومی پیداوار کی شرح نمو بہتر رہی ہے۔

The 11th five Year Plan missed most of the targets and failed to transform the economy in to a vibrant and resilient economy .During th 11th Five year plan

[552] Ejaz Aslam, *Development Planning in Pakistan*,84

period (2013 -2018),GDP growth remained relatively high (4.7average over 2013-14 to 2017-18).[553]

"گیارھویں پانچ سالہ منصوبے میں بہت سے اہم مقاصد حاصل نہ کیے جاسکے اور یہ منصوبہ معیشت کو ایک مضبوط اور لچکدار معیشت بنانے میں ناکام رہا۔ تاہم یہ منصوبہ جو کہ 2013 سے 2018 کے لیے تھا اس میں ترقی کی شرح 4.7 کے لحاظ سے نسبتا بلند رہی"

چنانچہ ترقی کا یہ سفر تسلسل سے جاری رہا اور اگرچہ 2018-2019 کے سالانہ منصوبے کے لیے 6.2٪ ترقی اور نمو کی شرح متعین کی گئی تاہم اللہ کے فضل سے نے 2018ء تک گذشتہ تیرہ سالوں میں خام ملکی پیداوار میں 5.8٪ فیصد کی شرح کو حاصل کرتے ہوئے کامیابی حاصل کی ہے۔

Economic recovery continued its journey towards higher growth trajectory and touched the highest growth of 5.8 percent during the last 13 years .The growth was broad based and evenly contributed by all sectors i.e agriculture (3.8 percent) manufacturing (6.2 percent) and services (6.4 percent)[554]

"معیشت نے بلند ترقی کے ہدف کے حصول میں بحالی کا سفر جاری رکھا اور گذشتہ تیرہ سالوں سے بلند ترین 5.8 نمو کی شرح کو چھولیا۔ یہ ترقی وسعت اور تمام شعبوں کے متوازن اشتراک کی حامل تھی جیسا کہ زراعت کی شرح 3.8٪ صنعت کی 6.2٪ اور خدمات کی شرح 6.4٪ تھی"

GDP is targeted to grow by 6.2 percent during 2018 -19 with 3.8 percent contribution from agriculture ,7.6 percent from industry and 6.5 percent from sevices [555]

2018-19" کے لیے 6.2٪ خام ملکی پیداوار کی شرح متعین کی گئی جس میں زرعی شعبہ کا اشتراک 3.8٪ صنعتی شعبہ کا اشتراک 7.6٪ اور خدمات کے شعبہ کا اشتراک 6.5٪ تھا"

پاکستان کی منصوبہ بندی کے ارتقائی جائزہ کو ہم محققین کی آراء پر پاکستان کی معاشی منصوبہ بندی کے آغاز وارتقاء کی بحث کو واضح کرتے ہیں:

"During 1960, Energy, Agriculture industries mixed of these assets were improved. While in 1970, human, agriculture and industries were improved.Further this concept was more propagated particularly since 1990's and association with international agreements on sustainable development, Pakistan adopted the nation conservation strategy as an official document on the basis of finding, it concluded that the Pakistan has had the sustainable process

[553] The News International ,Islamabad, February 14,2021,Sunday

[554] Sartaj Aziz, Annual Plan 2018-19 Government of Pakistan Planning Commission ,Minstry of Planning ,Development & Reform(Islamabad April20,2018) 7
[555] Ibid

development over the period, the relationship will exists.We proud that sustainable development in Pakistan is improving day by day”.[556]

1960ء کے دوران توانائی، زراعت پر مبنی صنعتوں کے اثاثہ جات کی مشترکہ ترقی ہوئی، جبکہ 1970ء میں انسانی، زرعی اور صنعتوں کی ترقی ہوئی مزید اس تصور کو پھیلایا گیا خاص طور پر 1990 کی دہائی سے، اور قابل قدر اور پائیدار ترقی کے بین الاقوامی معاہدے کے باعث پاکستان نے قومی مرکوز حکمت عملی کو اختیار کیا۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ پاکستان نے قابل تائید ترقیاتی طریقہ کو اس عرصہ میں اختیار کیا۔ ہمیں فخر ہے کہ پاکستان روز بروز قابل تعریف ترقی کر رہا ہے"۔ جیسا کہ ڈاکٹر عشرت حسین لکھتے ہیں "پاکستان ترقی پذیر ملکوں کی صف میں بہترین کارکردگی کا مظاہرہ کرنے والے 10 ملکوں میں سے ایک ہے"[557] نیز پاکستان سی پیک کے تناظر میں vission 2025 کے اہداف کے حصول میں گامزن ہے اور انشاءاللہ کامیابی مقدر بنے گی۔

کرونا وائرس کی وبا نے جس طرح عالمی معیشت کو بری طرح متائثر کیا ہے پاکستانی معیشت بھی اس سے کافی متائثر ہوئی ہے، چنانچہ پاکستان کو اپنی خام ملکی پیداور میں کرونا وائرس کے باعث 19-2018 کے سال میں 0.4٪ کمی متوقع تھی۔ 2020 میں زراعت کے شعبہ کی مثبت ترقی صنعتی شعبہ کی منفی ترقی کی نظر ہو کر رہ گئی۔

Pakistan’seconomy is expected to witness negative GDP growth of 0.4% in the current fiscal year primarily due the impact of COVID-19.The positive growth in agriculture was overshdowd by nagative growth in industrial and services sectors.2% GDP growth rate is projected for FY21 …The budget 2020-21 is largely focussed on immediate social and economic incentives to reduce the impact of CONID-19. [558]

"پاکستانی معیشت رواں مالی سال میں کرونا وائرس کے باعث 0.4٪ منفی خام ملکی پیدوار متوقع ہے۔ تاہم صنعت کے شعبہ کی منفی ترقی کے برعکس زرعی شعبہ کی ترقی میں اضافہ ہوا اور خدمات کے شعبہ میں 2021 کے مال سال کے لیے 2٪ GDP کی شرح تجویز کی گئی ہے۔۔۔ 2020-21 کے بجٹ کا زیادہ ارتکاز COVID-19 کے اثرات کے خاتمے کے لیے فوری سماجی اور معاشی مراعات دینا ہے"

یہ بات درست ہے کہ کرونا وائرس کی وبا کے باعث پاکستانی معیشت بھی عالمی معیشت کی طرح بری طرح متائثر ہوئی ہے اور پاکستان اپنے کئی اہم اہداف اور معاشی مقاصد حاصل نہیں سکا مگر پاکستان نے اس وبا کے اثرات کے سبب پیدا ہونے والے معاشی مسائل اور مشکلات کے خاتمے کے لیے اقدامات شروع کر دیے ہیں۔

The economy has contracted for the first time since 1952 and has missed almost all key targets. In addition to the impact of COVID-19 currency devalueation and inflationary pressures were the primary reason for the negative growth rate. [559]

---

[556] Basic *Research Journal of Social and Political Sciences*, Vol 2, 18, 19

[557] عشرت حسین ڈاکٹر، پاکستانی معیشت ماضی اور مستقبل، روزنامہ خبریں، ملتان 4 دسمبر 2017ء

[558] KPMG,taseer Hadi & Co,Chartered Accountants,EconomicBrief 2020

[559] KPMG,taseer Hadi & Co,Chartered Accountants,EconomicBrief 2020

"پاکستانی معیشت نے 1952ء کے بعد پہلی بار سکڑ کر رہ گئی ہے (کرونا وبا کے باعث) اور تقریبا تمام اہم اہداف حاصل نہ کئے جاسکے۔ کرنسی کی قدر میں کمی، اور افراط زر کا دباؤ شرح نمو میں کمی کی بنیادی وجوہات تھیں جو کہ کرونا وائرس 19 کے اثرات کا نتیجہ تھیں"۔ تاہم پاکستان نے اپنی معیشت کو ان اثرات کو ختم کرنے کے اقدامات کا آغاز کر دیا ہے اور پھر سے معاشی ترقی کا سفر شروع کر دیا ہے۔ پاکستان کے مستقبل کی معاشی ترقی کے اہداف اس کے بارہویں معاشی منصوبے سے واضح ہوتے ہیں۔

According to the executive summery of the 12th five year plan approved by National Economic Council (NEC) which will be unveiled along with the upcoming budget documents for 2019 -20 states that the NEC approve the average GDP growth target of 5% along with sectoral average growth rate of agriculture (3.2 percent),industry (5.1 percent)and services(5.6 percent)for 2018-23.[560]

"پاکستان کے بارہویں پانچ سالہ منصوبہ جو کہ قومی معاشی کونسل نے منظور کیا ہے جس کی دستاویزات کو 20-2019 کے سالانہ بجٹ میں واضح کر دیا جائے گا سے واضح ہوتا ہے کہ 23-2018 کے لیے خام ملکی پیداوار کا ہدف 5٪ منظور کیا گیا ہے جس میں زراعت 3.2 فیصد، صنعت 5.1 فیصد اور خدمات 5.6 فیصد کی اوسط شرح سے حصہ ہو گا"۔ اسی طرح حکومت نے برآمدات سے بھی ملکی پیداوار کو بڑھانے کا فیصلہ کیا ہے۔ چنانچہ

The government has envisaged average GDP rate of 5 percent,increasing exports from $24.8 billion to $34 billion,curtailing imports at $65 billion and creation of 10 billion jobs during tenure of PTI led regime under 12th five year plan 2018-2023.[561]

"حکومت نے 23-2018 تک کے بارہویں پانچ سالہ منصوبے کے تحت برآمدات میں 24.8 بلین امریکی ڈالر سے 34 بلین امریکی ڈالر اضافہ کرتے ہوئے اور پاکستان تحریک انصاف کے عرصہء حکومت کے دوران 10 ملین ملازمتیں پیدا کر کے خام ملکی پیداوار میں اوسط 5 فیصد کی شرح کا اضافہ کرنے کا فیصلہ کیا ہے"۔ ان اہداف کے حصول کے لیے حکومت نے کئی طرح کے نئے اقدامات بھی کیے ہیں جیسا کہ ای کامرس پالیسی کا کی تشکیل ہے۔

In FY20 the Government approved the first ever E commers (EC) policy frame work. It is expected that the framework on EC will add Synegy to the following:

- Pakistan’s Kamyab Jawan Programe
- One woman,one bank account and intiative
- Dive of youth empowerment and Emplyment. [562]

---

[560]The News International ,February 14,2021,Islamabad

[561]Ibid

[562] KPMG ,taseer Hadi & Co,Chartered Accountants,EconomicBrief 2020

In this regard the SBP states that Pakistan can increase its GDP by USD 36 bn and creat 4 mn jobs by 2025 via an increase in the use of digital financial servise alone. [563]

مالی سال 2020ء کے لیے حکومت پاکستان نے پہلی بار ای کامرس پالیسی کا خاکہ کی منظوری دی ہے۔ اس خاکہ سے متوقع ہے کہ ای کامرس درج ذیل اشتراک کا اضافہ کرے گی"

پاکستان کا کامیاب جوان پروگرام

ایک خاتون، ایک بینک اکاؤنٹ کی فائدہ

نوجوان نسل کو اختیارات اور روزگار کے دائرہ کار میں لانا

اس تناظر میں سٹیٹ آف پاکستان نے بیان دیا ہے کہ پاکستان 2025ء تک صرف ڈیجیٹل مالی خدمات کے ذریعے خام قومی پیداوار 36 بلین امریکی ڈالر تک بڑھا سکتا ہے اور 4 ملین ملازمتیں پیدا کرنے کا اضافہ کیا جا سکتا ہے۔

اگرچہ کرونا وائرس کے باعث پاکستان کی معیشت بہت زیادہ متاثر ہوئی ہوئی ہے حتیٰ کہ خام ملکی پیداوار 0.4- تک گر گئی جو کہ ستر سالوں میں پہلی بار منفی کی سطح تک گر گئی۔ بے روزگاری میں بہت زیادہ اضافہ ہوا، معاشی سرگرمیاں دم توڑ کر رہ گئیں چناچہ ان حالات میں اس امر کی ضرورت تھی کہ ایسے اقدامات کیے جائیں کہ جس سے عوام کو روزگار میسر ہو، معیشت بحال ہو سکے، عوام کی زندگی کا تحفظ اولین ترجیح ہو اور کورونا وائرس کے منفی اثرات کا ازالہ ہو سکے چنانچہ حکومت نے اس ضمن میں 21-2020 کے بجٹ کے لیے 12000 ارب سے زائد Stimulus package کی منظوری دی ہے۔ مزید یہ کہ 21-2020 کے کل ریونیو کا تخمینہ 6573 ارب روپے ہے جبکہ کل وفاقی اخراجات کا تخمینہ 3700 ارب روپے رہنے کا امکان ہے جو کہ کل ملکی پیداوار کا 7 فیصد بنتا ہے۔ [564]

---

[563] The News International ,February 14,2021,Islamabad

[564] بجٹ تقریر 21-2020 12 جون 2020

فصل دوم:

پاکستان میں معاشی منصوبہ بندی کے مقاصد

کسی بھی منصوبہ کی بنیاداور روح اس کے مقاصد اور اہداف ہوتے ہیں۔اسی طرح معاشی منصوبہ بندی کی بنیاد بھی اس کے مقاصد ہوتے ہیں۔اور یہ مقاصد معاشرے کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے طے کئے جاتے ہیں۔ جس طرح ضروریات وقت اور حالات کے ساتھ بدل جاتی ہیں۔اس طرح منصوبے کے مقاصد بھی اور وقت اور حالات کی مطابقت کے تحت وجود میں آتے ہیں۔پس معاشی مقاصد ہی معاشی منصوبہ بندی کی بنیاد اور نقطہ آغاز بنتے ہیں۔پاکستان نہ صرف ایک اسلامی ملک ہے۔بلکہ اسے اسلام کا قلعہ سمجھا جاتا ہے لہذا ضروری ہے کہ اس کا معاشی نظام بھی اسلامی تعلیمات پر مبنی ہو۔اس کی معاشی منصوبہ بندی کے مقاصد قرآن وسنت کی روشنی میں مقرر ہوں ذیل میں ہم پاکستان کے معاشی منصوبہ بندی کے مقاصد کا تحقیقی جائزہ لیتے ہیں۔

جیسا کہ بیان کیا گیاہے کہ منصوبہ بندی کی بنیاد اس کے مقاصد ہوتے ہیں اور مقاصد کی وجوہات معاشرے کی ضروریات بنتی ہیں۔

اور معاشرے کی پہلی معاشی ضرورت روزگار کا حصول ہے۔اس کے بعد معاشرے میں معاشی عدل ومساوات اور امیر اور غریب کے درمیان پائی جانے والی خلیج کو کم کرنااور تیسری ضرورت یہ کہ ملک کو معاشی لحاظ سے ترقی یافتہ بنانا۔ملکی وسائل اور ذرائع کا بھرپور اور مکمل اور مناسب استعمال کرنا۔اور عوامی فلاح وبہبود کو یقینی بنانا ملکی اشیاو خدمات کی پیداوار کو قومی ضروریات سے ہم آہنگ بنانا ہی دراصل معاشی منصوبہ بندی کا اہم اور بنیادی مقصد ہے۔

ڈاکٹر محمد عمر چھپرا[565] منصوبہ بندی کی نوعیت اور مقاصد کے بارے میں لکھتے ہیں۔کہ:

“The plan must also specify the structural changes required in the economy to fulfill needs, reduce unemployment and raise the growth rate without creating macroeconomic and external imbalances....A through reform of the education system is also necessary to make the students better Muslims and more productive”.[566]

"منصوبہ لازمی طور پر تعمیری تبدیلیوں کی وضاحت کرے جو کہ معاشی ضروریات کی تکمیل کرے،اور کلی معاشیات اور بیرونی توازن کی کیفیت کو تبدیل کیے بغیر بے روزگاری میں کمی،پیداوار میں اضافہ اور شرح نمو میں اضافہ کرے۔۔۔ طلبا کو اچھے مسلم اور تعمیری اور پیداواری صلاحیتوں کا حامل بنانے کے لیے تعلیمی نظام کی ایک مکمل اصلاح بھی ضروری ہے"

اس طرح دوسرے پانچ سالہ معاشی منصوبے کی خاص اہداف ومقاصد درج ذیل ہیں۔

1. “The second Plan, accordingly aims at increasing national income by 20 Per cent, in view of the anticipated increase in population of

---

[565] آپ 1933 میں پاکستان میں پیدا ہوئے آپ تقریبا 35 سال تک سعودی عرب میں ماہر معاشیات کے طور پر فرائض سرانجام دیتے رہے ہیں ابھی IRTI اور IDB جیسے اداروں کے ایڈوائزر کے طور پر خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

[566] Chapra Umar Muhammad Dr, *Islam and Economic challenge* (The Islamic Foundation, The International Institute of Islamic thought 1995)336-37

about 9 percent, this will mean an increase of about 10 percent in per capita income”.

2. The highest priority is attached to increasing agricultural production. It is stipulated that the present gap in food supply should be closed and food grains production raised to the level of self sufficiency.
3. An overall increase in proposed in industrial production the value added in production is projected.
4. An substantial increase in proposed in industrial production the value added in production is projected to rise by 60 percent in large and medium scale industry, and by 25 percent in cottage and small scale industry.
5. The scale and content of the development effort has to be geared to generate sufficient job opportunities for the new entrants to the working force. The objective may be reached through employment of Labor – intensive schemes and technologies.
6. The plan aims at narrowing the present gap between foreign exchange earnings and essential non – development import requirements of the country.
7. The plan endeavors to accelerate economic growth of relatively less developed areas.
8. Education is accorded a high priority, institutional facilities are to be expanded and emphasis liad on technical and vocational education particularly to meet requirements of the plan”.[567]

1 . دوسرے منصوبے میں آبادی میں متوقع 9 فیصد اضافے کے پیش نظر قومی آمدنی میں 20 فیصد اضافے کا ہدف رکھا گیا جس کا مطلب تھا فی کس آمدنی میں 10 فیصد اضافہ ہو گا" گویا آبادی میں متوقع اضافے کے پیش نظر قومی آمدنی میں 20 فیصد اور فی کس آمدنی میں 10 فیصد اضافہ مقصود تھا۔

2. اس منصوبے میں سب سے زیادہ ترجیح زرعی پیداوار میں اضافہ کرنا تھا۔ یہ بات طے کی گئی کہ غذائی رسد کے خلا کو ختم کرنا ہو گا اور غذائی غلہ کی پیداوار کو خود کفالت کی سطح تک بڑھانا ہو گا۔

3 . صنعتی پیداوار میں مجوزہ مجموعی اضافہ میں ویلیو ایڈڈ پیداوار میں اضافہ مقصود تھا

4. صنعتی پیداوار میں ایک بڑا اضافہ ویلیو ایڈڈ پیداوار میں تجویز کیا گیا جو کہ بڑی اور درمیانی صنعتوں کی پیداوار میں 60 فیصد اور چھوٹے پیمانے کی صنعتوں کی پیداوار میں 25 فیصد اضافہ تجویز کیا گیا

5. ترقیاتی کوشش کے پیمانے اور مواد کو کارکنوں کے نئے داخلے کے لیے ملازمت کے مواقع پیدا کرنا۔ یہ مقصد کام کے وسیع منصوبے اور ٹیکنالوجی کی ملازمتوں سے پورا ہو سکتا ہے

567 The *Second Five year plan*, (Government of Pakistan Press Karachi 1960) 4,5,6,7

6. اس منصوبے کا ایک مقصد موجودہ زرمبادلہ کے خلا کو کم کرنا اور لازمی طور پر غیر ترقیاتی درآمدات کی ضروریات کو کم کرنا تھا۔

7. اس منصوبے کا مقصد کم ترقی یافتہ علاقوں میں معاشی ترقی کو بڑھانا ہے"۔

8. اس منصوبے میں تعلیم کو خاص ترجیح حیثیت دی گئی تعلیمی اداروں کی سہولیات کو بڑھانے اور فنی اور پیشہ ورانہ خاص کر منصوبے کی ضروریات سے متعلقہ تعلیم بڑھانے پر زور دیا گیا

لہذا قومی اور فی کس آمدنی کو بڑھانا، زرعی اور صنعتی شعبوں کی پیداوار میں اضافی کرنا تعلیم کا فروغ خاص طور پر فنی اور پیشہ ورانہ تعلیم کا منصوبے کی ضروریات اور مقصد کے مطابق ہونا اور روزگار کے مواقع پیدا کرنا اس منصوبے کے خاص مقاصد تھے۔ ذیل میں چوتھے پانچ سالہ منصوبے کے اہداف درج کیئے جاتے ہیں(1970-1975):

9. Revival the economy after serious setback by the separation of east wing.
10. Transforming of industrial sector from its consumer goods base towards setting up basic industries through expansion of public sector.
11. Developing infrastructure such as water, power, gas and communication.
12. Higher expenditure on social investment mainly, education, health, etc and
13. To increase employment opportunities especially rural areas.[568]

1. پاکستان کے مشرقی حصے کی علیحدگی کے ایک بڑے جھٹکے کے بعد معیشت کی بحالی

2. صنعتی شعبہ میں سرکاری شعبہ کو وسعت دیتے ہوئے اسے صارف کی پسند پر مبنی صنعت کو بنیادی صنعت میں تبدیل کرنا

3. بنیادی سہولیات جیسے پانی، بجلی، گیس اور ذرائع مواصلات کو ترقی دینا

4. معاشرتی سرمایاکاری جیسے تعلیم اور صحت وغیرہ جیسے شعبوں پر اخراجات کو بڑھانا اور

5. روزگار کے مواقع بڑھانا خاص طور پر دیہاتی علاقوں کے لیے لہذا تقریبا تمام منصوبوں کے مقاصد عمومی طور پر ایک جیسے تھے:

“The overall objectives of the eight five year plan remains as in the past to enhance substantially the economic and social wellbeing of the peoples as envisioned in the idea of an Islamic welfare state”.[569]

"اسلامی فلاحی ریاست کے تصور کے مطابق لوگوں کی سماجی اور معاشی فلاح کو ترقی دینا مجموعی طور پر آٹھویں پانچ سالہ منصوبے کے مقاصد تھے" درج ذیل بالا منصوبے جو کہ نمونے کے خاطر درج کیے گئے ان کے مقاصد میں درج ذیل مقاصد مشترک ہیں۔

14. زرعی اور صنعتی ترقی

---

568 Ejaz Aslam, *Development Planning in Pakistan* ,83,

569 *The Eight Five year plan Basic Framework justice in Pakistan*, Policy series No. 5 (Sustainable Development Policy institute 1993),9

15. روزگار کی فراہمی
16. عوامی فلاح وبہبود کے لیے ضروری اداروں کا قیام
17. معاشرے کی ضروریات کو مد نظر رکھ کر تعلیم خاص کر فنی اور مذہبی تعلیم کا فروغ
18. پسماندہ علاقوں کی ترقی کو ترجیح دینا
19. عملی اقدامات کے ذریعے معاشی تقاضوں اور معاشرتی عدل کو یقینی بنانا

اور یہی اسلامی حکومت کی بنیادی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے معاشی نظام میں اس طرح کی حکمت عملی اور منصوبہ بندی اختیار کرے کہ جس سے عوام الناس کی فلاح وبہبود، بہتری اور آسانی ہو اس لیے کہ حکمران ہی عوام کے سرپرست اور ولی ہوتے ہیں۔

"فَالسُّلْطَانُ وَلِيُّ مَنْ لَا وَلِيَّ لَهُ"[570]

"جس کا کوئی ولی نہیں ہوتا سربراہ ریاست اس کا ولی ہوتا ہے"

ایک اور جگہ آپؐ فرمایا

"مَا مِنْ أَمِيرٍ يَلِي أَمْرَ الْمُسْلِمِينَ، ثُمَّ لَا يَجْهَدُ لَهُمْ، وَيَنْصَحُ، إِلَّا لَمْ يَدْخُلْ مَعَهُمُ الْجَنَّةَ[571]

"عوام کے لیے جدوجہد نہ کرنے اور ان کی خیر خواہی نہ چاہنے والے حکمران ان کے ساتھ جنت میں داخل نہیں ہوں گے"۔

اس لیے حکم ہے "يَسِّرُوا وَلَا تُعَسِّرُوا [572] "کہ آسانی پیدا کرو تنگی پیدا نہ کرو" اور یہ تب ممکن ہے جب صحیح معنوں میں حکمت عملی معاشی تدابیر اور منصوبہ بندی کو اختیار کیا جائے اور دیانت داری اور ذمہ داری سے مقاصد کے حصول کی سعی کی جائے۔ آئندہ فصل میں ہم پاکستان کی معاشی منصوبہ بندی کے مسائل کا تحقیقی جائزہ لیتے ہیں۔ کہ آخر کیا وجوہات ہیں کہ پاکستان ابھی تک ترقی یافتہ ممالک کی صف میں کھڑا نہیں ہوسکا۔ اور اپنے معاشی اہداف و مقاصد کو کامیابی سے مکمل طور پر حاصل نہیں کرسکا۔ زرعی اور صنعتی لحاظ سے ترقی کے مقاصد پورے نہیں ہوسکے۔ غربت اور بے روزگاری نے عوام کو خودکشی کرنے پر مجبور کردیا ہے۔ معاشرہ اخلاقی لحاظ سے بھی مسائل کا شکار ہورہا ہے۔ کیونکہ غربت وافلاس تو انسان کو کفر تک مجبور کردیتے ہیں۔ اور مزید افتاد یہ کہ دیہی علاقوں میں جہالت کا رواج ہے۔ ابھی تک تعلیمی معیار بھی بہتر نہیں ہوسکا۔ ان سب مسائل کی وجوہات کا تحقیقی جائزہ اس باب کی تیسری فصل میں لیتے ہیں۔

---

[570] ابوداؤد، السنن، کتاب النکاح، باب فی الولی 2:229 حدیث نمبر 2083

[571] مسلم، الصحیح، کتاب الایمان، باب فضیلۃ الامام العادل 3:1460 حدیث نمبر 22

[572] البخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب قول ال؛ نبی ﷺ یسروا ولا تعسروا، حدیث نمبر 69

فصل سوم

پاکستان میں معاشی منصوبہ بندی کے مسائل اور اُن کا حل

پاکستان کو قائم ہوئے ستر سال کا عرصہ بیت چکا ہے مگر ابھی تک اسکا شمار پسماندہ اور ترقی پذیر ممالک میں ہے۔ پاکستان معاشی لحاظ سے ترقی یافتہ ممالک کی صف میں اپنا نام شامل نہیں کر سکا۔ ذیل کی سطور میں ہم اس بات کا جائزہ لیں گے کہ آخر ایسی کون سی مشکلات، رکاوٹیں اور اسباب ہیں کہ پاکستان معاشی لحاظ سے ترقی نہیں کر سکا۔ غربت، تنگ دستی اور مفلسی ایسی خامیاں ہے جس سے تمام قسم کی معاشی خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں اور یوں اخلاقی و سماجی خرابیاں اور مسائل جنم لیتے ہیں حتیٰ کہ کفر میں داخل کر دیتی ہے۔ جیسا کہ رسول ﷺ نے فرمایا

"كَادَ الْفَقْرُ أَنْ يَكُونَ كُفْرًا"[573]

"یعنی فقر بھی کفر کا سبب بن سکتا ہے"۔

آخر ایسی کون سی وجوہات اور مسائل پاکستان کی معیشت اور معاشی منصوبہ بندی کے عمل اور معاشی پالیسیوں کو درپیش ہیں کہ پاکستان اپنے معاشی اہداف اور مقاصد تک رسائی حاصل نہیں کر سکا۔ اس سلسلے میں سب سے پہلی بات مطلوبہ افرادی قوت کی کمی ہے۔ کسی بھی ملک کی معاشی ترقی کا انحصار اور معاشی پالیسیوں اور منصوبہ بندی میں اس ملک کے معاشی وسائل بنیادی اہمیت رکھتے ہیں۔ ان معاشی وسائل میں افرادی قوت کا کردار بنیادی ہوتا ہے۔

عصری تعلیم کا فقدان:

تعلیمی ادارے اور مراکز ہی وہ فیکٹریاں اور کارخانے ہیں جو معاشرے کو اس کی ضروریات کے مطابق افرادی قوت فراہم کرتے ہیں معاشرے کو جتنے ڈاکٹرز، انجینئرز، ملٹری اور سول آفیسرز، سیاسی لیڈر مذہبی رہنما، وکلاء اور معاشی ماہرین ضرورت ہوتے ہیں ان کو تعلیمی ادارے ہی پیدا کرتے ہیں۔ لہٰذا معاشی ترقی کے لئے ضروری وسائل میں سے ایک افرادی قوت ہے۔ اس کا انحصار ایسے افراد پر ہے۔ جو جدید دور کی تعلیم، سائنس اور ٹیکنالوجی پر عبور رکھتے ہوں اور ایسا صرف دور حاضر کی تعلیم و تربیت کے حصول سے ہی ممکن ہے۔

بدقسمتی سے عالمِ اسلام اور بالخصوص پاکستان میں جدید تعلیم کا معیار بہت بدتر ہے۔ اس کا اندازہ ذیل کے اقتباسات سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔

تحقیقی کام انتہائی ناگفتہ بہ ہے "اس وقت ہماری کسی بھی جامعہ کا دنیا کی اعلیٰ 700 جامعات میں شمار نہیں ہوتا۔"[574]

"ہماری جامعات میں 10،000 سے بھی کم پی ایچ ڈی اساتذہ ہیں۔ عالمی سطح پر ایک پُروقار مقام حاصل کرنے کے لئے 60،000 پی ایچ ڈی، اساتذہ کی ضرورت ہے۔"[575]

آج وہی ملک طاقتور ہے جو سائنس اور ٹیکنالوجی میں غالب ہے کہ آج کامیابی و ناکامی کے معیار کو جانچنے کے لئے فیصلہ کن جنگیں گولہ بارود اور فوجیں نہیں بلکہ طاقت کا معیار تعلیم و ثقافت کے ادارے ہیں۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا نے جدید تعلیم کو ایک قسم کی سرمایہ کاری کے طور پر

---

[573] الطبرانی، الدعاء للطبرانی، باب الدعا للفقر والسقم، حدیث نمبر 1048، بیروت 1413 ج1، ص 319

[574] عطاء الرحمٰن ڈاکٹر، روزنامہ جنگ، ملتان، 20 فروری، 2017

[575] عطاء الرحمٰن، ڈاکٹر، روزنامہ، جنگ، ملتان، 6 مارچ، 2017

اختیار کیا ہوا ہے۔ دنیا کے ترقی یافتہ ممالک جنہوں نے معاشی ترقی پائی ہے انہوں نے اپنے بجٹ کا ایک بڑا حصہ اس تعلیم پر خرچ کیا ہے اور کر رہے ہیں۔" جنوبی ایشیا کی انتہائی چھوٹی ریاست جس کی آبادی کراچی کی آبادی کا ایک چوتھائی ہے اور اس کے کوئی قدرتی وسائل بھی نہیں ہیں اس کی آبادی پاکستان سے چالیس گنا کم ہے۔ ہمارے ملک کی 80 جامعات کا بجٹ ملا کر اس کی قومی جامعہ سنگاپور کے بجٹ کا صرف ایک تہائی ہے۔[576] اس طرح ہم جاپان کو دیکھتے ہیں جس کو امریکہ نے ایٹمی حملہ کر کے اس کے دو شہروں ہیروشیما اور ناگاساکی کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا۔ اس ایٹمی حملے کا بدلہ لینے کے بجائے اس نے سائنس ٹیکنالوجی کا انتخاب کیا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ آج امریکہ جاپان کا مقروض ہے۔ لہذا پاکستان کی معاشی پسماندگی کی ایک وجہ افرادی قوت کی خطرناک حد تک کمی ہے اس کمی کے کئی ایک اسباب میں سے ایک بڑا سبب یہ ہے کہ ملک میں نئی نسل کو جدید تعلیم سے آراستہ کرنے میں لاپرواہی اور انتہائی خطرناک غفلت کو اختیار کرنا ہے جس کی سب سے بڑی دلیل ہے ملک کے بجٹ میں تعلیم کے شعبے پر صرف 2.2 فیصد اور سائنس اور ٹیکنالوجی کے لئے 0.3 فیصد مختص ہے۔[577]

گویا یہ نہ صرف ایک معاشی قتل ہے بلکہ یہ ایک اجتماعی اور قومی خودکشی کے مترادف ہے اور اپنے ہاتھوں سے اپنا گلہ دبانے کے مترادف ہے اور مزید یہ کہ مختص کردہ بجٹ بھی تعلیم پر پورا خرچ نہیں ہو پاتا بلکہ اس میں سے بھی کچھ کرپشن کی نظر ہو جاتا ہے۔ لہٰذا تعلیم خاص کر سائنس اور ٹیکنالوجی کی تعلیم سے عدم توجہی اور اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والی اور افرادی قوت کی کمی پاکستان کی معاشی پسماندگی کی ایک بنیادی وجہ ہے۔

سیاسی عدم استحکام: پاکستان کی معاشی منصوبہ بندی کے ثمر آور اور کامیابی میں ایک بڑی رکاوٹ اور مسئلہ سیاست کا غیر مستحکم ہونا، حکمران اور سیاسی رہنما اور لیڈروں کے منفی کردار نے پاکستان کی معاشی ترقی میں کئی مشکلات پیدا کی ہیں خاص طور پر عوامی انتخابات سے منتخب ہونے والے حکمرانوں کے دور میں معاشی ترقی یا تو تنزلی کا شکار ہوئی یا رک گئی ہے۔ چنانچہ اگر پاکستان کی معاشی تاریخ مطالعہ کیا جائے تو واضح ہوتا ہے کہ جنرل ایوب (68-1958) ضیاء الحق کے ابتدائی دور (85-1979) میں پاکستان کی معاشی ترقی کی رفتار سول حکمرانوں کے دور سے زیادہ رہی ہے پھر جنرل مشرف کے دورِ حکومت میں پاکستان کی معیشت نے پھر سے سنبھالا لیا اور ترقی کی رفتار بہتر ہو گئی ڈاکٹر عشرت حسین پاکستان کی معاشی تاریخ کو ان الفاظ میں قلم بند کرتے ہیں:

20. The flat fifties 1947-1958
21. The golden sixties 1958-1969
22. The socialist seventies 1971-1977
23. The reforming hundreds 1999-2000[578]

گویا پاکستان کی معاشی ترقی اور کامیابی معاشی منصوبہ بندی میں سیاسی حکومت کی بجائے غیر سیاسی حکومت نے بہتر کردار ادا کیا ہے۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ قومیں محض وسائل سے نہیں بلکہ لیڈرشپ انہیں ترقی کے منازل پر پہنچاتے ہیں۔

قدرت نے ہمارے ملک پاکستان کو بے پناہ وسائل سے نوازا ہے۔ مگر لیڈرشپ کی غلط اور پارٹی ایجنڈا پر مبنی پالیسیوں کی وجہ سے ہم ترقی کی راہ میں اُلجھ کر رہ گئے ہیں اگر جاپان ایٹمی حملے کے باوجود ترقی کر سکتا ہے، جرمنی دوسری جنگِ عظیم میں ناکام ہونے کے باوجود دنیا کو اپنی معاشی طاقت دکھا سکتا ہے آخر کیا وجہ ہے کہ پاکستان ایسا کیوں نہیں کر سکتا۔ وہ وجہ صرف مخلص، دیانت دار بے لوث اور باصلاحیت لیڈرشپ کی کمی ہے۔

---

[576] عطاء الرحمٰن، ڈاکٹر، روزنامہ، جنگ، ملتان، 6 مارچ، 2017

[577] ایضاً

[578] *Journal of international affairs*, fall winter, vol 63, No.1 ,2009

ذاتی غرض اور ہوس کی خاطر جب ملکی پالیسیاں بنائی جاتی ہیں تو ناکامیاں مقدر بنتی ہیں اور جب پاکستان میں سب بڑے بڑے کارخانے، تجارتی ادارے، صنعتیں حتی کہ تعلیمی ادارے تک قومی تحویل میں لئے تو ان کے اثرات معیشت کی ناکامی کا سبب بنے۔ ادائیگیوں کا توازن بگڑ گیا۔ بجٹ خسارے میں چلا گیا۔ حکومتی اخراجات کئی گنا بڑھ چکے ہیں۔ صنعتیں روبہ زوال ہونے لگیں۔ پھر مجبوراً حکومت کے پاس اس کے سوا چارہ نہیں رہا کہ ادارے واپس لوٹا دیے جائیں چنانچہ:

"In the early seventeen the government of Pakistan adopted the nationalism policy. Accordingly the industrial institutions, banks, ginning factories, rice husking and flour mills were nationalized. Experience shows that nationalized industries remained over stuffed and produced little while the government invested colossal funds in them. Confronted with heavy losses the government has no choice but to return them to the private sector."[579]

1970 کی دہائی کے ابتدائی حصے میں پاکستان کی حکومت نے اشتراکیت کی پالیسی اختیار کی اس کے مطابق صنعتی ادارے، کپاس کی دھنکائی کے کارخانے، چاول چھڑکنے کے کارخانے اور آٹے کی ملیں تک قومی تحویل میں لے لیے گئے۔ اس تجربے نے ثابت کر دیا کہ جن اداروں اور صنعتوں کو قومی تحویل میں لے لیا گیا ان میں ملازمین کی تعداد ضرورت سے زیادہ ہو گئی اور پیداوار کم ہو گئی جبکہ حکومت نے ان پر بہت خطیر رقم خرچ کی اتنے بڑے نقصان کا سامنا کرنے کے بعد ان اداروں اور صنعتوں کو نجی شعبے کو واپس کرنے کے سوا حکومت کے پاس کوئی چارہ نہ رہا"۔

اب قومیانے کی پالیسی کے برعکس نجکاری کی پالیسی پر عمل ہو رہا ہے۔ یہ نسخہ بھی اہلِ مغرب کی تقلید میں اختیار کیا جا رہا ہے۔ ملک کے قیمتی اثاثے پیداواری ادارے جیسا کہ بجلی کے پیدا کرنے کے ذرائع غیر ملکوں کے حوالے کرنے کی منصوبہ بندیاں کی جارہی ہیں۔ اصل میں یہ ملکی وسائل کی ایک بندر بانٹ ہے۔ سیاست دان جو کہ ملک کے امین اور نگہبان ہوتے ہیں انہوں نے راہزن اور لٹیروں کا کام شروع کر دیا ہے۔ اپنے بنک بلیـ ینس، جائیدادیں، فیکٹریاں بنانا شروع کر دی ہیں۔ وسائل کو اونے پونے بیچا جا رہا ہے۔ نجکاری سے وسائل اور دولت چند لوگوں کے پاس محدود ہو جائے گی۔ تقسیمِ دولت کی ناہمواری سے امیر و غریب کے درمیان خلا مزید بڑھ جائے گا۔ سرمایہ دار ملکی معیشت اور وسائل کو اپنے قبضے اور گرفت میں لے لے گا۔ ٹھیک ہے اگر ان اداروں کی کارکردگی مطلوبہ معیار کی نہیں رہی تو وہ اسباب اور وجوہات تلاش کی جائیں جو ان اداروں کی کارکردگی میں کمی کا باعث بنے ہیں بجائے اس کے کہ ان اثاثوں کو اونے پونے حساب سے بیچ دیا جائے اس کی فنی اور انتظامی کمزوریوں اور خامیوں کو دور کیا جائے۔ یہ در اصل بد دیانت حکمرانوں کے حیلے اور بہانے ہیں۔ ملکی وسائل کو اپنے قبضہ میں لینے اور عوام کو غلامی کے شکنجے میں کسنے کے لئے چالیں اور تدبیریں ہیں۔ اور اُن کا کردار ایسٹ انڈیا کمپنیوں سے مختلف نہیں ہے۔ پاکستان ایک اسلامی ریاست ہے اُس کے حکمرانوں کے پاس اقتدار اور ملکی وسائل ایک امانت ہیں اور اُن کو ایک امانتدار کی طرح اُس کی نگہبانی کرنی چاہئے اور صحیح معنوں میں اُسے ایک فلاحی ریاست بنانے کے لئے کردار ادا کرنا چاہیے۔

[579] ATTAR CHAND, *Pakistan in search of modernization*,(New Dehli 1992) ,142

"اسلامی معاشرے اور حکومت کا فرض ہے کہ وہ افلاس اور غربت کو مٹانے میں اس طرح سرگرم رہے جس طرح کفر کی ظلمتوں کو دور کرنے میں ہوں۔"[580]

غیر تربیت یافتہ انتظامی مشینری: کسی بھی منصوبے کو کامیابی اور ناکامی کے لحاظ سے متاثر کرنے والے عوامل میں سے منصوبہ ساز مشینری کا کردار بھی بہت اہم ہے اگر منصوبہ ساز اور انتظامیہ مشینری باصلاحیت اور اپنے فن میں مہارت رکھتے ہیں اُن کو منصوبے کے مقاصد، وسائل اور منصوبے کی عمل حکمت عملی پر دسترس حاصل ہے اور وہ اپنے کام اور فن سے لگن رکھتے ہیں تو ان کے بنائے جانے والے منصوبے ضرور کامیابی سے ہمکنار ہوتے ہیں بصورتِ دیگر ناکامی مقدر بن جاتی ہے۔

مگر بدقسمتی سے ہمارے ملک کی منصوبہ ساز انتظامیہ بھی کئی قسم کے مسائل کا شکار ہو گئی ہے۔ماہر اور باصلاحیت افراد پر جب سول سرونٹس کو اُن کا نگران اور آفیسر مقرر کیا جاتا ہے جو کہ منصوبہ بندی کے فنی معاملات سے نابلد ہوتے ہیں اور وہ جب ماہرین کی آرا کو نو آبادیاتی نظام کی یادگار دفتری کاروائیوں کی نظر کر دیتے ہیں تو مستعد اور باصلاحیت افراد یا تو دیگر ممالک چلے جاتے ہیں یا کسی اور ادارے کو اختیار کر لیتے ہیں۔اس کی ایک وجہ حکومت کی غیر ضروری اور اختیاری مداخلت بھی ہے کہ بعض اوقات حکومت ایسے افراد کو یہ ذمہ داری دے دیتی ہے جو اس کی اہلیت ہی نہیں رکھتے جو غیر ضروری منصوبے مرتب کرتے ہیں جنہیں بعد میں روکنا پڑ جاتا ہے۔یوں منصوبوں میں تعطل اور خلاء پیدا ہو جاتا ہے اور پالیسیوں میں تسلسل ٹوٹ جاتا ہے۔نتیجتاً معاشی ترقی رُک جاتی اور وسائل برباد ہو جاتے ہیں۔

علاقائی عدم توازن کا حال یہ ہے کہ ملک کے بعض علاقوں میں تعلیمی اداروں میں سہولیات کا فقدان اور سٹاف کی کمی ہے جو کہ معاشرے کو افرادی قوت فراہم کرتے ہیں۔ہسپتالوں میں ادویات ڈاکٹرز کی کمی تو اپنی جگہ مریضوں کے لئے بیڈز تک دستیاب نہیں۔ایک ایک بیڈ تین تین ،چار چار مریضوں کے لئے ۔ایمبولینس کی قلت اتنی ہے کہ لوگ بیچارے دیہاتوں سے ریڑھوں پر مریضوں کو لاد کر لاتے ہیں۔آلات نہ ہونے کے برابر ہیں یہ جنوبی پنجاب کے بڑے ہسپتال نشتر کی رپورٹ ہے ٖجب کہ اس کے برعکس عوام کو میٹرو بس کی سروس مہیا کر دی گئی۔یہ سب کرپشن پر مبنی منصوبہ بندی کے نتائج کرپشن اور بدعنوانی کے ناسور نے ہمارے ملک کے اداروں کو تباہ کر دیا ہے۔تمام نظام مفلوج ہو کر رہ گئے ہیں۔اسلامی ریاست تو ایک فلاحی ریاست ہوتی ہے مگر اس ملک پاکستان میں غلط منصوبہ بندی سے بنیادی ضروریات سے بھی عوام محروم ہو کر رہ گئے ہیں۔مختلف معاملات اور امور نمٹانے کا طریقہ پیچیدہ، طویل اور صبر آزما بنا دیا گیا۔فیصلہ سازی کا عمل چند ہاتھوں میں سمٹ کر رہ گیا چنانچہ فیصلوں کی محدود آنرشپ عمل درآمد میں رکاوٹیں پیدا کرنے کا سبب بنے گی ۔قواعد و ضوابط اور رولز تبدیل کر دئے گئے۔حکمران پارٹیوں کے حامیوں کی سرپرستی کے لئے قوانین اور قوائد کو نرم کیا گیا۔جائز حقداروں کو نظر انداز کر کے تمام قوائد وضوابط کا جھکاؤ چہیتوں کی جانب کر دیا گیا۔

چنانچہ منصوبہ بندی صرف ایک رسمی کاروائی بن کر رہ گئی ہے۔اصل پالیسی صرف سیاسی پارٹی اور ذاتی مفاد کا ایجنڈا ہوتا ہے۔

"One of the more Pleasurable sins of economic planners is their addiction to development fashions"[581]

---

[580] خورشید احمد، اسلامی نظریہ حیات, کراچی ص496

[581] Moin Baqai Irving Brecher Development planning and policy in Pakistan (National Institute of Social and economic research, Karachi),15

"معاشی منصوبہ سازوں کی ایک خوش کن غلطی یہ ہے کہ وہ ترقی فیشن اور دکھاوے کے شکار ہو جاتے ہیں"

وطنِ عزیز کی معاشی بدحالی کی ایک وجہ بیرونی قرضوں کا بوجھ بھی۔ بین الاقوامی اداروں سے جب سے ہمارے حکمران قرضہ لیتے ہیں تو وہ ادارے قرضے کو ان کی پالیسی کے مطابق صرف کرنے کی شرط سے مشروط کر دیتے ہیں گویا وہ ہم سے قرض کے نام پر کام لے کر سرمایہ کاری کرتے ہیں جس کا منافع وہ لیتے ہیں اور بوجھ پاکستانی معیشت برداشت کرتی ہے۔ اس پر مزید ظلم یہ ہوتا ہے کہ جو رقم قرضے میں لی جاتی ہے وہ کرپشن کی نظر ہو جاتی ہے۔ ایسے پراجیکٹ اور منصوبوں پر لگائی جاتی ہے جن کا حاصل کچھ نہیں ہوتا جیسے رینٹل پاور پراجیکٹ تھا۔ معیشت کی بدحالی، غربت، جہالت اور بے روزگاری نے ملک میں دہشت گردی اور بدامنی اور مذہبی عدم برداشت اور عدم رواداری کو جنم دیا جبکہ کسی بھی ملک کی تعمیر و ترقی اور معاشی استحکام کے لئے ملک میں امن اور امان، سلامتی اور سیاسی حالات کا ساز گار ہونا انتہائی ضروری ہیں بلکہ اتنا ضروری ہیں جتنا کہ انسان کے لئے ریڑھ کی ہڈی ضروری اور اہم ہوتی ہے۔ عدم تحفظ سے سرمایہ دار سرمایہ کاری کرنے سے گھبراتے ہیں کہ کہیں سرمایہ ڈوب نہ جائے اور ان سب کی وجہ یہ ہے کہ مکمل سسٹم ہی خراب ہے۔ جس کی وجہ سے منصوبوں پر صحیح طور پر عمل درآمد ہو پاتا ہے اور نہ ان کے ثمرات حاصل ہوتے ہیں جیسا کہ منصوبہ ساز دلیل دیتے ہیں۔

“Planners are quite fond of making distinction between planning and implementation.When hard pressed,they generally argue that while planning is their responsibility its implementation is the responsibility of the entire system”.[582]

"منصوبہ ساز منصوبہ سازی اور اس پر عمل درآمد میں فرق قائم کرنے میں بہت شوقین نظر آتے ہیں۔ جب اس پر اصرار ہوا تو دلائل دیتے ہیں کہ ان کی ذمہ داری منصوبہ سازی ہے جبکہ اس پر عمل درآمد کرانا مکمل نظام کی ذمہ داری ہے"۔

ملک کا سارا نظام اور سسٹم حکومت کے اختیار میں ہوتا ہے کہ وہ جس طرح چاہے اُسے چلاتی ہے، کیوں کہ حکومت اختیار کی مالک ہوتی ہے۔ پورے ملک کی باگ ڈور اسی کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ تمام ادارے اس کی ہدایت کے مطابق کام کرتے ہیں۔ معاشی منصوبہ بندی کی ناکامی اور کامیابی کا انحصار بھی حکومتی سسٹم پر ہے اس لئے انحطاط کا سب سے بڑا عنصر جمہوری گورنس یا حکمرانی کے اداروں کا بتدریج زوال پذیر ہونا ہے۔ لہٰذا

(1) تعلیم یافتہ اور تربیت یافتہ افرادی قوت کی کمی

(2) مستعد اور ماہر منصوبہ منصوبہ سازوں کی کمی

(3) بدعنوانی

(4) دہشت گردی، بدامنی، عدم رواداری

(5) غیر ملکی مشروط قرضے

یہ سب ایسے مسائل ہیں جو معاشی ترقی کی راہ میں حائل ہو جاتے ہیں اور ان سب مسائل کے ڈانڈے سیاست سے جا کر ملتے اس لئے کہ عوام عام طور پر حکمرانوں کی پیروی کرتے ہیں۔

[582] Ibid,16

جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا"

"النَاسُ عَلَی دِینِ مُلُوکِھِمْ[583]

"لوگ حکمرانوں کے طریقوں کو اختیار کرتے ہیں"۔

کیونکہ سارے اختیارات اورانتظامات حکومت کے پاس ہوتے ہیں اس لئے نظام کی کامیابی وناکامی کا انحصار حکمرانوں کی حکمتِ عملی پر ہوتا ہے اس طرح معاشی منصوبہ بندی کی کامیابی کی کنجی بھی باصلاحیت ذمہ دار حکمرانوں کے پاس ہوتی ہے۔

پاکستان کی معاشی منصوبہ بندی کے مسائل کا حل اور تجاویز:

اللہ تعالیٰ نے پاکستان کو ترقی کے تمام وسائل مہیا کئے ہیں ملک کی آبادی کا 60 فیصد نوجوان نسل پر مبنی ہے۔چاروں موسم، پہاڑ، جنگلات، میدان اور خام مال کے ذرائع تک دستیاب ہیں۔ متعدد مالیاتی رپورٹوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ پاکستان 2025ء تک دنیا کی بیس بڑی معیشتوں میں سے ایک بننے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ مگر یہ تب ممکن ہے کہ جب وسائل کو ایک منصوبہ بندی سے استعمال کیا جائے گا۔ کیوں کہ یہ ملک معاشی ترقی صرف اس لئے حاصل نہیں کر سکا کہ اس کے وسائل کو منصوبہ بندی کے تحت استعمال نہیں کیا گیا بلکہ اس کے برعکس وسائل کو ضائع اور برباد کیا گیا ہے۔ذیل کی سطور میں ہم ان اقدامات کو پیش کرتے ہیں جن کو اختیار کر کے ترقی کی منازل کا حصول ممکن ہو سکتا ہے۔

پہلی چیز جس پر پاکستان کی حکومت اولین ترجیح دینی چاہیے وہ تعلیم کے معیار کو بہتر کرنا ہے۔ دنیا کے جتنے ممالک ترقی یافتہ ہیں انہوں نے سب سے پہلے اپنے معیار تعلیم کو بہتر کیا ان کے تعلیم کے نظام میں انقلاب اور اقدامات نے انہیں معاشی ترقی کی منازل تک پہنچایا ہے۔ تعلیم کے معیار کو بہتر کرنے کے لئے پاکستان کی حکومت کو چاہیے کہ وہ اپنے تعلیمی بجٹ کو بڑھا کر کم از کم کل بجٹ کا 7 فیصد کرنا چاہیے کیونکہ آج کسی بھی ملک کی ترقی کا اندازہ اس بات سے لگایا جاتا ہے کہ ملک کا تعلیمی بجٹ کتنا ہے گویا تعلیمی بجٹ ایک قسم کی سرمایہ کاری ہے کیونکہ اس سے معاشرے کو تربیت یافتہ، باصلاحیت اور ہنرمند افرادی قوت میسر ہوتی ہے اور پھر ایسے افراد کی دستیابی سے وسائل سے بھرپور استفادہ ممکن ہو جاتا ہے۔ وسائل کا ضیاع نہیں ہوتا مزید یہ کہ تحقیق سے ملک کے پوشیدہ وسائل تک رسائی بھی ممکن ہو جاتی ہے۔ معدنیات، سیال ذخائر جیسے تیل اس طرح گیس کے ذخائر، یہ سب تعلیم و تحقیق سے ممکن ہوتا ہے۔ جس کی بہتری کے لئے بجٹ کا ایک معقول حصہ مختص کرنا لازم ہے مگر بدقسمتی سے پاکستانی حکومت اس مقصد کے لئے اپنے بجٹ کا دو فیصد تک خرچ کرتی ہے۔ جو کہ صرف معاشی ہی نہیں بلکہ قومی خودکشی کے مترادف ہے۔اس کے بغیر ملکی ترقی ناممکن ہے گویا تعلیمی بجٹ میں مطلوبہ معیار کا اضافہ پاکستانی قوم کے لئے زندگی اور موت کا مسئلہ ہے ملائشیاء کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ آج سے تیس سال پہلے اس نے فیصلہ کیا تھا کہ وہ اپنے بجٹ کا پچیس فیصد سالانہ تعلیم کے لئے مختص کرے گا، آج اس فیصلے کے حیران کن نتائج سامنے آئے ہیں کہ اسلامی دنیا کی اعلیٰ تکنیکی برآمدات کا 86.5 فیصد حصہ اکیلا ملائشیاء ہی کرتا ہے جب کہ بقیہ اسلامی دنیا کے 56 ممالک جن میں ترکی، سعودی عرب، ایران، پاکستان، انڈونیشیاء اور دیگر ممالک شامل ہیں۔ صرف 13.5 فیصد اعلیٰ تکنیکی برآمدات کرتے ہیں۔[584]

---

[583] ابن حجر احمد بن علی، فتح الباری شرح صحیح البخاری، باب ایام الجاھلیۃ (بیروت 1379ھ) 7 : 151 حدیث نمبر 3835

[584] ڈاکٹر عطاء الرحمٰن، روزنامہ جنگ 6 مارچ 2017 ملتان

مگر ہمارا ملک وہ ملک ہے جس کا شمار دنیا کے اُن ممالک میں ہوتا ہے جو تعلیم اور سائنس پر سب سے کم خرچ کرتے ہیں۔ لہٰذا جب تک قومی بجٹ کا مطلوبہ مقدار تک کا حصہ تعلیم کے لئے مختص نہیں کیا جاتا اور تب تک ملک میں ترقی کا خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ترقی کے جتنے بھی اقدامات کئے جائیں ان سب کا انحصار اس کے تعلیمی معیار اور بجٹ پر ہے۔

تعلیمی معیار میں بہتری کے سلسلے میں بجٹ میں اضافہ کی تجویز کے بعد دوسری اہم بات یہ ہے کہ فنی اور پیشہ ورانہ تعلیم کے فروغ کے لئے اقدامات کئے۔ کیونکہ جب تعلیم اس نوعیت کی نہ ہو جس سے عصرِ حاضر کی معاشی ضرورتوں کو پورا کیا جاسکتا ہو تو پھر معاشرہ ترقی نہیں کر سکتا کیونکہ اس تعلیم کے بغیر ہم اپنے تعلیمی مقاصد بھی حاصل نہیں کر سکتے۔ سی پیک جس کو پاکستان کی معیشت کا انقلاب ثابت کیا جارہا ہے اس سے بھی استفادہ ممکن نہیں ہو سکے گا جب تک ہماری نسل فنی تعلیم سے بہرہ مند نہیں ہو گی تعلیم کے معیار میں بہتری کے لئے ضروری یہ ہے کہ ہمیں ملک کے اعلیٰ تعلیمی ادارے جامعات اور تحقیق کے مراکز کو عالمی معیار پر لانا ہو گا۔ اس کے لئے ان اداروں کا انتظام میرٹ کی بنیاد پر ماہرین اور باصلاحیت افراد کے سپرد کرنا چاہئے۔ ان اداروں میں نا اہل اور بد دیانت لوگوں کو تعینات کرنا وسائل کو برباد کرنا اور ملک کی ترقی کے منصوبوں کو خاک میں ملانے کے مترادف ہے۔ اور اپنے ہاتھوں اپنی جمع پونجی کو لٹانا اور ڈوبونا ہے۔ اس کی وزارت کا قلمدان بین الاقوامی معیار کے ماہر کے حوالے کرنا چاہئے (بد قسمتی سے ناخواندہ لوگ بھی پاکستان میں وزیرِ تعلیم رہے ہیں)۔

جس طرح گاڑی کو ایک تجربہ کار ڈرائیور ہی منزل پر پہنچا سکتے ہیں نابلد اور اناڑی نہ صرف خود کو بلکہ مسافروں کو حادثے سے دوچار کر دیتے ہیں اسی طرح اداروں کے خاص طور پر تعلیمی اور تحقیقی اداروں کے نااہل نگران اور افسران پوری قوم کو مسائل سے دوچار کر دیتے ہیں اور مقاصد و منزل سے دور کر دیتے ہیں۔ لہٰذا ضروری ہے کہ ان تعلیمی اداروں میں اعلیٰ تعلیم یافتہ تجربہ کار اور عالمی معیار کی تربیت اور صلاحیت کے حامل افراد کو ان اداروں میں تعینات کیا جائے جو ملک کی ترقی کا جذبہ بھی رکھتے ہوں اور صلاحیت بھی۔ نیز معاشی مقاصد کے حصول کے لیے ضروری ہے کہ معیارِ تعلیم میں بہتری کے لئے اقدامات کیے جائیں۔

نظام زکوٰۃ و عشر کا غیر فعال اور غیر موثر ہونا: پاکستان کا نظام زکوٰۃ و صدقات انتہائی ناقص ہے اس ذرائع کی آمدن نہ ہونے کے برابر ہے۔ ڈاکٹر محمود احمد غازی فرماتے ہیں "زکوٰۃ جتنی وصول ہونی چاہیے اس کا پانچ فیصد بھی وصول نہیں ہو پاتا۔ [585]

سیاسی مسائل کا حل:

پاکستان کی معاشی تاریخ سے واضح ہوتا ہے کہ جمہوری حکومت کے برعکس عسکری حکومت کے دوران پاکستان کی معاشی حالت بہتر رہی ہے۔ ڈاکٹر عشرت حسین لکھتے ہیں؛

The spurts in economics growth during the 1960s, 1980s and 2000s when the country was governed by military dictators have led many to conclude that Authoritarian regimes are better suited to bring about economic development.[586]

---

[585] "غازی محمود احمد ڈاکٹر محاضرات معیشت و تجارت، ص144، الفیصل اشران و تاجران کتب لاہور، 2010

[586] Ishrat Hussain Doctor, *The role of politics in Pakistan's economy*, 11

1980،1960 اور 2000 کی دہائیوں میں جب ملک فوج کے زیر اقتدار رہا معیشت میں تیزی سے اضافہ ہوا جس سے یہ نتیجہ اخذ ہوا کہ آمریت کے دور معاشی ترقی کے حصول میں زیادہ بہتر رہے ہیں"

ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ قومیں صرف وسائل کی بنا پر ترقی نہیں کرتی بلکہ ان کی ترقی میں لیڈر شپ کا کردار بنیادی اہمیت کا حامل ہوتا ہے کیونکہ لیڈر اور حکمران نہ صرف قوم کے رہبر اور رہنما ہوتے ہیں بلکہ وہ ملکی وسائل اور خزانے کے امین بھی ہوتے ہیں۔ جیسا کہ یوسفؑ نے فرمایا:

" إِنِّي حَفِيظٌ عَلِيمٌ[587]"

"کہ نگہبان بھی ہوں اور علم بھی رکھتا ہوں"

کیونکہ ملک کی ترقی وخوشحالی ان کا اولین فرض اور ذمہ داری ہوتی ہے۔ مگر بد قسمتی سے وطنِ عزیز پاکستان کی سیاسی قیادت نے سیاست کو ذاتی مفاد اور مقاصد کے لئے استعمال کیا اور ملکی وسائل کو اپنی غلط مقاصد اور مفادات کے لئے استعمال کیا اور ملکی وسائل کو اپنے غلط مقاصد اور مفاد پرستانہ پالیسیوں کو نظر کر دیا۔ وسائل کی تقسیم میں اپنے ووٹ بنک کو مدِ نظر رکھا گیا اور اس جانبداری کے نتیجہ میں کچھ علاقوں کو جان بوجھ کر پسماندہ رکھا گیا اور کچھ میں وسائل کو بے دریغ خرچ کیا گیا بلکہ ضائع کیا۔ اُن ضروریات کو پورا کیا گیا جن کی معاشرے کو ضرورت بھی نہیں تھی۔ سیاست دانوں کی ایسی غلط پالیسیوں کی وجہ سے ملک دولخت ہوا آج سیاست دان پھر وہی غلطیاں دہرا رہے ہیں۔

ذیل کی سطور میں سیاسی مسائل کے حل کے لئے ضروری اقدامات تجویز کئے جاتے ہیں:

(1) حکمران طبقہ کو احساس ہونا چاہیے کہ ان کے اختیارات، اقتدار اور ملکی وسائل ان کے پاس امانت ہیں انہیں ایک امین کی طرح اپنی ذمہ داری کو نبھانا چاہیے۔ اس لئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ:

"كُلُّكُمْ رَاعٍ، وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ"[588]

"کہ تم میں سے ہر ایک نگہبان ہے اور ہر ایک سے اس کی نگہبانی سے متعلق پوچھا جائے گا"۔

لٰہذا سیاسی قائدین اور حکمران طبقہ کو چاہیے کہ وہ اپنے اختیارات اور ملکی وسائل کو امانت سمجھ کر ذمہ داری سے خرچ کریں۔

وسائل کے ضیاع کا سدباب کریں اور ان کے مناسب مصرف پر صرف کریں تاکہ ترقی ہداف کے حصول کو یقینی بنایا جاسکے۔

(2) معاشی پالیسیوں کو پارٹی کے ایجنڈے یا ذاتی مقاصد کی نظر نہ کیا جائے جیسا کہ ریکوڈک، سیندک اور کالا باغ ڈیم کے منصوبے محض سیاست دانوں کی منفی سیاست کی بھینٹ چڑھ گئے۔

منصوبے اور پالیسیاں ملک کی معاشی ضرورتوں اور مقاصد کو پیشِ نظر رکھ کر مرتب کئے جائیں۔ اور پھر ان پر عمل درآمد کو یقینی بنایا جائے۔

(3) ٹیکس، زکٰوۃ اور عشر کے نظام کو فعال بنایا جائے۔ جہاں تک زکوٰۃ وصدقات کا تعلق ہے یہ اسلامی نظام مالیات کا اہم ذریعہ ہیں اس کی اہمیت کا اندازہ اس سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ قرآن میں اکثر مقامات پر نماز وزکوٰۃ کی فرضیت کا ذکر ایک ساتھ کیا گیا ہے نیز یہ گردش دولت کا

---

[587] یوسف:12: 55

[588] البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الجمعۃ، باب الجمعہ فی القری والمدن، 2: 5 حدیث نمبر 893

موئثر ذریعہ ہیں اور اس سے معاشرے سے غربت و افلاس کے خاتمے کا ایک موئثر ہتھیار ہیں۔" اگر مسلمان آج کچھ نہ کریں صرف زکوٰۃ کا معاملہ ہی احکام قرانی کے مطابق کرلیں تو بغیر کسی تعامل کے دعویٰ کیا جاسکتا ہے کہ ان کی تمام اجتماعی مشکلات و مصائب کا کل حل خود بخود پیدا ہو جائے گا لیکن مصیبت یہ ہے کہ مسلمانوں نے یا تو احکام قرآنی کی تعمیل یک قلم ترک کردی ہے یا پھر عمل بھی کررہے ہیں اس طرح کہ فی الحقیقت عمل نہیں کررہے "[589] ریونیو کا نظام اس قدر شفاف ہو کہ ہر شہری خوشی سے اپنا ملکی اور مذہبی فریضہ سمجھتے ہوئے اپنے زکوٰۃ عشر اور ٹیکس کی رقوم کو ادا کرے اور یہ تب ممکن ہو گا جب عوام کو نظر آئے گا کہ انکا روپیہ پیسہ ان کے فلاح و بہبود اور ملک کے معاشی ترقی کے کاموں میں صرف ہو رہا ہے۔ یورپی ممالک کی مثال ہمارے سامنے ہے کہ ان کے ریونیو کی ایک ایک پائی عوام کو ان کے فلاح و بہبود کی خاطر خرچ ہوتی نظر آتی ہے۔ مگر ہمارے حکمران صرف اپنے بینک بیلنس، جائیدادیں، محل اور ذاتی کاروبار کو وسعت دیتے ہیں اور عوام مفلوکِ حالی سے پریشاں ہو کر خود کشیاں کرنے میں مجبور ہو جاتی ہے۔

لہٰذا ضروری ہے کہ نان فائیلرز کی پالیسی کو ختم کرکے ٹیکس سسٹم کو بہتر کرکے ٹیکس چوروں کو ٹیکس نیٹ میں لایا جائے دو ملین ٹیکس ناہندگان کو ٹیکس کے دائرے میں لاکر بجٹ کا خسارہ کم کیا جاسکتا ہے۔

ٹیکس پر تعیش اشیاء پر اور امراء کی دولت پر عائد کرکے غربا کی اعانت اور فلاح و بہبود پر خرچ کرکے نہ صرف امرا اور غربا کے درمیان امتیازی خلیج کو کم کیا جاسکتا ہے بلکہ اس سے غربا کی استعدادِ کار کو بہتر بنایا جاسکتا ہے کہ اگر اُنہیں اس مد سے کاروبار کے لئے قرضے اور اعانتیں دی جائیں تو وہ ملکی معیشت کی ترقی اور بہتری میں اپنا مثبت کردار ادا کریں اس طرح ان کی عزتِ نفس کو بھی قائم رکھا جاسکتا ہے۔

(4) پسماندہ علاقوں کو ترجیحی لحاظ سے وسائل مہیا کرکے ترقیاتی پروگراموں سے بہتر بنایا جائے اس میں جانبداری اور سیاسی اور ذاتی مفاد سے بالاتر ہو کر ایسے فیصلے کئے جائیں۔

(5) سول سروسز انتظامہ اور مختلف اداروں کو سیاسی مداخلت سے محفوظ رکھا جائے۔ تاکہ وہ اصول و ضوابط کے مطابق اپنے فرائض انجام دے سکیں اس کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ اِن اداروں میں آفیسرز کو میرٹ کی بنیاد اہلیت، صلاحیت اور تجربے کے مطابق مدنظر رکھ کر تعینات کیا جائے بدعنوان، کرپٹ اور خائن آفیسر ان کے خلاف فوری کاروائی کی جائے۔

اور ایسے اقدامات کئے جائیں کہ بنیادی سروسز خاص طور پر تعلیم، صحت اور انصاف کے لیے ایسے اقدامات کئے جائیں کہ عوام کی رسائی ان تک بغیر کسی سیاسی تعلق، واسطے اور بغیر کسی مالی واجبات کی ادائیگی سے ممکن ہو۔

(6) کفایت اور میانہ روی کو قومی شعار بنایا جائے۔ انفرادی، سماجی اور ملکی سطح پر اپنے دستیاب وسائل سے مصارف کو پورا کیا جائے قرضہ پالیسی سے جان چھڑائی جائے یہ بھی ایک قسم کی غلامی ہے خاص طور پر بیرونی ملک سے قرضہ اور امداد سے حتی الوسع گریز کیا جائے۔ پاکستان پر قرضہ کا بوجھ ستر بلین ڈالر ہے۔[590]

---

[589] ابوالکلام آزاد مولانا، اسلام اور سوشلزم، ششماہی الاقتصاد، ص66 حکمتِ قران انسٹیٹیوٹ کراچی، مارچ 2012

[590] نواب یوسف، روزنامہ ایکسپریس ملتان، 22 ستمبر 2016

امریکہ نے کئی مرتبہ انتباہ کیا ہے کہ بیرونی قرضوں پر انحصار کم سے کم کیا جائے بلکہ اس نے یہاں تک کہ دیا ہے کہ 100 ارب ڈالر تک قرضہ پہنچنے کی صورت میں معاملہ خدانخواستہ ایٹمی اساسوں تک پہنچ سکتا ہے۔ قرضوں کے اس بوجھ کے اثرات سے انتباہ کرتے ہوئے اکمل حسین لکھتے ہیں؛

“Rapidly increasing reliance on foreign loans we may be entering a period over the next decade when we may be faced with the grim choice of stagnation in per capita incomes or a very high debt servicing burden”.[591]

"بیرونی قرضوں پر انحصار کے باعث ہم اگلے دس سالوں کے لیے فی کس آمدنی میں خطرناک حد جمود کا شکار ہو جائیں گے یا ہم پر بہت زیادہ قرضوں کی خدمات کا بوجھ ہو گا"

لہٰذا معاشی ترقی کے لئے ضروری ہے کہ بیرونی قرضوں سے نجات حاصل کی جائے۔ اس کا حل یہ ہے کہ قناعت پسندی اختیار کی جائے۔ غیر ضروری اخراجات اور مصارف سے اجتناب کیا جائے۔ ملکی اثاثوں اور وسائل کے استعمال میں خیانت اور بد دیانتی کو روکا جائے۔ پانامہ سمیت بیرونِ ممالک میں پاکستان کی 570 بلین ڈالر کی رقم جمع ہے اگر یہ رقم واپس آجائے تو نہ صرف 70 بلین ڈالر کے قرض سے نجات مل سکتی ہے بلکہ ملکی ترقیاتی منصوبے پایہ تکمیل کو پہنچ سکتے ہیں جو صرف سرمایہ کی قلت کے سبب زیرِ التوا ہیں۔

لہٰذا جہاں یہ ضروری ہے کہ قناعت پسندی، میانہ روی اور سادہ زندگی کو فروغ دیا جائے وہاں یہ بھی لازم ہے کہ ملکی خزانے کے تحفظ کو بھی یقینی بنایا جائے۔ ایسے اقدامات کئے جائیں کہ کوئی بھی ملکی خزانے کی رقم کو باہر منتقل کرنے کی ہمت نہ کر سکے ایسے مجرموں کو ملک سے غداری کی سزا دی جائے۔ اور سرکاری اخراجات کو بھی کم کیا جائے۔ شاہی کابینہ اور وزرا کی تعداد کو کم کیا جائے اگر وزیرِ اعظم وزارتِ خارجہ، وزارتِ خزانہ جیسے اختیارات خود رکھ سکتا ہے تو پھر دیگر وزرا کو بھی کئی ایک محکموں اور اداروں کی ذمہ داریاں سونپی جا سکتی ہیں۔ ویسے بھی وطنِ عزیز کے وزرا کی تعداد دیگر کئی ایک ممالک سے زیادہ ہے۔ پاکستان کی چالیس فیصد آبادی خطِ غربت سے بھی نیچے کی زندگی گزار رہی ہے۔ وزرا کی تنخواہوں الاؤنسز اور مراعات میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ 2016 میں وزرا کی تنخواہوں میں ڈیڑھ سو فیصد تک اضافہ کیا ہے ایسے شاہانہ اخراجات کی اجازت نہ تو ہمارا مذہب دیتا ہے اور نہ ہی ملکی وسائل اس کے متحمل ہو سکتے ہیں۔ یہ بھی ایک قسم کی خیانت اور غبن ہے کہ عوام بیچاری تو غربت اور افلاس سے لاچار ہو کر بچوں کو بیچنے کے لئے بینرز لگا کر روڈ پر آجائے اور خودکشیاں کرنے پر مجبور ہو جائیں۔ مائیں اپنے جگر کے ٹکڑوں سمیت زندگی کا خاتمہ کر لیں۔ اور حکمران طبقہ عوامی خزانہ لوٹنے میں اپنی توانائیاں صرف کرتے رہیں۔ لہٰذا ایسے اقدامات اور پالیسیاں اختیار کی جائیں کہ عوامی خزانے کے تحفظ کو یقینی بنایا جا سکے۔ غیر ضروری اخراجات کو ختم کیا جائے۔ عالمی ساہوکاروں کے چنگل سے چھٹکارا حاصل کیا جائے اور غیر ملکوں میں ناجائز اور غیر قانونی طور پر جمع کروائی گئی رقوم واپس لانے کے اقدامات کئے جائیں۔

(7) معاشی استحکام اور ترقی کے لئے خارجی تعلقات بھی بنیادی اہمیت رکھتے ہیں۔ لہٰذا ضروری ہے کہ دیگر ممالک سے خاص طور پر ہمسائے ممالک سے تعلقات میں بہتری لائی جائے۔ اب دنیا نے دشمنوں پر غلبہ حاصل کرنے کے لئے اسلحے کی بجائے مضبوط معیشت کو ایک طاقتور ہتھیار کے طور پر اختیار کر لیا ہے چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا کے ممالک اپنی معیشت کو مضبوط بنانے کی خاطر تعلقاتِ خارجہ کو بھی اہمیت دے رہے ہیں۔ سعودی عرب کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ اس نے اسرائیل سے اپنے تعلقات ٹھیک کئے ہیں۔ اب اس

[591] Akmal Hussain , *Strategic issues in Pakistan’s Economic Policy*,27

نے حج و عمرہ کے علاوہ اپنے ساحلی علاقوں کو بھی تجارتی زون میں بدلنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ چنانچہ ضروری ہے کہ پاکستان کی منصوبہ بندی کرنے والے اور معاشی پالیسی بنانے والے ماہرین کو چاہیے کہ وہ ایسے اقدامات بھی تجویز کریں کہ پاکستان کے دیگر ممالک سے خاص طور پر ہمسایہ ممالک سے تعلقات بہتر ہوں روس نے اپنے معاشی مقاصد کے حصول کے لئے ایک غلط منصوبہ بنایا۔ اس نے جنگ و جدل کی راہ اختیار کی۔ ہزاروں فوجی ہلاک ہوئے کئی ملین ڈالر خرچ کئے مگر اپنے مقاصد کے حصول میں ناکام ہوا۔ گرم پانیوں تک اس کی رسائی نہ ہو سکی۔ دوسری طرف چین کو دیکھتے ہیں کہ اس نے بہتر تعلقات کی بنا پر سی پیک کے ذریعے رسائی حاصل کر لی ہے۔ مقاصد دونوں ممالک کے ایک جیسے تھے مگر ایک نے جنگ و جدل کی راہ اختیار کی اور دوسرے نے دوستانہ تعلقات قائم کر کے مقاصد حاصل کر لئے۔ لہٰذا پالیسی ساز ادارے اور وزارتِ خارجہ کو لازم ہے کہ اس سلسلے میں اقدامات کریں کہ ہمسایہ ممالک سے تعلقات کو بہتر سے بہتر بنایا جا سکے۔

(8) چین پاکستان اقتصادی راہ داری جو نہ صرف پاکستان کی معاشی پالیسیوں اور منصوبوں کا حصہ بن چکی ہے بلکہ پاکستان اور خطے کے لئے گیم چینجر بن چکا ہے۔ لہٰذا پاکستان کے حکمرانوں اور پالیسی سازوں کو ایسے اقدامات کرنے چاہئیں کہ اُسے چین اور ترکی تک محدود نہ کیا جائے بلکہ امریکہ، یورپی ممالک اور روس سمیت سب ملکوں کے لئے اس کو وسعت دیں مگر اس کے لئے وفاع اور سکیورٹی کے اقدامات کو مدِ نظر رکھ کر منصوبے بنائیں جائیں۔ جب ملک میں امن و امان نہیں ہو گا کوئی سرمایہ کار ہمارے ملک میں سرمایہ کاری کے لئے تیار نہیں ہوں گے۔ سرمایہ کار تو در کنار کھلاڑی تک پاکستان میں کھیلنے کے لئے نہیں آتے۔ لہٰذا امن و امان قائم کرنے، فرقہ واریت اور دہشت گردی کے خاتمے کے لئے بھی اقدامات کئے جائیں۔ سی پیک کے حوالے سے یہ بھی ضروری ہے کہ ایسے اقدامات کئے جائیں کہ اس منصوبے سے ملک کے زیادہ سے زیادہ افراد کو روز گار کے مواقع میسر آسکیں خاص طور پر اس میں ملکی لیبر کو روز گار کے مواقع فراہم کئے جائیں۔ نیز پسماندہ علاقوں خاص طور پر بلوچستان کے لوگوں کو مواقع فراہم کئے جائیں۔ مندرجہ بالا اقدامات معاشی ترقی اور استحکام کے لئے اس قدر ناگزیر ہیں کہ حکومت کو لازم ہے کہ ملک میں معاشی ایمرجنسی اور ہنگامی صورتِ حال نافذ کرے۔

پاکستان نے اپنے قیام سے ہی ایک معاشی حکمت عملی اور منصوبہ بندی سے معاشی ترقی کا سفر شروع کر دیا تھا اور پھر انتہائی نامساعد حالات میں اپنی ترقی کا سفر جاری رکھا۔ مگر یہ حقیقت بھی اپنی جگہ مسلمہ ہے کہ پاکستان کے قیام کے ساتھ ہی اس کے دشمنوں کو بھی وجود میں آگئے جو اس کے قیام کو برداشت نہیں کر سکتے تھے اس کی ترقی اور کامرانی کیسے برداشت کر سکتے ہیں خاص طور پر ان حالات میں جب اس کی معاشی حالت انتہائی ناگفتہ بہ تھی مگر خدا کے فضل سے اس کا دوسرا پانچ سالہ منصوبہ انتہائی کامیابی سے ہمکنار ہوا۔ جسے اس کے دشمنوں نے اپنے لیے خطرہ کی گھنٹی سمجھا جس کے نتیجے میں پاکستان پر 65ء کے جنگ مسلط کر دی گئی مگر پھر بھی پاکستان نے اپنے دشمنوں کے ساتھ نبرد آزما ہونے کے ساتھ ساتھ اپنی ترقی کا سفر جاری رکھا۔ اور آج پاکستان کا شمار بفضل خدا ترقی کے سفر میں بہتر کارکردگی کا مظاہرہ کرنے والے دس ممالک میں ہوتا ہے اور سی پیک جیسے منصوبے اس کے روشن مستقبل کی دلیل ہیں۔ سی پیک کے حوالے سے یہ بہت ضروری ہے کہ ایسے اقدامات کیے جائیں کہ اس منصوبے سے ملکی افراد کو زیادہ سے زیادہ روز گار میسر آسکے۔ مندرجہ بالا اقدامات معاشی ترقی اور معاشی استحکام کے لیے اس قدر ناگزیر ہیں کہ حکومت پر لازم ہے کہ وہ ہنگامی بنیادوں پر انہیں اختیار کر کے ملکی معیشت کو فوری طور پر مستحکم کرے۔

مقالہ ہذا کے اس باب کے تحقیقی جائزے سے یہ نتیجہ اخذ ہوا ہے کہ پاکستان نے اپنے قیام کے فوراً بعد ہی ایک معاشی حکمت عملی اور منصوبہ بندی سے اپنے معاشی ترقی کے سفر کا آغاز کر دیا تھا اور یہ سفر انتہائی نامساعد حالات میں شروع کیا۔اس کے قیام کے ساتھ ہی اس کے دشمن نے بھی جنم لیا جو اس کے قیام کو بھی برداشت نہیں کر سکتا تھا اس لیے اس نے اس کی بقا اور ترقی کی راہ میں مشکلات اور روکاوٹوں کے انبار لگا دیے۔ مگر وسائل کی انتہائی کمیابی کے باوجود خدا کے فضل سے پاکستان کا معاشی ترقی کا دوسرا پانچ سالہ منصوبہ انتہائی کامیابی سے ہمکنار ہوا۔ سی پیک جیسے منصوبے اس کے بہتر اور روشن مستقبل کی نوید ہیں۔ قدرت نے پاکستان کو بہترین قدرتی وسائل اور افرادی قوت سے نوازا ہے اگر چند انتظامی اور فنی مسائل ،مشکلات اور رکاوٹوں کا فوری تدارک کر دیا جائے تو بہت جلد انشاءاللہ پاکستان ترقی یافتہ ممالک کی صف میں کھڑا ہو سکتا ہے۔لہذا ضروری ہے نئی نسل کو عصری تقاضوں کے مطابق سائنسی اور فنی تعلیم سے آراستہ کیا جائے نیز مذہبی اور سیاسی قائدین مخلص ہو کر صحیح سمت میں عوام کی رہنمائی کریں خاص طور پر نوجوان نسل کی صلاحیتوں کا تعمیری سرگرمیوں میں استعمال کرتے ہوئے ملکی ترقی کے دھارے میں اپنا کردار ادا کریں۔ قائدین منفی سیاست سے اجتناب کرتے ہوئے امت میں انتشار کی بجائے اتفاق و اتحاد پیدا کریں تاکہ عوام ایک طاقت بن سکیں اور ملک کو درپیش مسائل سے چھٹکارا اور نجات دلانے میں اپنا کردار ادا کر سکیں۔لہذا جدید تعلیم سے آراستہ اساتذہ کرام ،علمائے دین اور سیاسی قائدین کا مثبت کردار ملکی تعمیر اور ترقی میں کلیدی اہمیت کا حامل ہے۔

خلاصہ بحث

دورِ حاضر میں جو اہمیت معاشی ترقی اور مستحکم معیشت کو حاصل ہے وہ محتاجِ بیان نہیں ہے۔ آج وہی ملک اور قوم طاقتور ہے جو معاشی لحاظ سے مضبوط اور مستحکم ہے۔ آج دنیا میں دشمن کا مقابلہ کرنے کے لئے جو ہتھیار استعمال کیا جارہا ہے وہ اسلحہ بارود نہیں بلکہ مضبوط اور مستحکم معیشت ہے۔ اس لیے عصر حاضر کو معاشیات اور مالیات کا دور کہا جاتا ہے۔ کیونکہ کسی بھی ملک کی طاقت، خود مختیاری، بین االاقوامی ساکھ اور حیثیت کا انحصار اسکی معاشی ترقی اور خوشحالی پر ہے۔ اور کسی ملک کی معاشی ترقی اور خوشحالی کا انحصار اس کی معاشی منصوبہ بندی پر ہے۔ چنانچہ دور حاضر میں دنیا کے ہر ملک میں معاشی منصوبہ بندی کا نظام کسی نہ کسی شکل میں موجود ہے۔ کیونکہ دور حاضر میں معاشی منصوبہ بندی کو معاشی ترقی کے حصول کا ایک آلہ کی حیثیت حاصل ہے۔ عصر حاضر میں مروجہ تمام نظامہائے معیشت میں معاشی منصوبہ بندی کی اہمیت اور ضرورت مسلمہ ہے۔

معاشی منصوبہ بندی دراصل ایک قسم کی حکمت عملی اور معاشی تدبیر ہے جس کا مقصد دستیاب وسائل کا بھرپور استعمال کرتے ہوئے زیادہ سے زیادہ معاشی احتیاجات کی تسکین، کفالت عامہ اور معاشی ترقی جیسے اہداف کا حصول ممکن بنانا ہے۔ اور اس حکمت عملی اور معاشی تدبیر کا آغاز اس وقت سے ہو گیا تھا جب پہلا انسان معاشی مسئلہ سے دو چار ہوا تھا گویا جب سے معاشی مسئلہ پیدا ہوا اور انسان نے اس مسئلے کے حل کے لیے جو تدبیر اور حکمت عملی اختیار کی وہ دراصل ایک معاشی منصوبہ بندی ہی تھی گویا جب سے معاشی مسئلہ پیدا ہوا تب سے معاشی منصوبہ بندی کا بھی آغاز ہو گیا تھا۔ لہذا یہ کہنا درست نہیں کہ معاشی منصوبہ بندی کا آغاز روس نے کیا ہے۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ معاشی منصوبہ بندی کی اصطلاح، خاص قسم اور اشتراکی طرز کی معاشی منصوبہ بندی کا آغاز روس نے 1928ء میں کیا۔ اس طرز کی معاشی منصوبہ بندی میں حکومت تمام عوامل پیدائش اپنی تحویل میں لے لیتی ہے اور پھر یہ فیصلہ کرتی ہے کہ عوام کو کب، کیا اور کتنا چاہیے ہو گا۔ پھر اسی قدر اشیاپیدا کی جاتی ہیں۔ ورنہ حقیقت یہی ہے کہ جب سے معاشی مسئلہ پیدا ہوا تب سے معاشی منصوبہ بندی کا آغاز ہو گیا تھا اور پھر ہر دور، ہر قوم اور ملک میں معاشی مقاصد کے حصول کے لیے معاشی منصوبہ بندی کی جارہی ہے البتہ یہ ضرور ہے کہ ان کے منصوبہ بندی کے مقاصد اور طریقہ کار میں کسی قدر فرق پایا جاتا تھا۔ تاہم 1930 کی عالمی کساد بازاری اور دوسری جنگ عظیم کے بعد معاشی منصوبہ بندی کے تصور نے بہت زیادہ اہمیت حاصل کر لی ہے۔ دور حاضر میں تو کسی بھی ملک کو چاہے وہ کسی بھی معاشی نظریہ کا حامی ہو، کوئی بھی نظریہء حیات رکھتا ہو اسے معاشی منصوبہ بندی سے مفر نہیں ہے۔ چاہے وہ زبانی طور پر معاشی منصوبہ بندی کی ضرورت، اہمیت اور افادیت کا لاکھ انکار کرے مگر عملی طور پر ہر ملک نے کسی نہ کسی شکل میں معاشی منصوبہ کو اختیار کیا ہوا ہے۔

اسلام میں منصوبہ بندی کو خاص اہمیت حاصل ہے کیونکہ اسلام کے مطابق پوری کائنات خاص مقصد اور خاص وقت مقررہ تک کے لیے بنائی گئی ہے گویا کائنات ایک منصوبہ بندی کے تحت بنائی گئی ہے اور اس کا نظام ایک منصوبہ بندی کے تحت چل رہا ہے کائنات کے نظام میں موجود نظم وضبط اس کی واضح دلیل ہے۔ آسمان سے زمین تک تمام امور کی اللہ ہی تدبیر اور منصوبہ بندی کرتا ہے۔ اس طرح افراد، ممالک اور براعظموں میں معاشی وسائل کی تقسیم میں تفاوت اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت اور تدبیر سے قائم کیا ہے اور اللہ نے جو اپنے بندوں کو نظام حیات دیا ہے اس کا معاشی نظام، منصوبہ بندی کی بنیاد پر ہی قائم ہے۔ گویا ابتدائے اسلام سے ہی اس کے معاشی نظام میں معاشی منصوبہ بندی واجب اور ضروری ہے۔ کیونکہ معاشی مقاصد کا حصول حکومت پر فرض اور لازم ہے اور معاشی منصوبہ بندی ان مقاصد کے حصول کا ذریعہ ہے اصول فقہ

کے مطابق جو چیز کسی واجب کے حصول کا ذریعہ بنے وہ چیز بذات خود بھی واجب اور ضروری ہوتی ہے۔ چنانچہ عہد نبوی اور عہد خلفائے راشدین کا معاشی نظام معاشی منصوبہ بندی پر ہی مبنی ہے۔

تاہم اسلامی معاشی منصوبہ بندی کا تصور، اس کے مقاصد اور طریقہ کار، معاصر نظامہائے معیشت کے منصوبہ بندی کے تصور اور مقاصد اور طریقہ کار سے کلیتاً مختلف ہے۔ اسلامی معاشی منصوبہ بندی کے مادی اور روحانی مقاصد باہم مربوط اور لازم وملزوم کی حیثیت رکھتے ہیں ان کی بنیاد تقویٰ، عدل، احسان اور تزکیہ نفس جیسی اعلیٰ اقدار پر قائم ہے۔ جبکہ دیگر مروجہ نظام ہائے معیشت فقط مادی نوعیت کے مقاصد رکھتے ہیں۔ سرمایہ دارانہ نظام معیشت اور اشتراکیت، مقاصد اور طریقہ کار کے لحاظ سے دو مختلف اور متضاد انتہاؤں واقع ہیں۔ اشتراکیت نے فرد کو پیداواری عوامل کی ملکیت سے محروم کر کے اسے ریاست کا کارندہ اور غلام وملازم بنا کر رکھ دیا ہے دوسری طرف سرمایادارانہ نظام معیشت نے فرد کو اس قدر آزادی دی ہے کہ وہ اس قدر طاقت ور بن جاتا ہے کہ حکومت بے بس ہو کر رہ جاتی ہے۔ ان کے برعکس اسلام نہ تو فرد کی مطلق آزادی کا قائل ہے کہ جس سے اجتماعی زندگی متاثر ہو اور نہ ایسی اجتماعیت کی تعلیم دیتا ہے جس سے فرد کی شخصیت ختم ہو کر رہ جائے اسلام نے ان کو اعتدال پر مبنی مالکانہ حقوق دیے ہیں۔ کیونکہ اسلام میں حکومت اور عوام کے حقوقِ ملکیت کا مشترکہ مقصد اجتماعی فلاح اور مفاد ہے۔ اس لیے اسلامی معاشی منصوبہ بندی میں دیگر مروجہ نظامہائے معیشت کے برعکس، نجی شعبہ اور حکومتی شعبہ میں تعاون اور ہم آہنگی پائی جاتی ہے۔ اس طرح اسلامی معاشی منصوبہ بندی مرتکز اور غیر مرتکز منصوبہ بندی اور حاکمانہ اور راغبانہ منصوبہ بندی کا حسین امتزاج ہے۔ اس لیے اسلامی معاشی منصوبہ بندی کے نظام اور تصور کو دیگر مروجہ نظامہائے معیشت کے تصور پر اہمیت، ضرورت اور افادیت کے لحاظ سے فوقیت اور برتری حاصل ہے۔ اسلامی نظام معیشت میں وسائل معیشت پر ملکیتی حقوق نجی اور اجتماعی لحاظ سے عادلانہ طور پر باہم منقسم ہوتے ہیں نیز اسلامی معاشی منصوبہ بندی کے مقاصد دنیاوی زندگی کے ساتھ ساتھ اخروی زندگی پر بھی محیط ہیں اور چونکہ ان مقاصد کا حصول حکومت پر نہ صرف ایک معاشی ذمہ داری ہے بلکہ ایک مذہبی فریضہ ہے جو کہ ایک عبادت ہے جس کی حتمی غرض رضائے الٰہی ہے اس لیے اگر اسلامی معاشی منصوبہ بندی کو اس کی روح اور اصل کے اعتبار سے اختیار کیا جائے تو نہ صرف منصوبہ بندی پر عملدرآمد میں پیش آنے والے مسائل ومشکلات پر قابو پایا جا سکتا بلکہ معاشی مقاصد کو سو فیصد کامیابی سے حاصل کیا جا سکتا ہے اور انفرادی واجتماعی تعاون کو یقینی بنایا جا سکتا ہے جو کہ بذات خود ایک معاشی خوشحالی کی ضمانت ہے۔ اور یہ نظام منصوبہ بندی نہ صرف مادی بلکہ روحانی فلاح وبہبود کی بھی ضمانت ہے۔

اسلامی نظام معیشت میں ریاست کو بھی اجتماعی ملکیت کے لامحدود حقوق اور اختیارات حاصل نہیں ہیں اس لیے حکومت اجتماعی ملکیتی حقوق کے تصرفات میں نہ صرف آخرت میں عنداللہ جوابدہ ہے بلکہ عوام کو بھی جوابدہ ہے کیونکہ حکومت کی حیثیت امین، خازن اور قاسم کی ہے اس لیے حکومت کو لازم ہے کہ وہ تمام مالی امور کو اہل الرائے کی مشاورت سے نمٹائے، اس کے تمام تر تصرفات شریعت پر مبنی ہوں حتیٰ کہ انتقال ملکیت بھی اجتماعی مصالح کے پیش نظر ہوں۔ لہٰذا اسلام نہ تو سرمایہ دارانہ نظام کے مطلق انفرادی ملکیت کے تصور کا قائل ہے اور نہ ہی اشتراکیت کے لامحدود اجتماعی ملکیت کے فلسفہ کو تسلیم کرتا ہے بلکہ ان کے درمیان راہ اعتدال قائم کرتا ہے تاکہ دونوں کے حقوق باہم جڑے رہیں اور ہر ایک کے لیے ایک کا تصور دوسرے کے بغیر ناممکن ہو اور یہی عدل کا تقاضا ہے جس میں انسانیت کی عین زندگی ہے۔ اس لیے اس کا معاشی نظام بھی عدل پہ پر مبنی ہے۔ اسلام یہ چاہتا ہے کہ معاشرے کے ہر فرد کو چاہے وہ مسلم ہو یا غیر مسلم، حصول رزق واکتساب مال کے مواقع بلا تخصیص اور یکساں طور پر حاصل ہوں۔ ریاست کے لیے ایسے اقدامات کا اختیار کرنا لازمی ہے کہ ریاست کا کوئی بھی فرد محروم المعیشت

نہ رہے، عوام کی فلاح وبہبود، مفاد عامہ اور معاشی ترقی کے حصول کے لیے اقدامات کرنے کی تدبیر اور حکمت کو دور حاضر کی اصطلاح میں معاشی منصوبہ بندی کہا جاتا ہے اور انھی معاشی مقاصد کے لیے ہی معاشی منصوبہ بندی اختیار کی جاتی ہے۔

کسی اسلامی ملک میں اسلامی معاشی نظام اپنے صحیح معنوں میں نافذ العمل نہیں ہے۔کچھ مسلم ممالک کا معاشی نظام اشتراکیت سے متاثر ہے تو کچھ سرمایادارانہ نظام کو اختیار کیے ہوئے ہیں اور چند ایک تو اشتراکیت اور سرمایادارانہ نظام معیشت کے مشترکہ خصائص پر مبنی مخلوط معاشی نظام پر عمل پیرا ہیں۔

اسلامی ممالک میں تعلیم کا معیار عصری تقاضوں سے ہم آہنگ نہیں ہے۔خاص طور پر سائنس اور ٹیکنالوجی کے علم کا معیار مسلم ممالک میں خطرناک حد تک کم ہے۔نظام تعلیم کے لیے جو بجٹ مختص کیا جاتا ہے وہ انتہائی قلیل بلکہ نہ ہونے کے برابر ہوتا ہے۔مزید یہ کہ نظام تعلیم کئی قسم کی انتظامی اور فنی مشکلات اور مسائل کا شکار ہے۔

اسلامی ممالک میں سیاسی مداخلت کی وجہ سے معاشی پالیسیوں اور منصوبوں میں تسلسل میں فقدان پایا جاتا ہے جس کے باعث پالیسیاں اور منصوبے مطلوبہ مقاصد کے حصول میں ناکام ہو جاتے ہیں۔اسی طرح غلط اور مفاد پرستانہ پالیسیوں کی وجہ سے وسائل معیشت اور پیداواری عوامل کا ضیاع اور برباد ہونا جیسے مسائل اور وجوہات کے باعث اسلامی ممالک اسلامی نظام معیشت کے ثمرات سے محروم ہیں اور ترقی پذیر ممالک کی صف میں کھڑے ہیں۔ورنہ تاریخ شاہد ہے کہ جب تک دنیا میں اسلامی نظام معیشت اپنے صحیح معنوں اور قواعد وضوابط کے ساتھ نافذ العمل رہا ترقی ان کا مقدر بنی رہی، ہر طرف خوش حالی تھی حتیٰ کہ زکوٰۃ دینے والے ہاتھوں میں زکوٰۃ لیے لیے پھرتے تھے مگر انہیں کوئی زکوٰۃ لینے والا نہ ملتا تھا۔ آج بھی دنیا کو ضرورت ہے کہ اس نظام کو اس کو صحیح معنوں کے ساتھ نافذ العمل کیا جائے کیونکہ انسانیت کے معاشی مسائل کا واحد حل، فلاح اور معاشی ترقی کے ساتھ ساتھ اخروی کامیابی صرف اسی نظام کو اپنانے میں ہے۔

سرمایہ دارانہ معاشی نظام میں صرف ان امور کی منصوبہ بندی کی جاتی ہے جن کو حکومتی اور سرکاری تصور کیا جاتا ہے جیسے دفاع، انتظامیہ، تعلیم اور بہبود عامہ وغیرہ۔عوام کو لامحدود حق ملکیت حاصل ہوتا ہے حکومت بے بس ہوتی ہے اس لیے اس نظام میں منصوبہ بندی کسی مضبوط اتھارٹی کے ماتحت نہیں ہوتی قیمتوں کی میکانیت ہی سے تمام فیصلے طے پاتے ہیں۔حکومت صرف انہی امور سے متعلق منصوبہ بندی کرتی ہے جن کی وہ ذمہ دار ہوتی ہے جو انتظامی، فلاحی اور دفاعی نوعیت کے ہوتے ہیں۔لہذا اس نظام میں معاشی منصوبہ بندی ترغیبانہ طرز کی ہوتی ہے۔ہدایاتی اور تحکمانہ طرز کی منصوبہ بندی اس نظام میں نہیں پائی جاتی اس طرح منصوبہ بندی کے مقاصد کے حصول میں حکومت کا کردار سطحی ہوتا ہے کیونکہ سرمایہ دار طبقہ مضبوط ہوتا ہے اور وسائل معیشت پر مکمل دسترس رکھتا ہے۔

اشتراکی نظام میں موجود خرابیاں اس کی منصوبہ بندی کی خامیاں تصور کی جاتی ہیں۔اس نظام میں فرد آزادی اور نجی ملکیت سے محروم ہو جاتا ہے۔کیونکہ اس نظام میں طاقت کے ذریعے حکومت کے معاشی فیصلوں کو نافذ کیا جاتا ہے۔اس طرح افراد کی مرضی اور صارفین کی بالادستی ختم ہو جاتی ہے۔تمام افراد حکومت کے ملازم تصور کئے جاتے ہیں ان کو حکومت کے کارخانوں زمینوں پر کام کرنا پڑتا ہے اس کے بدلے حکومت افراد کو ضروریات زندگی مہیا کرتی ہیے۔لہذا اس نظام میں انسان دو وقت کی روٹی کی خاطر حکومت کا بندہ اور غلام بن کر رہ جاتا ہے اور افراد فکر وعمل کی آزادی سے بالکل محروم ہو جاتے ہیں۔اس طرح فرد کی فطری آزادی سلب کر لی جاتی ہے۔اس کو فطرت سے دور کر کے اس کی قدرتی صلاحیتیں سلب کر لی جاتی ہیں۔کسی مزدور، ملازم، منیجر یا ماہر فن کو اپنے آجر یعنی اسٹیٹ سے اختلاف کی جرأت نہیں ہو سکتی نہ وہ کسی ایسی سیاسی جدوجہد میں حصہ لے سکتا ہے۔جو اسٹیٹ کی پالیسی سے اختلاف پر مبنی ہو کیونکہ اس میں ہر فرد کا رزق اور وسیلہء معاش حکومت کے قبضے

میں ہو تا ہے۔ چنانچہ "اس کا فائدہ اس کے سوا کچھ نہیں ہو تا کہ مز دوروں کے رزق کی کنجی بہت سے ارباب سے نکل کر ایک رب الارباب کے ہاتھ میں چلی جاتی ہے، جس کا ملک میں نہ تو کوئی ہمسر ہو تا ہے اور نہ مقابل نہ اس کے مقرر کر دہ معیار اجرت میں چون وچرا کی گنجائش ہے اور نہ اس کی کہیں اپیل کی جاسکتی ہے۔

مخلوط معیشت کی حیثیت ایک عبوری اور عارضی مرحلے کی سی ہے اور یہ اشتر اکیت کے حتمی اہداف اور مقاصد کے حصول کا ایک ذریعہ ہے۔ لہٰذا اس نظام میں کوئی موثر معاشی منصوبہ بندی نہیں ہوتی کیونکہ نجی اور اجتماعی مفادات جدا جدا ہیں اس لئے کہ اس نظام کی کوئی اپنی اساس نہیں اشتر اکی اور سرمایہ دارانہ نظام کی تقلید میں یہ نظام متزلزل اور ڈانواں ڈول رہتا ہے۔ اس لئے اس نظام معیشت کو استحکام ممکن نہیں ہو تا جس کا ثبوت وہ ممالک ہیں جو اس نظام کو اختیار کئے ہوئے ہیں جیسے پاکستان، انڈیا وغیرہ۔ کیونکہ ملکی معیشت سے متعلق حتمی فیصلے حکومت نے کرنے ہوتے ہیں اور ریاست کو اجتماعی مصالح کے تحفظ، ضرر کے ازالہ اور دفاعی قوت بہم پہنچانے کی جو ذمہ داریاں عائد کی گئی ہیں ان کا تقاضا ہے کہ بعض صنعتوں کو ریاست اپنے ہاتھ میں رکھے اسلحہ اور فوجی ضروریات کے بنیادی سامانوں کی تیاری ایٹمی توانائی اور اس کے فوجی یا پر امن استعمال سے متعلق صنعتیں اس ذیل میں آتی ہیں اس طرح اجتماعی مصالح کے پیش نظر ڈاک اور تار کا محکمہ، مرکزی بینکنگ اور تامین کے ادارے بڑے پیمانے پر آبپاشی کے لئے بند اور نہروں کی تعمیر اور ذرائع نقل وحمل سڑکوں پلوں، ریلوے لائنوں، ہوائی اڈوں اور بندر گاہوں کا انتظام ریاست کو اپنے ہاتھوں میں رکھنا ہو گا۔

مگر مخلوط معاشی منصوبہ بندی میں بعض ایسے مسائل پیدا ہوتے ہیں جن کی وجہ مخلوط معاشی نظام کی منصوبہ بندی اختیار کرنے والے ممالک اپنے مطلوبہ معاشی مقاصد کے حصول میں ناکام ہو جاتے ہیں مثلاً نجی شعبہ اور حکومتی شعبوں میں عموماً موافقت اور تعاون کی بجائے مسابقت اور مقابلے کی فضا پائی جاتی ہے اکثر ان کے معاملات میں تضاد پایا جاتا ہے سرکاری شعبہ کو نجی شعبہ پر فوقیت حاصل ہوتی ہے۔ کیونکہ مخلوط معیشت صرف ایک عارضی شکل ہے اس کا حتمی مقصد اشتر اکیت کا حصول ہے۔ اس طرح حکومتی شعبہ کی طاقت اور فوقیت رکھنے کی وجہ سے افسر شاہی قائم ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے معیشت نااہلی، بد عنوانی، اقربا پروری کی نظر ہو جاتی ہے افسر شاہی اپنی مرضی کی پالیسیاں بناتے ہیں حکومتی اخراجات بڑھ جاتے ہیں جو قومی معشیت پر بوجھ بن جاتے ہیں وسائل کا مناسب استعمال نہ ہونے کی وجہ سے پیداوار اور سرمایہ کاری سے خاطر خواہ نتائج حاصل نہیں ہو پاتے اس طرح معاشی منصوبے ناکامی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ نیز چونکہ اس نظام کی اپنی کوئی بنیاد، فلسفہ، فکر اور نظریہ نہیں یہ صرف وقتی طور پر معاشی مقاصد کے حصول کا عارضی تجربہ ہو تا ہے اس لیے یہ معاشی مسائل کا کوئی مستقل حل پیش نہیں کر تا جس کی وجہ سے اسکی معیشت غیر مستحکم اور متزلزل رہتی ہے اس لیے اس نظام کی کیفیت کچھ اس طرح ہوتی ہے۔ گویا مخلوط معاشی نظام ایک عارضی اور غیر مستحکم نظام ہے اس لیے یہ معاشی مسائل کا مستقل اور ٹھوس حل پیش نہیں کر سکتا۔

پاکستان نے اپنے قیام سے ہی ایک معاشی حکمت عملی اور منصوبہ بندی سے معاشی ترقی کا سفر شروع کر دیا تھا اور پھر انتہائی نامساعد حالات میں اپنی ترقی کا سفر جاری رکھا۔ مگر یہ حقیقت بھی اپنی جگہ مسلمہ ہے کہ پاکستان کے قیام کے ساتھ ہی اس کے دشمنوں کو بھی وجود میں آگئے جو اس کے قیام کو بر داشت نہیں کر سکتے تھے اس کی ترقی اور کامرانی کیسے بر داشت کر سکتے ہیں خاص طور پر ان حالات میں جب اس کی معاشی حالت انتہائی ناگفتہ بہ تھی مگر خدا کے فضل سے اس کا دوسرا پانچ سالہ منصوبہ انتہائی کامیابی سے ہمکنار ہوا۔ جسے اس کے دشمنوں نے اپنے لیے خطرہ کی گھنٹی سمجھا جس کے نتیجے میں پاکستان پر 65ء کے جنگ مسلط کر دی گئی مگر پھر بھی پاکستان نے اپنے دشمنوں کے ساتھ نبرد آزما ہونے کے

ساتھ ساتھ اپنی ترقی کا سفر جاری رکھا۔ اور آج پاکستان کا شمار بفضل خدا ترقی کے سفر میں بہتر کارکردگی کا مظاہرہ کرنے والے دس ممالک میں ہوتا ہے اور سی پیک جیسے منصوبے اس کے روشن مستقبل کی دلیل ہیں۔

نتائج تحقیق

معاصر معاشی منصوبہ بندی کا تصور یہ ہے کہ یہ ایک ایسی حکمت عملی ہے جو کسی بھی ملک اور علاقے کی حکومت یا کوئی ادارہ دستیاب وسائل سے ایک متعین وقت اور عرصے میں معاشی مقاصد کے حصول کے لیے اختیار کرتا ہے" چونکہ دور حاضر میں مختلف ممالک میں اسلامی نظام معیشت کے علاوہ تین مختلف نظامہائے معیشت اشتراکیت، سرمایادارانہ نظام معیشت اور مخلوط معاشی نظام رائج ہیں اس لیے ان میں معاشی منصوبہ بندی بھی مختلف نوعیت کی ہے۔ معاصر نظامہائے معیشت میں سرمایہ دارانہ نظام معیشت اور اشتراکیت دو مختلف انتہاؤں پر قائم ہیں اسی طرح مخلوط معاشی نظام بھی لازماً کسی ایک انتہا پر قائم ہوتا ہے کہیں یہ اشتراکی انتہا پر قائم ہوتا ہے اور کہیں یہ سرمایہ دارانہ نظام کی انتہائی حالت پر قائم ہوتا ہے جبکہ ان معاصر نظامہائے معیشت کے برعکس اسلامی نظام معیشت نظام عدل پر قائم ہے۔ مقالہ ہذا کی تحقیق سے اس مقالہ کے بنیادی مفروضات میں سے تیسرا مفروضہ درست ثابت ہوا ہے کہ اسلامی معاشی منصوبہ بندی اور معاصر نظامہائے معیشت کی منصوبہ بندی میں کلی فرق اور اختلاف پایا جاتا ہے جس کی وضاحت ذیل میں درج کی جاتی ہے:

1. سرمایہ دارانہ نظام معیشت کی منصوبہ بندی صرف حکومت کی طرف سے پیش کردہ ترغیب و تحریص پر مبنی ہے حکومت اور عوام میں باہمی تعاون ممکن نہیں رہتا کیونکہ دونوں کے مفادات مختلف اور جدا ہیں۔ سرمایہ دار طبقہ کا مطمع نظر اور مقصود کل نفع کا حصول ہوتا ہے۔ اس لیے یہ طبقہ سرمائے کے بل بوتے پر ہر ایسی حکومتی پالیسی کو ناکام بنادیتے ہیں جس سے ان کے مفادات متاثر ہوں۔ اس طرح حکومت کے اختیارات صرف دفاع، تعلیم انتظامی اور فلاح و بہبود کے اداروں تک محدود ہو کر رہ جاتے ہیں۔
2. سرمایہ دارانہ نظام معیشت کے برعکس اشتراکی نظام میں معاشی منصوبہ بندی کا نظام مکمل طور پر حکومت کے اختیار میں ہوتا ہے۔ عوامی طبقہ صرف ایک مشینی پُرزہ بن کر رہ جاتا ہے۔ یہ نظام افراد کے حقوقِ ملکیت، معاشی، سیاسی، مذہبی حتیٰ کہ فکری آزادی تک چھین لیتا ہے اور ملک کے تمام وسائل معیشت پر مکمل طور پر حکومت کا قبضہ ہو جاتا ہے۔ یوں ہر فرد کا رزق اور وسائلِ معاش حکومت کے قبضہ میں ہوتے ہیں اور حکومت اپنی مرضی کی ذمہ داریاں اور کام عوام کو سونپ کر انہیں مقررہ مقدار میں معاشی ضروریات بہم پہنچاتی ہے۔ اس طرح ریاست کے وسائل اور عوام حکومت کی ملکیت ہوتے ہیں اور عوام ایک خاص طبقہ کی غلام بن کر رہ جاتی ہے۔
3. مخلوطِ معاشی نظام جس میں نجی شعبہ اور حکومت دونوں باہمی اشتراک سے معیشت کے منصوبے اور پالیسیاں تشکیل دیتے ہیں کی حقیقت یہ ہے یہ نظام بھی عوام کے معاشی مسائل حل کرنے میں ناکام رہا ہے۔ کیونکہ نجی شعبہ اور حکومت کے مفادات مختلف ہیں یوں عوام اور حکومت میں تعاون کی فضاء قائم نہیں ہو پاتی کیونکہ مخالف قوتیں صرف اس وقت ایک دوسرے سے تعاون کرتی ہیں جب ان کے مفاد اکھٹے ہوں۔ معاشی منصوبہ بندی میں حکومت کا مقصد عوام کو فلاح و بہبود میسر کرنا ہوتا ہے۔ جبکہ نجی شعبہ کا مقصد زیادہ سے زیادہ نفع حاصل کرنا ہوتا ہے۔ چونکہ ان دونوں کے مقاصد اور مفادات الگ الگ ہیں اس لیے ایک دوسرے سے تعاون ناممکن ہو جاتا ہے۔ اور یوں مخلوط معاشی نظام میں حکومتی پالیسیاں اور منصوبے ناکامی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ نتیجتاً نجی شعبہ کے طرزِ عمل سے افراط زر پیدا ہو جاتا ہے اور حکومتی طرزِ عمل سے افسر شاہی پیدا ہو جاتی ہے اور اس طرح معیشت مسائل کا شکار ہو کر ناکام رہتی ہے۔

4. معاشی منصوبہ بندی اسلام کی دین (عطا کردہ) ہے یہ اشتراکیت کا تصور نہیں فرق صرف اتنا ہے کہ اسلام میں اس کے لیے حکمت اور تدبیر کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں اشتراکیت نے فنی الفاظ منصوبہ بندی (planning) کی اصطلاح استعمال کی ہے۔
5. اسلام میں معاشی منصوبہ بندی فرض اور واجب ہے کیونکہ منصوبہ بندی سے معاشی مقاصد حاصل ہوتے ہیں جو کہ حکومت کے فرائض میں شامل ہے اور جو چیز واجب کے حصول کا سبب اور ذریعہ بنے وہ بھی واجب ہوتی ہے۔
6. اسلامی معاشی منصوبہ بندی دیگر معاصر نظامہائے معیشت کی معاشی منصوبہ بندی سے منصوبہ بندی کی تشکیل، طریقہ کار، مقاصد اور نتائج کے لحاظ سے کلیتاً اور یکسر مختلف ہے۔
7. اسلامی معاشی منصوبہ بندی کے مادی اور روحانی مقاصد باہم مربوط ہوتے ہیں۔ ان کی بنیاد تقوی، عدل، احسان اور تزکیہ نفس پر قائم ہوتی ہے جبکہ دیگر معاصر نظامہائے معیشت کی معاشی منصوبہ بندی کے مقاصد فقط مادی نوعیت کے ہوتے ہیں۔
8. اسلامی معاشی منصوبہ بندی میں دیگر معاصر نظامہائے معیشت کی معاشی منصوبہ بندی کے برعکس نجی شعبہ اور حکومتی شعبہ میں تعاون اور ہم آہنگی پائی جاتی ہے کیونکہ اسلامی معاشی منصوبہ بندی مرتکز اور غیر مرتکز منصوبہ بندی اور حاکمانہ اور راغبانہ منصوبہ بندی کا حسین امتزاج ہے مزید یہ کہ اسلامی معاشی نظام میں نہ تو افراد کو لامحدود ملکیتی حقوق حاصل ہوتے ہیں کہ ان کی بنیاد پر اجتماعی مفادات متاثر ہوں اور نہ ہی حکومت کو لامحدود تحدیدِ ملکیت کے حقوق حاصل ہوتے ہیں کہ عوام کے انفرادی ملکیت کے حقوق متاثر ہوں۔ کیونکہ حکومت اور عوام کے حقوق ملکیت اور اختیارات کا مشترکہ مقصد اجتماعی مفاد اور فلاح ہے۔
9. مذکورہ بالا تینوں نظاموں کی معاشی منصوبہ بندی کے مقاصد نہ صرف دنیوی اور مادی نوعیت کے ہیں بلکہ اسلام کے برعکس اخروی فلاح، روحانی اقدار سے بالکل عاری ہیں چنانچہ زیر نظر تحقیقی کام سے اس کا آخری مفروضہ درست ثابت ہوا کہ اسلامی معاشی منصوبہ بندی کا تصور دیگر معاصر نظامہائے معیشت، سرمایادارانہ نظام اشتراکیت اور مخلوط معاشی نظام کے معاشی منصوبہ بندی کے تصور سے یکسر مختلف ہے کیونکہ ان کے معاشی منصوبہ بندی کے مقاصد اور طریقہ کار میں کلی فرق پایا جاتا ہے۔ کیونکہ طریقہ کار کا انحصار مقاصد پر ہوتا اور مقاصد کا انحصار نظریہ حیات پر ہوتا ہے۔ اسلامی نظریہ حیات دیگر مروجہ نظام ہائے معیشت کی بنیاد اور نظریہ حیات سے کلیتاً مختلف ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ نئی نسل کو عصری تقاضوں کے مطابق سائنسی اور فنی تعلیم سے آراستہ کیا جائے نیز مذہبی اور سیاسی قائدین مخلص ہو کر صحیح سمت میں عوام کی رہنمائی کریں خاص طور پر نوجوان نسل کی صلاحیتوں کا تعمیری سرگرمیوں میں استعمال کرتے ہوئے ملکی ترقی کے دھارے میں اپنا کردار ادا کریں۔ قائدین منفی سیاست سے اجتناب کرتے ہوئے امت میں انتشار کی بجائے اتفاق و اتحاد پیدا کریں تاکہ عوام ایک طاقت بن سکیں اور ملک کو درپیش مسائل سے چھٹکارا اور نجات دلانے میں اپنا کردار ادا کر سکیں۔ لہذا جدید تعلیم سے آراستہ اساتذہ کرام، علمائے دین اور سیاسی قائدین کا مثبت کردار ملکی تعمیر اور ترقی میں کلیدی اہمیت کا حامل ہے۔

سفارشات

زیر نظر تحقیقی مقالہ کے تحقیقی نتائج سے ثابت ہوا ہے کہ اسلام کا نظامِ معاشی منصوبہ بندی اور دیگر معاصر مروجہ نظامہائے معاشی منصوبہ بندی سے بہتر ہے کیونکہ صرف اسلامی معاشی منصوبہ بندی کے نظام سے ہی معاشی مسائل کا درست حل ممکن ہے۔ مگر چند وجوہات اورر وکاوٹیں ایسی ہی ہیں جن کی وجہ سے مسلم ممالک غیر مسلم ممالک سے زیادہ معاشی وسائل اور ذرائع رکھنے کے باوجود معاشی ترقی نہیں کر سکے اور معاشی مسائل سے دوچار ہیں۔ ذیل میں ان رکاوٹوں اور وجوہات کے سدباب کے لئے اور اسلامی معاشی منصوبہ بندی کے ثمرات سے مستفید ہونے کے لئے سفارشات اور تجویز پیش کی جاتی ہیں۔

1. اسلامی نظریہ حیات کا عملی نفاذ کیا جائے۔

2. ضروری ہے کہ عصری تقاضوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے تعلیمی اور تحقیقی معیار کو بہتر کرنے کے لئے ہنگامی طور پر اقدامات کیے جائیں نیز تعلیم کو جدید دور کے تقاضوں سے ہم آہنگ کیا جائے۔ تاکہ مناسب افرادی قوت کے حصول کو یقینی بنایا جاسکے۔

3. ملکی معاشی ترقی اور کامیاب منصوبہ بندی کے لئے ضروری ہے کہ ملکی قیادت باصلاحیت، ذمہ دار ہو اور عوام کے لئے ایک عملی نمونہ ہو لہٰذا ضروری ہے کہ سیاسی قیادت محبِ وطن، مخلص، باصلاحیت اور ذمہ داری کا احساس رکھنے والی ہو۔

4. بدعنوان اور بددیانت سیاسی لیڈروں سے ملکی سیاست اور قیادت کو پاک رکھا جائے اور جب ایسے افراد کا علم ہو جائے تو ان کو عبرت ناک سزا دی جائے۔

5. غیر ملکی امدادیں اور قرضے غلامی کے پھندے ہیں لہٰذا ضروری ہے کہ جتنا ممکن ہو سکے ان کے چنگل سے قوم کو نجات دلائی جائے۔ اور ملکی وسائل اور ذرائع پر قناعت کی جائے اور ان سے استفادہ کر کے ترقی کی راہیں ہموار کی جائیں۔

6. اُمتِ مسلمہ کو ایک عالمی سطح کا مشترکہ مالیاتی ادارہ قائم کرنا چاہیے جن کے تمام مسلم ممالک ممبر ہونے چاہیں۔ اس میں عالمی سطح کے مسلم ماہرین اقتصادیات، معاشیات اور پالیسی ساز افراد کو میرٹ کی بنیاد پر تعینات کیا جائے۔

7. مسلم دنیا اسلام کے معاشی نظام کو اس کی صحیح شکل اور روح کے مطابق اختیار کرلے زکوٰۃ اور عشرہ کے نظام کو زیادہ سے زیادہ مؤثر بنانے کے لیے اقدامات کرے۔

8. ٹیکس اور دیگر وصولیوں کو بھی عدل پر مبنی ہونے کو یقینی بنائے اور ان کو صحیح معنوں میں عوامی فلاح وبہبود پر صرف کرے۔ عوامی خزانے کے سلسلے میں سیاسی قیادت اپنے آپ کو امین اور حفیظ ثابت کرے۔

9. عوام کے اندر یہ احساس پیدا کیا جائے کہ سرکاری وصولیاں بھی زکوٰۃ وعشرہ کی طرح فرض ہیں۔

10. حکومت ملک میں امن وامان قائم کرے، مذہبی رواداری اور جذبہ حُب الوطنی پیدا کرنے کے لئے اقدامات کئے جائیں اور امن وسکیورٹی کے نظام کو یقینی بنائے۔

11. اسلام کے اقتصادی نظام کی فوقیت کو عالمی سطح پر اُجاگر کرنے کے لئے اسلامک ریسرچ سنٹر اور ادارے قائم کئے جائیں جو اسلامی معاشی نظام کے رائج کرنے اور نفاذ کے لئے اقدامات بھی کریں اور اس کی ترویج و اشاعت کا کام بھی تا کہ دنیا اسلام کے عدل و مساوات پر مبنی معاشی نظام سے روشناس ہو کر اور اس کی اہمیت اور ضرورت سے آگاہ ہو کر خود کو دیگر نظاموں کی غلامی، ظلم اور استبداد سے آزادی حاصل کرلے۔

مصادر و مراجع

1. القرآن الکریم
2. احمد بن محمد بن حنبل، مسند الامام احمد بن حنبل، موسس الرسالہ، بیروت، 2001ء
3. احمد بن علی المسند ابی یعلی، دار المامون للتراث، دمشق 1984
4. ابوالکلام، احمد۔ ترجمان القرآن، اسلامی اکادمی، لاہور،
5. اسلم محمد ملک، رسول اللہ ﷺ کی زرعی منصوبہ بندی، راولپنڈی 1986ء
6. اصلاحی، امین احسن، اسلامی ریاست، دار التذکیر، لاہور، 2006ء
7. اکرام، نذیر حق، اسلم محمد، تشریحی لغت، اردو سائنس بورڈ، لاہور 2001ء
8. البخاری محمد بن اسماعیل، الجامع المسند الصحیح، دار طوق النجاۃ 1422ھ
9. البغوی الحسین بن مسعود، شرح السنہ، بیروت 1983
10. ابو بکر بن ابی شیبہ عبد اللہ بن محمد، الکتاب المصنف فی الاحادیث والآثار، مکتبہ الرشید، الریاض، 1409ھ
11. البلاذری احمد بن یحیٰی، فتوح البلدان، دار و مکتبہ الھلال بیروت 1988ء
12. البناساعتی احمد بن عبد الرحمان، الفتح الربانی، دار احیاء التراث العربی س ن
13. البیہقی احمد بن حسین، السنن الکبریٰ، بیروت 2003 ء
14. الترمذی محمد بن عیسیٰ، سنن الترمذی، شرکۃ و مکتبۃ ومطبعۃ مصطفیٰ البابی الحلبی مصر 1975ء
15. الجصاص احمد بن علی، احکام القرآن، دار احیاء التراث العربی، بیروت، 1994ء
16. الحاکم ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ، المستدرک علی الصحیحین، دار الکتب العلمیہ بیروت 1990
17. ابن حجر احمد بن علی، فتح الباری شرح صحیح البخاری، دار المعرفہ، بیروت 1379ھ
18. ابن خلدون عبد الرحمان بن محمد، دیوان المبتدا والخبر فی التاریخ العرب والبر ومن عاصر ہم من دون الشان الاکبر، بیروت
19. خورشید احمد، اسلامی نظریہ حیات، جامعہ کراچی 2006
20. ابو داؤد سلیمان بن اشعث، السنن، المکتبۃ العصریۃ، صیدا، بیروت، س ن
21. الزرقا، احمد بن الشیخ، شرح القواعد الفقہیہ، دمشق 1989ء
22. السرخسی محمد بن علی، المبسوط، دار المعرفہ بیروت 1993ء
23. ابن سعد، محمد بن سعد بن منیع، الطبقات الکبریٰ، دار صادر، بیروت، 1968ء
24. سلمان بن احمد، الدعا للطبرانی، دار الکتب العلمیہ، بیروت س ن
25. سلیمی نثار احمد، پاکستان کی معاشی منصوبہ بندی، لاہور، 1984ء
26. السیوطی، عبد الرحمان بن ابی بکر، الاتقان فی علوم القران، الھیۃ المصریۃ العامہ للکتاب، 1974ء
27. سیوہاروی حفظ الرحمان، اسلام کا اقتصادی نظام، مکتبہ رحمانیہ لاہور، س ن

28. شاہ محمد مری ڈاکٹر، نیست پیغمبر، لاہور، 2004ء

29. شبلی نعمانی، سیرت النبی ﷺ، ادارہ اسلامیات، لاہور 2002ء

30. شبلی محمد نعمانی، الفاروق، اسلامک سنٹر، لاہور، 2005ء

31. مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، ادارہ المعارف کراچی، 2004ء

32. الشیبانی، احمد بن عمرو بن الضحاک، الآحاد والمثانی، دار الرایہ الریاض 1991ء

33. صدیقی مظہر الدین، اسلام کا معاشی نظریہ، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور 2015

34. صدیقی نجات اللہ، اسلام کا نظریہ ملکیت، اسلامک پبلی کیشنز، لاہور 2006

35. طاسین محمد علامہ، سرمایہ داری، اشتراکیت اور اسلام، ماہنامہ بینات، کراچی ذوالقعدہ 1390ھ

36. الطبری، محمد بن جریر، التاریخ الرسل والملوک، دار التراث، بیروت۔ 1387ھ

37. عبد الرؤف، ایام خلافت راشدہ، لاہور، 2001

38. ابو بکر بن ابی شیبہ عبد اللہ بن محمد بن ابراہیم، الکتب المصنف فی الاحادیث والآثار، مکتبہ الرشید، ریاض 1409ھ

39. ابی عبید قاسم بن سلام، کتاب الاموال، دار الکتب العلمیہ 1986

40. علی المتقی علاء الدین، کنز العمال، حیدر آباد دکن 1312ھ

41. غازی محمود احمد، محاضرات معیشت و تجارت، لاہور، الفیصل ناشران و تاجران کتب لاہور

42. الغزالی، محمد بن محمد التبر المسبوک فی نصیحۃ الملوک، دار الکتب العلمیہ بیروت، 1988

43. غفاری، نور محمد، نبی اکرم ﷺ کی معاشی زندگی، دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری، لاہور 1994ء

44. فتح پوری فرمان ڈاکٹر رافع اللغات، الفیصل ناشران و تاجران کتب لاہور، 2010

45. ابن کثیر، اسماعیل بن عمر، البدایہ والنہایہ، دار احیاء التراث العربی 1988

46. ابن ماجہ، محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، دار الاحیاء الکتب العربیہ فیصل عیسی البابی الحلبی، س ن

47. مالک بن انس، الموطا، دار احیاء التراث العربی بیروت 1985

48. الماوردی، علی بن محمد الاحکام السلطانیہ، دار الحدیث، قاہرہ، س ن

49. محمود احمد ظفر حکیم، معیشت و اقتصاد کا اسلامی تصور، ادارہ اسلامیات، لاہور، 2006

50. مسلم بن حجاج، المسند الصحیح المختصر، دار احیاء التراث العربی بیروت، س ن

51. ابن منظور محمد بن مکرم، لسان العرب، دار صادر بیروت 1414ھ

52. مودودی ابو الاعلی، اسلام اور جدید معاشی نظریات، اسلامک پبلی کیشنز لاہور، 2001

53. مودودی ابو الاعلی، تفہیم القرآن، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، 2005

54. مودودی ابو الاعلی، معاشیات اسلام، اسلامک پبلی کیشنز لاہور، 2013

55. ندوی، مجیب اللہ، اسلامی قانون محنت و اجرت، مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری، لاہور 1989ء

56. ندوی معین الدین احمد شاہ، خلفائے راشدین، ادارہ اسلامیات، لاہور، 1987

.57 ابن ندیم، الفہرست، ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور، س ن

.58 نور الحسن مولوی، نور اللغات، سنگ میل پبلی کیشنز لاہور س ن

.59 ولی اللہ احمد بن عبد الرحیم، شاہ، حجۃ اللہ البالغہ، دار الجیل بیروت، لبنان 2005

.60 ابن ہشام، عبد الملک بن ہشام السیرۃ النبویہ لابن ہشام، مطبعہ مصطفی البابی الحلبی، 1995

.61 ابو یوسف، یعقوب بن ابراہیم، الخراج المکتبۃ الازھریہ، قاہرہ، س ن

.62 یوسف الدین، اسلام کے معاشی نظریے، الائیڈ بک کمپنی، کراچی، 1984

اخبارات:

.63 روزنامہ ایکسپریس ملتان، 22 ستمبر، 2016

.64 روزنامہ جنگ ملتان، 20 فروری، 2017

65. Daily Dawn December 25,1996

66. The News International February14,2021

English Books:

1 Adam Smith, Wealth of Nation, Melboune, New York 2007

2 Aftab Ahmad Khan, On Planning in Pakistan, Islamabad.

3 Agraval and Kundan Lal, Economic Planning, Vikas Publishing House New Delhi 1977.

4 Akmal Hussain, strategic issues in Pakistan's Economic policy,Progressive Publishers , Lahore,1998

5 Attar Chand, Pakistan in search of modernization, New Delhi 1992.

6 Azam K.M, Economics and Plitics of Development Planning, Royal BooKs copany Karachi,1998

7 Bhantnagar K.P, History of Economic Thought,Rafique Book Centre Hyder Abad Sindh1974

8 B.N. GHOSH and Rama GHOSH, Economic Growth Development and Planning ,New Delhi, 1991

9 Basic Research of Journal of Social and Political Sciences , Muzaffarabad

10 Chapra Umar Muhammad Dr ,Islam and Economic Challenge, The International Institute Of Economic Thought 1955

11 Diana Conyers and Peter Hills , Introduction to Development planning in the Third world , New York,1989

12 Dickinson,H D, Economic of Socialism ,Oxford University Press, New York,1939

13 Ejaz Aslam, Development Planning in Pakistan, Feroz Sons, Lahore 1991.

14 Encyclopedia American Vol-5, Grolier Incorporated U.S A

15 Frank still well,politica,Economy Oxford University Press Singapore 2005.

16 Hussain Muhammad,Development Planning in an Economic State Royal Book Copany Karachi,1987

17 Joel Davit’s and Samuel Ball, Psychology of Education process MC Growth HillCompany,New York 1970

18 Journal of international affairs, Fall Winter vol 63 No 1, 2009

19 Kamta Parasad, Planning at the Grassroots,Sterling Publishers,New Dehli,1988

20 Karl Marx ,Das Kapital, University of Utah,USA, 1890

21 Kerry Turner R and Clive Collis ,Mac millan Studies in Economics, London ,1977

22 Keyns Maynard ,Essays In Persuasion, Rupurthart davits 1952

23 Lewis Arthur ,Developmen Planning ,Deorge Allen & Unwin London 1966

24 Lewis Arthur , Principles Economics Planning, London,1969

25 Loucks N William ,Copative Economic System ,New York 1952

26 Mannan M.A , Economic Development , International Institute Of Islamic Economics, Islamabad,1996

27 Mannan M.A,Islamic economic, Shah Muhammad Ashraf Publishers, Lahore,1991

28 Macmillan Dictionary of modern economics 3rd Edition 1968

29 Maurice Dobb,Welfere Economics and the Economics of Socialism,Cambridge university press 1969

30 Menard Keyens, essays in persuation,Ruperthart Davis1952

31 Moin Baqai and lrving Brecher, Development Planning and policy in Pakistan,National Institute Of Social Economics and Research Karachi

32 Oxford English Dictionary Volume IX, Oxford Claredon Press.

33 Ranakar Gedam ,Development Planning Origion Growth , Akashdeep Publishing House , New Delhi ,1991

34 Robert M. Heathway Wilson Lee Islamization and Pakistan economy, Washington.

35 The New Encyclopedia Britannica vol-4, 5th edition.The University Of Shicogo

36 Thomas Wilson , planning and Growth , London 1965

37 Walter Ouma, Administration Aspects of Development Planning University of Nairo ,1970

38 Water Stone A Development Planning lesson of Experience,John Hopkins University Press Washington 1965

39 Zewing Ferdynand ,Planning Of Free Societies,Good Copanions Publishers India 1962

اشاریہ (قرآنی آیات)

نمبر شمار	آیات	نام سورۃ / سورۃ نمبر / آیت نمبر	صفحہ نمبر
1	هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا	البقرۃ 29/2	28
2	يَا أَيُّهَا النَّاسُ كُلُوا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلَالًا طَيِّبًا	البقرۃ 168/2	71
3	وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ	البقرۃ 188/2	17,124
4	وَإِذَا تَوَلَّى سَعَى فِي الْأَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ	البقرۃ 205/2	19
5	وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا	البقرۃ 275/2	30
6	فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ	البقرۃ 279/2	30
7	لِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ	البقرۃ 284/2	15
8	قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ	آل عمران 31/3	74
9	رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَذَا بَاطِلًا	آل عمران 191/3	120
10	وَآتُوا الْيَتَامَى أَمْوَالَهُمْ	النساء 2/4	124
11	لَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمُ الَّتِي جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ قِيَامًا وَارْزُقُوهُمْ فِيهَا وَاكْسُوهُمْ وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَعْرُوفًا	النساء 5/4	72,111,118, 124
12	يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ	النساء 29/4	21,31
13	لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِمَّا اكْتَسَبُوا وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِمَّا اكْتَسَبْنَ	النساء 32/4	16
14	إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَى أَهْلِهَا	النساء 58/4	26
15	لَا إِلَى هَؤُلَاءِ وَلَا إِلَى هَؤُلَاءِ	النساء 143/4	183
16	مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ	الانعام 38/6	68

نمبر شمار	آیات	نام سورة / سورة نمبر / آیت نمبر	صفحہ نمبر
17	لَا رَطْبٍ وَلَا يَابِسٍ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ	الانعام 59/6	68
18	وَهُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ الْأَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِيَبْلُوَكُمْ فِي مَا آتَاكُمْ	الانعام 165/6	29
19	وَلَقَدْ مَكَّنَّاكُمْ فِي الْأَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ	الاعراف 10/7	16,94
20	كُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا	الاعراف 31/7	20,32,125
21	وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ	الانفال 60/8	110
22	وَأُولُو الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَى بِبَعْضٍ فی کتاب الله	الانفال 75/8	61,76,122
23	خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً	التوبه 103/9	124
24	وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا	هود 6/11	28,71
25	أَنْشَأَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيهَا	هود 11/ 61	39,108
26	قَالَ اجْعَلْنِي عَلَى خَزَائِنِ الْأَرْضِ إِنِّي حَفِيظٌ عَلِيمٌ	یوسف 55/12	73
27	اللَّهُ الَّذِي رَفَعَ السَّمَاوَاتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوَى عَلَى الْعَرْشِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَجْرِي لِأَجَلٍ مُسَمًّى يُدَبِّرُ الْأَمْرَ يُفَصِّلُ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ بِلِقَاءِ رَبِّكُمْ تُوقِنُونَ	الرعد 2/13	120
28	وَأَنْزَلْنَا إِلَيْکَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ	النحل 44/16	73
29	وَاللَّهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلَى بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ	النحل 71/16	28,161
30	وَنَزَّلْنَا عَلَيْکَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِكُلِّ شَيْءٍ	النحل 89/16	68
31	إِنَّ الْمُبَذِّرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيَاطِينِ	الاسراء 27/17	19,32,72, 125
32	إِنَّ رَبَّکَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ إِنَّهُ كَانَ بِعِبَادِهِ خَبِيرًا بَصِيرًا	الاسراء 30/17	121
33	رَبِّ أَدْخِلْنِي مُدْخَلَ صِدْقٍ وَأَخْرِجْنِي مُخْرَجَ صِدْقٍ وَاجْعَلْ لِي مِنْ لَدُنْکَ سُلْطَانًا نَصِيرًا	الاسراء 80/17	34

صفحہ نمبر	نام سورۃ/سورۃ نمبر/آیت نمبر	آیات	نمبر شمار
102	طٰہٰ 119/20	إِنَّ لَکَ أَلَّا تَجُوعَ فِيهَا وَلَا تَعْرَىٰ وَأَنَّکَ لَا تَظْمَأُ فِيهَا وَلَا تَضْحَىٰ	34
35	الحج 41/22	الَّذِينَ إِنْ مَكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ	35
15	المومنون 84,85/23	قُلْ لِمَنِ الْأَرْضُ وَمَنْ فِيهَا إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ سَيَقُولُونَ لِلَّهِ	36
1120	المومنون 115/23	أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ	37
124	النور 33/24	وَآتُوهُمْ مِنْ مَالِ اللَّهِ الَّذِي آتَاكُمْ	38
17	النور 27/24	يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّىٰ تَسْتَأْنِسُوا وَتُسَلِّمُوا عَلَىٰ أَهْلِهَا	39
32,72	الفرقان 67/25	وَالَّذِينَ إِذَا أَنْفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذَٰلِکَ قَوَامًا	40
70	النمل 88/27	صُنْعَ اللَّهِ الَّذِي أَتْقَنَ كُلَّ شَيْءٍ	41
19,128	القصص 77/28	وَابْتَغِ فِيمَا آتَاکَ اللَّهُ الدَّارَ الْآخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيبَکَ مِنَ الدُّنْيَا وَأَحْسِنْ كَمَا أَحْسَنَ اللَّهُ إِلَيْکَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْأَرْضِ	42
121	السجدة 5/32	يُدَبِّرُ الْأَمْرَ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ	43
74	الاحزاب 21/33	لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ	44
17	الاحزاب 27/33	وَأَوْرَثَكُمْ أَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ وَأَرْضًا لَمْ تَطَئُوهَا	45
112	الفاطر 28/35	انَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ	46
70	یٰسین 40/36	لَا الشَّمْسُ يَنْبَغِي لَهَا أَنْ تُدْرِکَ الْقَمَرَ وَلَا اللَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ وَكُلٌّ فِي فَلَکٍ يَسْبَحُونَ	47
161	یٰسین 47/36	وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ أَنْفِقُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ قَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا أَنُطْعِمُ مَنْ لَوْ يَشَاءُ اللَّهُ أَطْعَمَه	48
41,112	الزمر 9/39	قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ	49

صفحہ نمبر	نام سورۃ/سورۃ نمبر/آیت نمبر	آیات	نمبر شمار
46	فصلت 10/41	وَقَدَّرَ فِيهَا أَقْوَاتَهَا	50
121	الشوریٰ 12/42	لَهُ مَقَالِيدُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ	51
27	الشوریٰ 15/42	وَأُمِرْتُ لِأَعْدِلَ بَيْنَكُمُ	52
24	الشوریٰ 38/42	وَأَمْرُهُمْ شُورَى بَيْنَهُمْ	53
70	الشوریٰ 47/42	وَلَوْ بَسَطَ اللَّهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهِ لَبَغَوْا فِي الْأَرْضِ وَلَكِنْ يُنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَا يَشَاءُ إِنَّهُ بِعِبَادِهِ خَبِيرٌ بَصِيرٌ	54
29,38,114, 121	الزخرف 32/43	نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا	55
17,42,114	الذاریات 19/51	وَفِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ	56
75	النجم 4،3/53	وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَى () إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَى	57
28,46,71	النجم 39/53	لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَى	58
70	القمر 49/54	إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ	59
16	الحدید 7/57	وَأَنْفِقُوا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُسْتَخْلَفِينَ فِيهِ	60
20	الحدید 20/57	اعْلَمُوا أَنَّمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَلَهْوٌ وَزِينَةٌ وَتَفَاخُرٌ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ	61
26	الحدید 25/57	لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ	62
41,113	المجادلہ 11/58	يَرْفَعِ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ	63
29,35,42, 70,114,152	الحشر 7/59	كَيْ لَا يَكُونَ دُولَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنْكُمْ	64
74,80	الحشر 6/59	وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا	65

نمبر شمار	آیات	نام سورۃ/ سورۃ نمبر/ آیت نمبر	صفحہ نمبر
66	وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّکَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ	الحشر 10/59	95
67	فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللَّهِ	الجمعه 10/62	71
68	إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللَّهِ لَا نُرِيدُ مِنْكُمْ جَزَاءً وَلَا شُكُورًا (9) إِنَّا نَخَافُ مِنْ رَبِّنَا يَوْمًا عَبُوسًا قَمْطَرِيرًا (10)	الدهر 10/76	127
69	قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا (9) وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسَّاهَا	الشمس 10/91	39
70	اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِي خَلَقَ (1) خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ (2) اقْرَأْ وَرَبُّکَ الْأَكْرَمُ (3) الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ (4) عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ	العلق 96/1-5	112

(اشاریہ) احادیث

صفحہ نمبر	حدیث	نمبر شمار
112	اجْعَلْ مَالَکَ جُنَّۃً دُونَ دِینِکَ	1.
83	إذا صليتم الفجر فلا تناموا عن طلب أرزاقكم	2.
95	اطْلُبُوا الرِّزْقَ فِي خَبَايَا الْأَرْضِ	3.
77	اكْتُبُوا لِي مَنْ تَلَفَّظَ بِالْإِسْلَامِ مِنَ النَّاسِ	4.
108	اللهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي ثَمَرِنَا، وَبَارِكْ لَنَا فِي مَدِينَتِنَا، وَبَارِكْ لَنَا فِي صَاعِنَا، وَبَارِكْ لَنَا فِي مُدِّنَا	5.
31	الْمُحْتَكِرَ مَلْعُونٌ	6.
130,84	أَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْأَغْنِيَاءَ بِاتِّخَاذِ الْغَنَمِ، وَأَمَرَ الْفُقَرَاءَ بِاتِّخَاذِ الدَّجَاجِ	7.
82	أَمْسِكْ عَلَيْكَ بَعْضَ مَالِكَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ	8.
209	النَّاسَ عَلَى دِينِ مُلُوكِهِمْ	9.
20,126	إِنَّ اللَّهَ كَرِهَ لَكُمْ ثَلَاثًا: قِيلَ وَقَالَ، وَإِضَاعَةَ المَالِ، وَكَثْرَةَ السُّؤَال	10.
25	إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى لَمْ يَرْضَ بِحُكْمِ نَبِيٍّ وَلَا غَيْرِهِ فِي الصَّدَقَاتِ، حَتَّى حَكَمَ فِيهَا هُوَ، فَجَزَّأَهَا ثَمَانِيَةَ أَجْزَاءٍ، فَإِنْ كُنْتَ مِنْ تِلْكَ الْأَجْزَاءِ أَعْطَيْتُكَ حَقَّكَ	11.
24	إِنْ أَنَا إِلَّا خَازِنٌ أَضَعُ حَيْثُ أُمِرْتُ	12.
94,115,126	إِنَّ فِي المَالِ لَحَقًّا سِوَى الزَّكَاةِ	13.
82	إِنَّکَ أَنْ تَذَرَ وَرَثَتَکَ أَغْنِيَاءَ خَيْرٌ مِنْ أَنْ تَذَرَهُمْ عَالَةً يَتَكَفَّفُونَ النَّاسَ	14.
22,25	وَإِنَّمَا أَنَا وَمَالُكُمْ كَوَلِيِّ الْيَتِيمِ	15.
82	أَنَّ النَّبِيَّ - صلى الله عليه وسلم - كَانَ يَبِيعُ نَخْلَ بَنِي النَّضِيرِ وَيَحْبِسُ لِأَهْلِهِ قُوتَ سَنَتِهِمْ	16.

صفحہ نمبر	حدیث	نمبر شمار
20	إِيَّاكَ وَالتَّنَعُّمَ؛ فَإِنَّ عِبَادَ اللهِ لَيْسُوا بِالْمُتَنَعِّمِينَ	.17
76	تآخَوْا فِي اللهِ أَخَوَيْنِ أَخَوَيْنِ	.18
129	لَقَدْ رَأَيْتُ النَّاسَ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَبْتَاعُونَ جِزَافًا يَعْنِي الطَّعَامَ، يُضْرَبُونَ أَنْ يَبِيعُوهُ فِي مَكَانِهِمْ، حَتَّى يُؤْوُوهُ إِلَى رِحَالِهِمْ	.19
30	الرِّبَا سَبْعُونَ حُوبًا، أَيْسَرُهَا أَنْ يَنْكِحَ الرَّجُلُ أُمَّهُ	.20
40,104,112	طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ	.21
90	عَفَوْنَا لَكُمْ عَنْ صَدَقَةِ الْخَيْلِ وَالرَّقِيقِ	.22
29	فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللَّهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ فَتُرَدُّ عَلَى فُقَرَائِهِمْ	.23
90	فَأَمَّا الإِبِلُ الْعَوَامِلُ وَالْبَقَرُ الْعَوَامِلُ فَلَيْسَ فِيهَا صَدَقَةٌ لَمْ يَأْخُذْ مُعَاذٌ مِنْهَا شَيْئًا، وَهُوَ قَوْلُ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ	.24
77	فَإِنَّ الْجَالِبَ إِلَى سُوقِنَا، كَالْمُجَاهِدِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ	.25
203	فَإِنَّ السُّلْطَانَ وَلِيُّ مَنْ لَا وَلِيَّ لَهُ	.26
86,115	فضائلهم عند الله فاما هذا المعاش فالتسوية فيه خير	.27
111	فَقَدِّمْ مَالَكَ دُونَ نَفْسِكَ	.28
42,94	فِي الْمَالِ حَقٌّ سِوَى الزَّكَاةِ	.29
108,116,204	كَادَ الْفَقْرُ أَنْ يَكُونَ كُفْرًا	.30
211	كُلُّكُمْ رَاعٍ، وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ	.31
17,125	كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ، دَمُهُ، وَمَالُهُ، وَعِرْضُهُ	.32
125	كُلُوا وَاشْرَبُوا وَالبَسُوا وَتَصَدَّقُوا، فِي غَيْرِ إِسْرَافٍ وَلَا مَخِيلَةٍ	.33
117	لَأَنْ يَأْخُذَ أَحَدُكُمْ حَبْلَهُ، فَيَأْتِيَ بِحُزْمَةِ الحَطَبِ عَلَى ظَهْرِهِ، فَيَبِيعَهَا، فَيَكُفَّ اللَّهُ بِهَا وَجْهَهُ خَيْرٌ لَهُ مِنْ	.34

نمبر شمار	حدیث	صفحہ نمبر
	أَنْ يَسْأَلَ النَّاسَ أَعْطَوْهُ أَوْ مَنَعُوهُ	
.35	لَا خِلَافَةَ إِلَّا عَنْ مَشُورَةٍ	24
.36	لَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ	21
.37	لَا يَجُوعُ أَهْلُ بَيْتٍ عِنْدَهُمُ التَّمْرُ	84
.38	لَنَا رِقَابُ الْأَرْضِ	95
.39	لو تركت عنز أجرباء على جانب ساقية لم تدهن لخشيت أن أسئل عنها في القيامة	103
.40	لو مات جمل في عملي ضياعاً خشيت أن يسألني الله عنه	103
.41	لَئِنْ بَقِيتُ لأَرَامِلِ أَهْلِ الْعِرَاقِ لأَدَعَنَّهُمْ لَا يَفْتَقِرُونَ إِلَى أَمِيرٍ بعدِي	105
.42	لَيْسَ لِابْنِ آدَمَ حَقٌّ فِي سِوَى هَذِهِ الخِصَالِ، بَيْتٌ يَسْكُنُهُ وَثَوْبٌ يُوَارِي عَوْرَتَهُ وَجِلْفُ الخُبْزِ وَالمَاءِ	37,102
.43	مَا عَالَ مَنْ اقْتَصَدَ	83
.44	مَا مِنْ أَمِيرٍ يَلِي أَمْرَ الْمُسْلِمِينَ، ثُمَّ لَا يَجْهَدُ لَهُمْ، وَيَنْصَحُ، إِلَّا لَمْ يَدْخُلْ مَعَهُمُ الْجَنَّةَ	203
.45	مَا مِنْ عَبْدٍ اسْتَرْعَاهُ اللَّهُ رَعِيَّةً، فَلَمْ يَحُطْهَا بِنَصِيحَةٍ، إِلَّا لَمْ يَجِدْ رَائِحَةَ الجَنَّةِ	38,102
.46	مَنِ احْتَكَرَ فَهُوَ خَاطِئٌ	21,31
.47	مَنْ أَحْيَا أَرْضًا مَيْتَةً فَهِيَ لَهُ	18,97,129
.48	مَنْ أَخَذَ مِنَ الْأَرْضِ شَيْئًا بِغَيْرِ حَقِّهِ خُسِفَ بِهِ يَوْمَ القِيَامَةِ إِلَى سَبْعِ أَرَضِينَ	18
.49	مَنْ أَصَابَ مِنْ شَيْءٍ فَلْيَلْزَمْهُ	83
.50	مَنْ بَاعَ عَقَارًا كَانَ قَمِنًا أَنْ لَا يُبَارَكَ لَهُ إِلَّا أَنْ يَجْعَلَهُ فِي مِثْلِهِ أَوْ غَيْرِهِ	82,109
.51	مَنْ ظَلَمَ مِنَ الأَرْضِ شَيْئًا طُوِّقَهُ مِنْ سَبْعِ أَرَضِينَ	18
.52	مَنْ غَشَّ فَلَيْسَ مِنَّا	21

نمبر شمار	حدیث	صفحہ نمبر
53.	مَنْ قُتِلَ دُونَ مَالِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ	18,118,125
54.	مَنْ وَلِيَ يَتِيمًا لَهُ مَالٌ فَلْيَتَّجِرْ فِيهِ، وَلَا يَتْرُكْهُ حَتَّى تَأْكُلَهُ الصَّدَقَةُ	82
55.	النَّاسُ عَلَى دِينِ مُلُوكِهِمْ	209
56.	نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ إِضَاعَةِ الْمَالِ	118
57.	نَهَى رَسُولُ اللہِ صَلَّى اللہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ تَلَقِّي الْجَلَبِ	129
58.	وَازْدَرَعَ رَسُولُ اللَّهِ – صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ – بِالْجُرْفِ	95
59.	وقَدْ تَرَكْتُ فِيكُمْ مَا إِنْ اعْتَصَمْتُمْ بِهِ فَلَنْ تَضِلُّوا أَبَدًا، أَمْرًا بَيِّنًا، كِتَابَ اللہِ وَسُنَّةَ نَبِيِّهِ	75
60.	هَذَا خَيْرٌ لَکَ مِنْ أَنْ تَجِيءَ الْمَسْأَلَةُ نُكْتَةً فِي وَجْهِکَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ	38,117
61.	هذا معاش فالأسوة خير من الأثرة	86,115
62.	هَلاَّ أَخَذْتُمْ إِهَابَهَا فَدَبَغْتُمُوهُ فَانْتَفَعْتُمْ بِهِ	81,118
63.	يَسِّرُوا وَلاَ تُعَسِّرُوا	203

اعلام

صفحہ نمبر	نام
37	اصلاحی، امین احسن
213	اکمل حسین
194,205	ایوب خان
153	آدم سمتھ
36	ابوالکلام آزاد
95,96,154	بلال بن حارث مزنی
205	پرویز مشرف
126,154	تمیم داری
33	ابن تیمیہ
39,72	الجصاص
43	ابن حزم
34	ابن خلدون
188	ذوالفقار علی بھٹو
191	زاہد حسین
95	زبیر
83	سفیان ثوری
69	السیوطی
75	سیوہاروی حفظ الرحمان
117	شاہ ولی اللہ
105	شفا بنت عبد اللہ

نام	صفحہ نمبر
ابو بکر صدیق	86,87
ضیاء الحق	189,205
عثمان بن حنیف	93
عثمان عفان	92,100
عشرت حسین	192,193,205
علی بن عبد المطلب	90,91,101
عمر	80---99
عمر محمد چھپرا	167,200
فریڈرک اینجلز	158
کارل مارکس	158
کعب بن مالک	86
الماوردی	39,111
محمد شفیع مفتی	61
محمد بن سلمہ	129
محمد عبد المنان	63,136
محمد بن عمرو بن علقمہ	88
محمد علی جناح	190,193
مودودی ابو الاعلیٰ	35,39,73,126,166
ابو موسیٰ اشعری	88
مغیرہ بن شعبہ	110
میمونہ	118

نام	صفحہ نمبر
نافع بن حارث	109
ابوہریرہ	88
یحییٰ خان	194
ابویوسف	90,93,130
Arthur lewis	49
Frank Stillwell	148
H.D Dickenson	47
Kriston	5
Lewis Lorwin	47
Manard Keynes	164
Ratnakar Gedam	49
Roosevelt	143

اماکن

صفحہ نمبر	نام
50	اٹلی
213	اسرائیل
87	اصفہان
49	افریقہ
49,59,155	امریکہ
179,209	انڈونیشیا
50,183	انڈیا
209	ایران
172	ایشیا
58,62,135,143,155,158	برطانیہ
179,180	برما
98	بصرہ
215	بلوچستان
194	بنگلہ دیش
58,179---215	پاکستان
50,193,214	ترکی
180,193	تھائی لینڈ
205	جاپان
58,135	جرمنی
214	چین

نام	صفحہ نمبر
روس	49,50, 214,216
سعودی عرب	209,213
سنگاپور	205
سویڈن	50
شام	95,154
عراق	95,154
فرانس	50,158,135,178,179
فلپائن	193
کینیڈا	141
مانچسٹر	158
مصر	98
ملائشیا	179,209
ناروے	50
ناگاساکی	205
ہیروشیما	205
یورپ	50,158,172